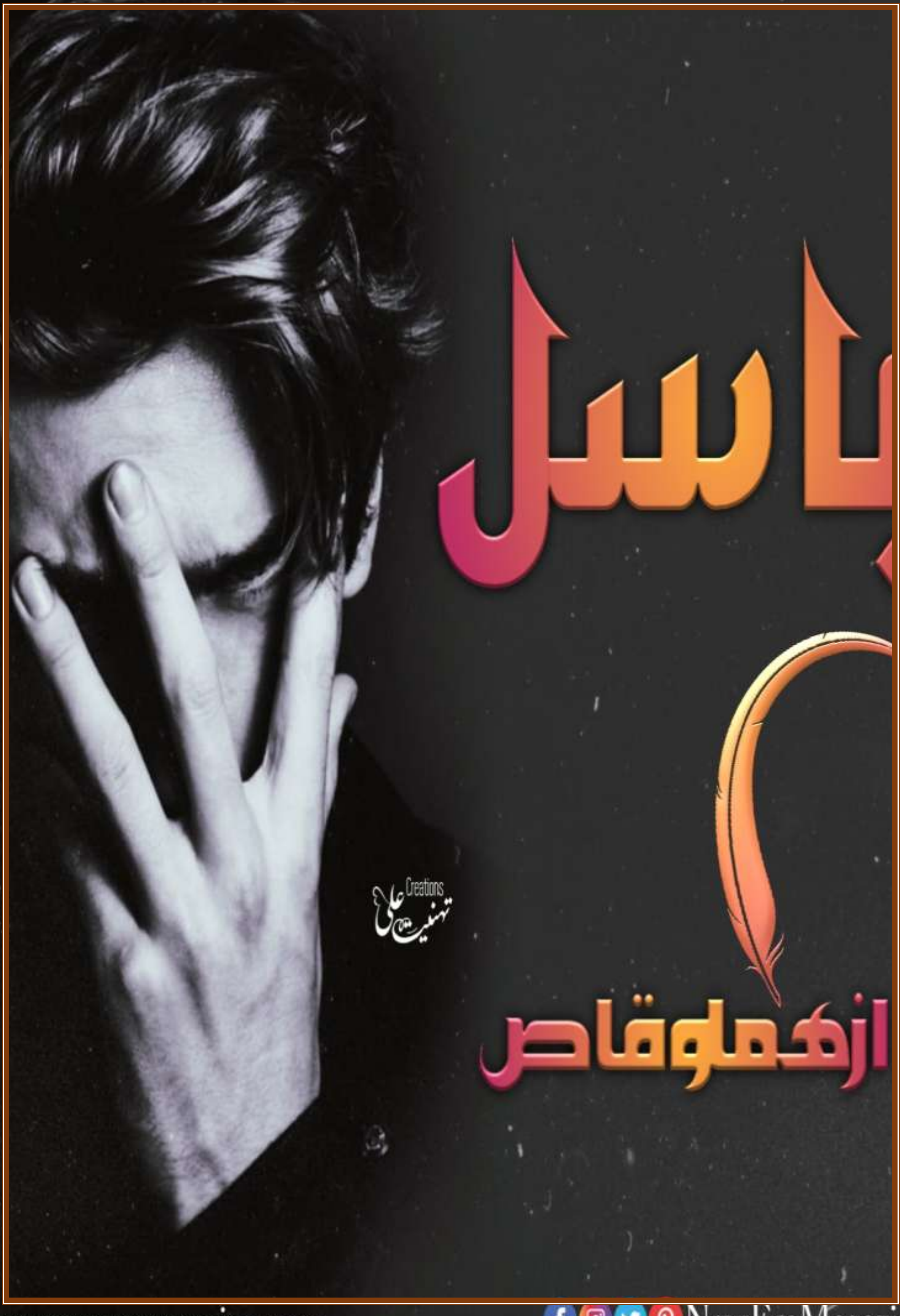

www.neweramagazine.com NewEraMagazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسل

از ہما وقاص

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین New Era Magazine کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

Neramag@gmail.com

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔یوں حواس باختہ بھاگنے کی سبب منہ آدھے سے زیادہ کھلا تھا،کندھوں تک آتے بال بکھرے ہوئے تھے اور کھلے ہونے کے باعث جتنی رفتار سے وہ بھاگ رہی تھی دائیں بائیں جھولتے ہوئے بار بار اسکا چہرہ ڈھک رہے تھے۔

کپڑوں کے نام پر اس وقت ایک پتلی سی بنا آستین کے نیم برہنہ سفید نائٹی نما فراک کے سوا کچھ بھی اسکے تن پر موجود نہیں تھا اور اس فراک کی لمبائی اتنی کم تھی کہ گھٹنے ڈھانپنے سے بھی قاصر تھی۔نا پیروں میں جوتے تھے،نا کوئی چادر،کہاں وقت تھا وہ جوتے پہنتی یا تن پر چند کپڑوں کا اضافہ کر پاتی۔

جیسے ہی وہ بدذات جسم نوچنے کی خاطر اوپر جھکا تھا،کانٹا اسکی ران پر گاڑتے ہی وہ بھاگ کھڑی ہوئی،رکنے کا،کچھ بھی سوچنے کا حتی کہ اگلا سانس لینے کا وقت نہیں تھا اسکے پاس اور پھر کھڑکی سے پھلانگتی پہاڑ سے اترتی اب نیچے بھاگ رہی تھی۔بھاگ کر سانس پھولنے لگی تھی۔

کل سے ایک نوالہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترا تھا،کہاں پتا تھا ایسا موقع

میسر آجائے گا نہیں تو کچھ ضرور کھاتی اور شاید اب زیادہ رفتار سے بھاگ سکتی۔ایک دم سے بھاگتے بھاگتے وہ رک گئی تھی سانس بری طرح پھول رہا تھا۔بدن میں خون تک منجمند کرتی ٹھنڈ میں بھی پسینے کے ننھے قطرے اسکی پیشانی پر نمودار تھے۔دائیں بائیں کمر پر ہاتھ دھرے سانس کو متوازن کرتے وہ اب ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

بھاگتے ہوئے تو اتنا محسوس نہیں ہوا تھا مگر اب رکتے ہی جیسے بدن کو یخ بستہ وجود کو چیر کر رگوں میں دوڑتے خون میں سرائیت کرتی ٹھنڈ کا احساس ہوا،وہ کپکپا گئی۔ٹھٹھرتے لبوں پر زبان پھیری،دونوں ہاتھوں سے برہنہ کندھوں کو زور سے مسل کر ارد گرد دیکھا۔

چاروں اطراف گھپ اندھیرا تھا،جس میں پوری آنکھیں کھولنے پر بھی حد نگاہ بہت کم تھی۔وہ پاگلوں کی طرح کچی سڑک کے وسط میں کھڑی ارد گرد جائے پناہ تلاش کررہی تھی لیکن ذہن تھا کہ منجمند ہونے لگا تھا اور دانت آپس میں بجنے لگے تھے۔

لاویا نامی چین کے اس گاؤں میں زیادہ کھیت تھے اور کم گھر،لکڑی اور

بانس سے بنے ڈربے نما مکان کچھ اونچائی پر پہاڑوں پر بنائے گئے تھے۔ جہاں سے وہ اتر کر اب نیچے کھیتوں میں آ چکی تھی۔

یقینا وہ بھی اس وقت لاویا کے کسی کھیت میں ہی موجود تھی،اگرچہ دو دن میں وہ اس جگہ کے نام کے علاوہ کچھ بھی نہیں جان سکی تھی۔اس لیے اب کچھ خبر نہیں تھی اسے کس طرف جانا ہے،بس اتنا یاد تھا کہ لی تاؤ اسے کسی کشتی میں بیٹھا کر اس گاؤں تک لایا تھا اور یہاں واحد ایک پکی سڑک تھی جہاں جان بچانے اور یہاں سے فرار کے لیے پہنچنا ضروری تھا۔

چند لمحے وہاں سانس بحال کرنے کے بعد وہ ایک سمت کی طرف پھر سے بھاگ چکی تھی۔وہ لوگ اب تک اسکے پیچھے بھاگ چکے ہوں گے اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی رفتار اور بڑھا چکی تھی،ننگے پاؤں ہونے کے باعث بھاگنا بہت دشوار تھا اور سردی اتنی زیادہ تھی کے ننگے پاؤں کے رستے پورے جسم میں گھس رہی تھی۔لگتا تو یوں تھا عزت بچا کر بھاگ تو چکی تھی مگر شاید یہ سردی اسے زیادہ دیر زندہ نہیں چھوڑے

گی لیکن اس طرح مرنا اس کو قبول تھا۔

بھاگتے ہوئے اچانک اندھیرے میں ہی پیروں کو احساس ہوا وہ اب کچی مٹی پر نہیں کسی پکی سڑک پر بھاگ رہی ہیں۔دل میں ایک موہوم سی امید جاگی کہ شاید وہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجائے اور امید کے جاگتے ہی اسکی رفتار بھی مزید بڑھ چکی تھی۔

بعض اوقات امید کی ایک کرن نظر آتے ہی گہرے سایے پھیلنے لگتے ہیں اور ایسا ہی کچھ اسکے ساتھ ہوا تھا۔قسمت ابھی اس پر مہربان ہونے کو تیار نہیں تھی۔اس پکی سڑک پر وہ ابھی کچھ دور ہی جا سکی تھی۔جب پیچھے سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی نے ایک دم سے گھپ اندھیرے میں ڈوبے سارے منظر کو روشن کردیا۔وہ مختصر راستے لے رہی تھی جبکہ وہ شاید پہلے سے اس سڑک پر موجود تھے اور اب کسی موڑ سے مڑ کر اس تک پہنچ چکے تھے۔

زنن۔۔۔گاڑی کی آواز نے بتا دیا کہ گاڑی چلانا والا اسی کے پیچھے ہے۔

گاڑی پوری رفتار سے پکی سڑک پر بھاگتی اب اس تک کا فاصلہ ختم کر

رہی تھی۔اس نے یک لخت کھلے منہ اور چندھی آنکھوں سے پیچھے مڑ کر دیکھا،جہاں منہ سے سفید دھواں باہر نکلا،وہاں جان حلق میں آئی۔ہمت ہارنا کہاں سیکھا تھا اس نے،تھوک نگلا رخ سیدھا کیا اور بھاگنے لگی۔

اچانک پاؤں کسی پتھر سے پوری قوت سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل سڑک پر گری،اسکی برہنہ ٹانگیں اور گھٹنے بری طرح پکی سڑک پر گھس گئے۔تکلیف سے دلخراش چیخ حلق سے برآمد ہوئی اور یخ بستہ فضا میں گھل گئی،جہاں پتھر ٹکرانے سے پاؤں کی انگوٹھے میں بے پناہ درد کی لہر اٹھی وہاں اب منہ کے بل گرنے سے گھٹنے چھلنے کی تکلیف بھی تھی۔

وہ اس بری طرح گری تھی کہ سر بھی چکرا گیا اور اسی اثنا میں گاڑی پوری رفتار سے اسکے پاس آرکی۔روشنی میں پوری آنکھیں کھولے،کانپتے ہوئے گردن کو جھکا کر اپنے گھٹنوں سے رستے خون کی طرف دیکھا۔

ٹھک۔۔۔گاڑی کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز تھی۔

پکڑ اس ذلیل کو۔۔۔لی تاؤ نے چینی زبان میں چیخ کر گاڑی کی کھڑکی

میں سے سر نکالاتے ہوئے کہا۔

یقیناً وہ دوسرے شخص کو اسے پکڑنے کا کہہ رہا تھا۔دوسرا شخص جو پہلے ہی گاڑی سے اتر چکا تھا اب گھوم کر اسکی طرف بڑھا اور لپک کر اسکے اٹھنے سے پہلے اس تک پہنچا اور آتے ہی پہلے اسکے بال اپنی مٹھی میں دبوچ لیے۔

وہ لمبے بالوں اور ایک کان میں بالی پہنے خوفناک شکل کا شخص تھا۔گرم موٹی بوری نما چادر کو خود پر اوڑھے اور سر کو اون کی ٹوپی سے ڈھکے وہ اب اس پر جھک رہا تھا۔جو اس وقت بھی بے سدھ سڑک پر لیٹی کراہ رہی تھی۔

کی ہاں۔۔بھاگ ری ٹھی۔۔۔اس شخص نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں خباثت سے دانت نکالتے ہوئے بالوں کو اپنے ہاتھ میں موڑا۔

کھوپڑی کی جلد سے کتنے ہی بال ٹوٹنے کی تکلیف ایک ساتھ محسوس ہوئی تو اسکی آنکھوں کے کناروں سے آنسو بہہ نکلے اور کتنی ہی تکلیفوں میں ایک اور تکلیف کے اضافے نے چہرے کا زاویہ بگاڑ دیا۔

چھوڑو۔۔مجھے۔۔۔چھوڑو۔۔مجھے نہیں کرنا یہ سب۔۔۔مجھے میرے گھر جانا ہے۔۔وہ تکلیف سے چیخ اٹھی۔

اسکی اس چیخ پر ان دونوں کے فلک شگاف قہقے اس خوفناک اندھیری سڑک پر دور تک گونج گئے،دوسرے شخص نے دانت پیستے ہوئے اسکے بالوں کو مٹھی میں لے کر پھر سے دبوچا،ایک جھٹکا اسکی گردن کو پڑا اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھ گیا۔وہ اب اسکے چہرے پر جھکا زہریلے سانپ کی طرح پھنکار رہا تھا۔

اسکے جسم اور منہ سے اٹھتے بدبو کے بھبکے اسکے ناک نتھنوں میں گھس رہے تھے۔

وہ بے بس تھی نا ہل سکتی تھی نا خود کو چھڑا سکتی تھی۔گردن اتنی سختی سے اوپر اٹھی ہوئی تھی کہ اسکے گلے کی رگیں تن کر باہر کو ابھر رہی تھیں سردی کی شدت بڑھتی جا رہی تھی اور جسم اور دانت کپکپانے لگے تھے۔

گاڑی کا دروازہ پھر سے کھلنے کی آواز آئی،شاید لی تاؤ اب گاڑی سے باہر

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نکلا تھا۔وہ ناک پھلائے غصے میں پھنکارتا اسکے قریب پہنچا اور اسکے پیٹ میں ٹانگوں کو گھما گھما کر مارنے لگا۔

اب بھاگے گی کمینی۔۔۔وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا۔

وہ لگاتار ٹانگیں پیٹ میں مار رہا تھا اور اسکے حلق سے نکلنے والی چیخیں جانور زبح ہوتے وقت کی چنگھاڑ کے مترادف تھیں۔لی تاؤ کے چمڑے کے بوٹ اسکی ناف سے اوپر ضرب لگا رہے تھے۔انتڑیاں جو بھوک سے پہلے ہی سکڑی ہوئی تھیں اب اس ضرب پر اور چپک رہی تھیں۔وہ تڑپ کر ٹانگیں سیمٹتی گھٹنوں کو پیٹ سے جوڑ رہی تھی۔

دوسرے شخص نے اسے بالوں سے دبوچ رکھا تھا اور لی تاؤ ٹانگ کو کھینچ کھینچ کر متواتر اسکے پیٹ میں مار رہا تھا۔

یہاں اسکی ان ہولناک چیخوں کو سننے والا کوئی نہیں تھا۔دور دور تک چیخیں کھلے کھیتوں میں لمبے درختوں اور کچی پگڈنڈیوں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھیں۔

یک لخت وہ اچھل کر اوپر ہوئی منہ سے اچانک کچھ ابل کر باہر نکلا۔بالوں کو دبوچے کھڑے شخص نے ایک جھٹکے سے اس کے سر کو چھوڑا۔

بے حال ہو کر اس کی آنکھیں ڈھلک گئی تھیں۔سڑک پر اسکے منہ سے نکلے خون کے چھینٹے دور تلک گئے۔اب وہ اس کے بازو تھام رہے تھے اور اسے گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لا رہے تھے۔

گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہی دونوں نے اسے اٹھا کر پٹخنے کے انداز میں پچھلی سیٹ پر پھینکا۔اور دروازہ زور سے بند کیا۔

اس کا چہرہ سیٹ سے جیسے ہی ٹکرایا خون کے چھینٹے اگلی نشست کی پشت تک گئے۔

ٹھک۔۔ٹھک۔۔۔گاڑی کے دونوں دروازے بند ہونے کی آواز ابھری۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔پیٹ کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ اس نے کراہتے ہوئے ٹانگیں اوپر کو سمیٹی تھیں۔گاڑی گرم تھی۔جہاں یخ

ہوتے جسم کو گرماہٹ کا سکون ملا تھا وہاں گھٹنوں پر رستے خون میں جلن ہونے لگی۔

مجھے یہاں نہیں رکھنا اب اس کو۔۔لی تاؤ کی آواز کار میں گونجی تھی۔

دو دفعہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش کر چکی ہے یہ۔لی تاؤ کی غصے میں بھری آواز کانوں میں پڑی۔

اسکی صورت بھی اتنی پیاری نہیں اسکے اعضا ہی بیچنے پڑیں گے چلو کچھ پیسے ہاتھ آئیں۔۔لی تاؤ نے غصے سے سٹیر نگ پر ہاتھ مارا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ غرا رہا تھا۔

نہیں صورت نہیں جسم کی بات ہوتی ہے،نہیں ہم دھندا کریں گے اس سے۔۔دوسری نشست پر موجود شخص نے لی تاؤ کی بات کی نفی کر دی۔

لی تاؤ پھر سے وہی کچھ اپنی زبان میں دہرا رہا تھا۔دونوں کی اب جھڑپ ہو رہی تھی۔

تکلیف کو محسوس کرتی،بھنویں سکیڑے وہ ان کی بات سمجھنے کی سعی میں

تھی۔جتنی چینی زبان وہ سیکھ چکی تھی اس کے مطابق یہی سمجھ آ رہا تھا کہ لی تاو اب اسے یہاں نہیں رکھنا چاہتا،وہ دوسرے شخص کو کہہ رہا تھا نا تو اس کی شکل اچھی ہے اور نا وہ اسے بار بار بھاگنے کی وجہ سے مزید سنبھال سکتا ہے۔

وہ اسے شہر میں بیچ دینا چاہتا تھا،شاید وہیں جہاں جسم کے مختلف حصے نکال لیے جاتے ہیں۔اسکی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر سنسنی صورت دوڑ گئی۔اعصاب ایکدم سے ایسے بوجھ تلے دبے کہ اس کے حواس اب کھونے لگے۔اور پھر اسی تکلیف میں وہ آنکھیں موندے اس دنیا سے بے خبر ہو چکی تھی۔

امریکہ لاس اینجلس بیورلی ہلز میں رات کا منظر دن سے زیادہ خوبصورتی لیے ہوئے تھا۔امریکہ کے اس حسین ترین شہر میں بنے بیش قیمت گھروں میں سے ایک تھا درانگ ولاس سمندر کے کنارے پر بنا یہ کانچ کی طرح چمکتا روشن خوبصورت درانگ ولاس چمک دمک میں آج اور ہی

رنگ ڈھنگ لیے ہوئے تھا۔ولاس کی بیرونی راہداری میں ہی لمبی قطار میں بیش قیمت گاڑیاں کھڑی تھیں اور گیٹ پر بیٹھے گارڈز خوش گپوں میں مصروف تھے۔

رات کے بارہ بجے کا وقت بھی یہ شاندار درانگ ولاس دن کا سماں پیش کررہا تھا،جگمگاتی روشنیاں اور چمچماتے زرق برق جدید طرز کے ملبوسات زیب تن کیے کم مشرقی اور زیادہ مغربی مہمان،مدھم سی مدھر بجتی بیلیور موسیقی میں مگن نظر آ رہے تھے۔جدید طرز پر تیار کردہ تیراکی کے تلاب کے ایک طرف لان میں میزوں پر سجے لزیز بعام،اشتہا انگیز خوشبو پھیلا رہے تھے۔اس خوشبو کے ساتھ ملی جلی مختلف قیمتی کلون کی مہک پورے ماحول کو مسحور کن بنا رہی تھی۔اردگرد سے خفیف دلفریب قہقوں کے جلترنگ وقفے وقفے سے ابھر رہے تھے،یہاں تو حسن اور دلکشی کا ایک سیلاب امڈ آیا تھا۔

ان سب لوگوں میں وہ سیاہ چمکتی میکسی میں ملبوس سب میں نمایاں تھی نام تو روبینہ تھا مگر یہاں بیورلی ہلز میں سب اسکو روبی ملک کے نام

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے جانتے تھے،چھالیس سال کی عمر میں بھی اس کے چہرے پر کوئی جھری نہیں تھی،حسین دلکشی اور جدید میک اپ اور زیبائیش سے لیس وہ تقریب کی جان تھی۔اس کے بلکل ساتھ کھڑے اسفند ملک بھی کم نہیں تھے خوبرو اور رعب دار شخصیت۔وہ دونوں اپنے سامنے کھڑے لاس اینجلس کے مشہور بزنس مین ماتھور سے محو گفتگو تھے اور ماتھور کی نظر بار بار روبی پر پھسل رہی تھی جس سے وہ اور سرشار ہو رہی تھی۔

ان لوگوں سے کچھ دور مشروب کا گلاس تھامے سلیٹی رنگ کے بیش قمیت سوٹ پینٹ میں ملبوس اسفند ملک کا سپوت برھان ملک، کتنی ہی مغربی حسیناؤں کے بیچ کھڑا دلفریب قہقے لگاتا ہوا ہر فکر سے آزاد دکھائی دے رہا تھا۔سلیقے سے باک جیل سے پیچھے کیے قیمتی لباس میں وہ اپنے ماں باپ کی پرچھائی ہی تھا۔

سب کے چہرے کھل رہے تھے،یہ شاندار تقریب اسفند ملک کی بیوی روبی کے جنم دن کی خوشی میں رکھی گئی تھی۔درانگ ولاس پورے بیورلی ہلز میں خوبصورتی میں تو پہلے سے اپنی مثال آپ تھا لیکن اس

وقت دیدہ زیب سجاوٹ نے تو اور چار چاند لگا رکھے تھے۔

ایک دم سے جیسے اس پرسکون اور مسحور کن منظر میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی،درانگ ولاس کے گیٹ کے قریب بیٹھا گارڈ ہڑبڑا کر کھڑا ہوا اور ہوائیاں اڑے چہرے کے ساتھ گیٹ کھولنے لگا۔دانت نکالتی روزین کے چہرے سے ایکدم سے ہنسی غائب ہوئی تیر کی طرح بھاگ کر اس نے سب سے پہلے موسیقی بند کی،جس کے بند ہوتے ہی اسفند ملک اور روبی چونک کر متوجہ ہوئے،اسفند ملک اور بلکل پاس کھڑی روبی نے ایک ساتھ گیٹ کی طرف دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایک لمحے کے لیے دونوں کی آنکھوں میں تحیر امڈا اور اگلے ہی لمحے روبی سٹپٹا کر اسفند ملک کے قریب ہوئی۔

اوہ اسفند۔۔۔تم نے مجھ سے کہا کہ وہ چائنہ گیا ہے شوٹنگ کے لیے۔روبی نے حواس باختہ لہجے میں اسفند سے سوال کیا۔

اسفند ملک تو پہلے سے ہونقوں کی طرح گیٹ کی طرف دیکھ رہے تھے۔روبی کے یوں چھکے چھوٹنے پر بھنویں مزید اکھٹی کیں۔

تو جھوٹ کب بولا تھا میں نے،میری بات ہوئی تھی اسکے انل سے،آج دوپہر کی فلائیٹ تھی اسکی۔۔۔اسفند ملک نے لبوں کو بھنیچے اپنی بات کی تصدیق کی۔

گیٹ کھل چکا تھا۔گہرے نیلے رنگ کی بوگاٹی ایٹلانٹک فراٹے بھرتی سفید چمکتے فرش کو روند کر گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔وہ اتنی رفتاری سے اس شاندار درانگ ولاس میں داخل ہوئی کہ اسکے دیوڑھی میں پہنچنے سے پہلے تک تیراکی کے تالاب کے قریب اور لان میں کھڑے سب مہمانوں کی گردنیں اس طرف مڑ چکی تھیں اور منہ خوشی اور جوش کے مارے کھل چکے تھے۔

درانگ از ہئیر۔۔۔کتنی ہی چیخ نما بازگشت ایک ساتھ ابھری تھیں۔

سب کے چہرے آنے والے کی آمد پر چمک اٹھے تھے،مسوائے درانگ ولاس کے مکینوں کے جن کے چہرے پھیکے پڑ گئے تھے۔برھان ملک نے لب بھینچے غصے سے گلاس پاس رکھی میز پر پٹخا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہونق بنے کھڑے اسفند ملک اور روبی کی طرف بڑھا۔

میڈیا والے کیمرے تھامے پاگلوں کی طرح دیوڑھی کی طرف جارہے تھے اور بہت سے دیوانے بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے آگے بڑھ رہے تھے۔لڑکیاں تو باقاعدہ اپنے لباس درست کرتیں گہرے گلوں کو مزید کھینچ کر نیچے کرتیں،کندھوں سے اپنی میکسیوں کے سٹرپس ڈھلکاتیں دیوڑھی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

ایٹلانٹک کی ڈرائیونگ نشت کی طرف کا دروازہ جتنی نرماہٹ لیے کھلا تھا اس میں سے نکلنے والا نفس اسکے بلکل برعکس تھا۔اسکے باہر نکلتے ہی نسوانی چیخ و پکار نے درانگ والس میں بے ہنگم شور برپا کردیا تھا۔

سیاہ جینز،گول گلے والی سفید ٹی شرٹ پر سیاہ ہڈی جس کی اوپری ٹوپی کو وہ ایک جھٹکے سے سر پر سے اتار چکا تھا۔بکھرے گھنے گہرے بھورے بال اور کشادہ شکن آلود پیشانی غصیلی لمبی آنکھیں۔وہ بھنویں اکٹھی کیے بیزاری سے اپنے ارد گرد بڑھتے ہجوم کو دیکھ رہا تھا جبکہ گیٹ پر موجود گارڈز اب لوگوں کو اسکے قریب آنے سے روک رہے تھے۔

برھان نے آنکھوں کو مزید سکوڑا اور مٹھیاں بھینچ کر اسفند ملک کی

طرف رخ کیا۔

واٹ دا ہل از دس۔۔۔بابا آپ نے کہا تھا وہ شوٹنگ کے لیے جارہا ہے تو یہ اب یہاں کیا کر رہا ہے؟؟برھان نے دانت پیسے اور اسفند کے کندھے کے قریب ہو کر کان میں غرایا۔

اسفند ملک تاہنوز سامنے دران ملک پر نگاہیں جمائے دم سادھے کھڑا تھا۔

جسٹ کول ڈاؤن مجھے خود نہیں معلوم وہ یہاں کیسے ہے اس وقت۔۔آواز کو حد درجہ دھیما رکھ کر جواب دیا۔

وہ اب گارڈز کی مدد سے ہجوم سے نکلتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر لان کے وسط میں لگے میزوں کی طرف آرہا تھا۔لڑکیاں آہیں بھر رہی تھیں کیمرے تصویریں کھینچ رہے تھے۔روبی گڑبڑا کر پھر سے اسفند کے کان کے قریب ہوئی۔

اسفند روکیں اسے یہ کیا کرنے والا ہے،مجھے اسکے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے،ساری پارٹی خراب کردے گا۔وہ حد درجہ آواز کو دھیما رکھے

ہوئے خوف سے گویا ہوئی۔

ڈونٹ وری!اؤور ریکٹ مت کرنا بلکل بھی۔۔اسفند جھٹکے سے کوٹ درست کرتے تیزی سے آگے بڑھے۔

وہ طوفان اب غصیلی آنکھیں لیے تیراکی کے تالاب کے پاس پہنچ گیا تھا جہاں سے گزر رہا تھا ملازم ہاتھ باندھ کر سر جھکا رہے تھے،اسکے لان میں پہنچنے تک اسفند ملک اس تک پہنچ کر اسکے سامنے آ چکے تھے اور وہ اپنے سامنے کھڑے اسفند ملک کو دیکھنے کے بجائے ایک آبرو اٹھائے گردن اکڑائے ارد گرد کی سجاوٹ دیکھ رہا تھا۔

اوپری لب کو دانتوں سے پکڑ کر کھینچا اور ناک چڑھا کر سانس لی پیشانی پر بل مزید گہرے ہورہے تھے،جتنے بل گہرے ہورہے تھے اتنی ہی آنکھیں غضب ڈھا رہی تھیں۔

اسفند ملک اسکے اور قریب ہوئے۔چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھر رہی تھیں۔

دران کوئی تماشہ مت کرنا اٹس مائی ریکویسٹ پلیز۔۔مجھے تم سے اجازت لینی چاہیے تھی لیکن تم۔۔۔تمھاری شوٹنگ تھی،سو میں نے سوچا۔۔اسفند نے التجائی لہجے میں اس سب کی وضاحت دینی چاہی۔

اسفند ملک ایک ہاتھ اسکے کندھے پر یوں دھرے کھڑے تھے جیسے اسے رام کررہے ہوں۔دران نے آہستگی سے اپنے کندھے پر سے اسفند ملک کے ہاتھ کو ہٹایا۔مطلب وہ انکی بے تکی وضاحت سرے سے رد کر چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسفند نے ایک نگاہ کچھ دور پریشان حال کھڑی روبی اور ناک پھلائے ضبط سے لب بھینچے کھڑے برھان پر ڈالی۔دران اب وثوق سے قدم اٹھاتا لان کے وسط میں سجی میز کے قریب جارہا تھا جہاں جہازی سائز کا چاکلیٹ کیک میز کے وسط میں سجا ہوا تھا۔اسفند ملک نے تیزی سے اپنے اور اس کے بیچ کا فاصلہ ختم کیا۔

دران فارگاڈ سیک!روبی کی برتھڈے پارٹی ہے۔آج کوئی تماشہ مت کرنا۔انہوں نے دانت پیستے ہوئے دران کا ہاتھ تھامے کان میں التجا

کی۔۔وہ رکا، گردن موڑی اسفند کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں،وہی لمحہ بھر کو ساکن کردینے والی ٹھہرے سمندر جیسی آنکھیں،گہری چمکتی مگر سکوت طاری کرتی غمناک آنکھیں،اسفند ملک ہر بار کی طرح آج بھی اسکی آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکے تھے فورا نگاہیں چرائیں اور انکے نگاہیں چراتے ہی اسکے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھری،ان لبوں پر اصل زندگی میں اس مسکراہٹ کے سوا اور کوئی دوسری مسکراہٹ آ بھی کیسے سکتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسفند ملک نے بچارگی سے اسکی طرف دیکھا جس نے لاپرواہی سے جیب سے سگریٹ نکال لیا۔وہ اس وقت سب کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ستائشی نگاہیں،رشک کرتی نگاہیں،آہیں بھرتیں نگاہیں،اسکے دیدار سے سیر ہوتی نگاہیں،اسکی ایک نگاہ کی منتظر نگاہیں۔۔۔

اسفند نے پھر سے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اسکا ایک جھٹکے سے اٹھا ہاتھ دیکھ کر فورا بند ہوئے۔کلائی پر بندھی پاٹک فلیپی ہکلا سا اوپر ہوکر نیچے ہوئی۔

اسفند ملک صاحب،یہ درانگ ولاس ہے،ملک ہاؤس نہیں،یہاں کیا ہوگا کیا نہیں،یہ فیصلہ دران ملک کرے گا کوئی اور نہیں۔۔اس نے طنزیہ لہجے میں سینے پر انگلی رکھی جبکہ لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

وہ کم بولتا تھا پر جب بولتا تھا بس پھر کوئی بول بھی نہیں پاتا تھا۔اسفند ملک کو جلی کٹی سنا کر بڑے انداز میں جیب سے لائٹر نکال چکا تھا،لائٹر پر انگوٹھے کی ضرب پڑتے ہی شعلے کی روشنی نے جلتے ہی اسکی گہری آنکھوں میں عکس بنایا،اسکی سگریٹ سلگ گئی تھی۔ناک بھینچے بڑے انداز میں آگے بڑھا اور میز کے پاس جاکر ایک ہاتھ کے جھٹکے سے میز الٹ دیا۔

دھڑ دھڑ کرتے کیک سمیت سارے لوازمات اور بیش قیمت برتن زمین بوس ہوئے شیشے کا میز ایک دھماکے سے کرچی کرچی ہوا ساتھ ہی وہاں موجود سب لوگوں کی آنکھیں اور منہ پورے کھل گئے۔

لیو ایوری باڈی۔۔پارٹی از اؤور ناو۔سگریٹ منہ میں دبائے بڑے مزے سے تالی بجاتا وہ گھوم کر سیدھا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsane|Articles|Books|Poetry|Interviews

برھان اور روبی کے چہرے تذلیل کے احساس سے سرخ ہو رہے تھے اور دونوں اب اسفند ملک کو خون آشام نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

دران۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے؟اسفند ملک اب کی بار اونچی آواز میں کہتے ہوئے آگے بڑھے۔۔دران نے ہاتھ سیدھا تان کر انکے قدم وہیں روک دیے۔وہ تذبذب میں وہیں رک گئے تھے۔۔سب لوگ ہکا بکا یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

لگتا ہے آپ سب کو میری بات سمجھ نہیں آئی۔۔۔تو پھر سے دہرا دیتا ہوں۔۔دران نے سگریٹ کا کش لگا کر پہلی دفعہ منہ کھولے کھڑے مہمانوں کی طرف نگاہ اٹھائی۔

کتنی ہی منتظر اور آہیں بھرتی نگاہوں کے نیچے زبانیں چیخ اٹھیں،کسی کو اسکی بدتمیزی سے کوئی سروکار نہیں تھا دران ملک کی انکی طرف اٹھتی نگاہ بہت تھی۔سب کو پتا تھا وہ بد دماغ ہے۔

Ladies and Gentlemen,This ceremony has come to an end.Now you can all go.I want to

sleep.

(خواتین و حضرات یہ تقریب اختتام پزیر ہو چکی ہے۔اب آپ سب تشریف لے جا سکتے ہیں،میں سونا چاہتا ہوں)بات کے اختتام پر وہ بڑے احترام سے پیٹ پر بازو دھر کر جھکا تھا۔

جہاں نسوانی چیخیں اسکی اس ادا پر فدا ہورہی تھیں وہاں بہت سے لوگوں کی سرگوشیاں ابھرنے لگی تھیں۔

دران نے ہڈ کی ٹوپی کو پھر سے سر پر لیا اور ایک طرف لگی کرسی پر بیٹھ کر ٹانگ گھما کر دوسری ٹانگ پر رکھی،نگاہیں موبائل سکرین پر جھکا دیں ۔اسکا انداز ایسا تھا جیسے اب یہاں کوئی نا ہو،گارڈز اب لوگوں کو جانے کی تاکید کررہے تھے۔روزین گھبرائی بوکھلائی باقی ملازمین کو صفائی کی ہدایات دے رہی تھی۔

تمام لوگ ہاتھوں میں پکڑے مشروب کے گلاس میزوں پر رکھتے لان سے باہر جارہے تھے۔روبی نے خشمگیں نگاہوں سے اسفند ملک کو گھورا اور پھر پیر پٹختی آگے بڑھ گئی۔

اسفند نے ٹھنڈی آہ بھری،دران سگریٹ کے کش لگاتا ہوا موبائل پر نگاہیں جھکائے ارد گرد کے سارے ہنگامے سے بے نیاز بیٹھا تھا۔

اسفند ملک اب برداشت سے لب بھینچے اسکے سر پر کھڑے تھے۔

دران۔۔۔آج بہت زیادہ کردیا تم نے یہ صرف تمھارا۔۔۔اسفند ملک نے غصیلے لہجے میں کہتے ہوئے انگلی کھڑی کی۔

اس نے چہرہ اوپر اٹھایا۔۔۔اسکی آنکھیں اور ان پتلیوں کی گہرائی۔۔۔۔۔اسفند ملک کی بات ادھوری رہ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عم۔۔دران نے سر کو طنزیہ دھیرے سے دائیں بائیں ہلایا اور لبوں میں دبی سگریٹ نکالی۔

یہ صرف میرا گھر ہے۔آپ یہاں کیوں ہیں آپ جانتے ہیں۔وہ دونوں یہاں آپکی وجہ سے ہیں،یہ میری برداشت ہے،آئی تھنک میری برداشت کو بار بار نا آزمایا جائے تو بہتر ہوگا۔۔بڑے متوازن لہجے میں ناک کو اوپر چڑھائے دو ٹوک لہجے میں جواب دیا۔

اگر ہم یہاں ہیں تو ہمیں گھر کا فرد بھی سمجھو کیا ہم یہاں کچھ بھی اپنی مرضی سے نہیں کرسکتے۔اسفند نے پیشانی پر شکن ڈالے غصے سے پوچھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا،سگریٹ کو پاس پڑی میز پر دھرے ایش ٹرے پر رگڑا۔

ہر گھر میں مرضی اسکے سربراہ کی ہوتی ہے۔رعب دار کھردرا ازل سے تھکا بیزار لہجہ۔۔۔

وہ انگلی سے اپنی ٹھوڑی کو سہلا رہا تھا،ہمیشہ کی طرح ہلکی سی شیو بڑھا رکھی تھی۔

اور آپ سب جانتے ہیں اس گھر کا سربراہ میں ہوں۔۔۔بھنویں اچکا کر ایک ایک لفظ پر زور دیا۔

جواب سوچتے ہونق بنے اسفند ملک کو وہیں چھوڑا اور قدم آگے بڑھا دیے۔ملازم ایک دم سے کام چھوڑ کر سیدھے ہوئے۔

لان صاف کرو۔۔۔رعب دار گرج تھی۔

ایک قطار میں لگے تمام ملازم برق رفتاری سے آگے بڑھے۔وہ اب سگریٹ سلگائے ڈیوڑھی سے آگے اندرونی لیونگ ھال کے داخلی دروازے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔جس کی شیشے کی دیوار سے اندرونی خوبصورت منظر آنکھوں کو خیرہ کررہا تھا۔ڈرانگ ولاس کے فرش سے لے کر چھتوں پر لگے فانوس تک بیش قمیت اور اسکے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

اپنے حلیے کے علاوہ اسکی ہر چیز میں اسکی دولت اور ذوق جھلکتا تھا۔وہ ہالی وڈ کی ایکشن فلموں کا سپر سٹار تھا۔لوگ یہاں اسے ڈرانگ کے نام سے جانتے تھے۔پر وہ دران ملک تھا۔۔

ایک معمولی اسٹنٹ مین سے ایک سپر سٹار کا سفر اس نے پچھلے پانچ سالوں میں طے کیا تھا اور اب وہ ہالی وڈ کے مہنگے ترین فائٹنگ سٹار میں شمار ہوتا تھا۔اسکی منفرد خاصیت اسکے نقوش اور خدوخال تھے وہ مغربی اور مشرقی حسن کا پروقار امتزاج تھا،کانچ سی گہری بھوری اور سبزی مائل آنکھیں،سفید رنگت مگر گہرے بھورے بال۔

وہ پوری انڈسٹری میں بد دماغ ادکار کے طور پر مشہور تھا۔وہ اپنی اصل زندگی میں اپنے پی اے انل کے علاوہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔

اسفند ملک درانگ ولاس کے قالین کی طرح بچھے لان میں اکیلے کھڑے تھے۔روزین ہدایات کرتی ادھر سے ادھر گھوم رہی تھی۔لان میں ڈھیر ہوئے کیک کو اب اٹھایا جا رہا تھا۔اسفند ملک نے نگاہ اٹھائے دوسری منزل کی طرف دیکھا ان کے کمرے کی بتیاں روشن تھیں مگر جانتے تھے روبی کا چہرہ بجھ چکا ہوگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

اسفند ملک نے ایک لمحے کے لیے اپنے کمرے کے بند دروازے پر نگاہ جمائی،یہ درانگ ولاس کی دوسری منزل پر موجود کمرہ تھا۔نیچے رہائشی، مہمان خانے اور کھانے کے کمرے کے علاوہ صرف دران کا جہازی سائز کمرہ تھا جس کی کھڑکی سمندر کی طرف کھلتی تھی اور اسکے بلکل سامنے اسکا چھوٹا تیراکی کا تالاب تھا جس میں بیٹھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سامنے سمندر کا حصہ ہو اور ولاس کی دوسری منزل پر تین کمرے

تھے جس میں ایک اسفند ملک اور روبی کا اور دوسرا برھان کا تھا۔

اسفند ملک اب اپنے ہی کمرے کے سامنے تذبذب حالت میں کھڑے تھے۔کچھ پل یونہی پرسوچ شکن زدہ پیشانی کے ساتھ کھڑے گزرے اور پھر انہوں نے دروازے کے ہتھے کو پکڑ کر گھما دیا۔ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز سے دروازہ کھلا۔اور سامنے سنگھار میز پر بیٹھی روبی نے قدآدم آئینے کے عکس میں پلکیں اٹھائے اسفند ملک پر قہر آلود نگاہ ڈالی۔

شفاف شیشے کی طرح چمکتا سفید فرش تھا کمرے کی دیواروں پر ہلکے گلابی رنگ کا جدید طرز کا وال پیپر اور گہرے بھورے رنگ کا خوبصورت فرنیچر اس سفید فرش پر آنکھوں کو خیرہ کردینے کی حد تک خوبصورت تھا۔اسفند ملک نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیا اور کورٹ کو اتارتے آگے بڑھے،روبی اپنی ریشمی ہلکے گلابی رنگ کی پیروں تک آتی نائٹی کو دونوں اطراف سے پکڑ کر سنبھالتی اپنی جگہ سے اٹھی اور اسفند ملک کی طرف قدم بڑھائے جو اب کورٹ کو تھامے ڈریسنگ کی طرف جا رہے تھے۔

کشادہ کمرہ ہر طرح کی قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ڈریسنگ روم میں پوری دیوار میں نسب جدید الماری تھی۔جس کا دروازہ سرکا کر ملک اسفند نے روبی سے نظریں چراتے ہوئے کورٹ کو سلیقے سے الماری میں لٹکایا۔روبی بھی اب کمرے کے ساتھ ملحقہ اس ڈریسنگ روم تک آ گئی تھی۔اسفند ملک کو اب بس اس کے بولنے کا انتظار تھا۔

اسفی مجھے پاکستان جانا ہے۔نروٹھے سے لہجے میں اس نے بات کا آغاز کیا۔الماری کو بند کرتے اسفند ملک کے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے اور پھر گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا وہ اترے چہرے اور شکن آلودہ پیشانی لیے کھڑی تھی۔

میک اپ چہرے سے صاف ہو چکا تھا اور اب وہاں وقت گزرنے کی چھاپ ہلکی جھریوں کی صورت نمایاں تھی لیکن وہ آج بھی بے حد حسین تھی۔

یہاں کا عیش آرام چھوڑ کر پاکستان جانا چاہتی ہو،وہی چک چک وہی مڈل کلاس زندگی۔۔اسفند ملک نے ایک آبرو چڑھائے پوچھا کم ڈرایا

زیادہ تھا۔

عیش نہیں ذلت کہیں۔۔۔اسفی کم از کم ذلت تو نہیں ہوگی،میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی آخر کو دران نے ہمیں یہاں رکھا کیوں ہوا ہے اگر ہم سے اتنی ہی نفرت ہے۔۔روبی نے تلملاتے ہوئے بھڑاس نکالی

اسفند ملک اب ٹائی کی ناٹ کھول رہے تھے ساتھ ساتھ گردن کو دائیں بائیں جنبش دے رہے تھے۔

مجھے لگتا ہے وہ سب جانتا ہے اور وہ یہاں پہنچا بھی اسی لیے ہے۔پر سوچ لہجے میں اپنا ڈر ظاہر کیا۔

کچھ نہیں جان سکتا وہ فقط احسان فراموش ہے۔۔۔روبی نے ڈرنے کے بجائے کریہہ لہجے میں زہر اگلا۔

اسفند ملک نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑی عورت کو دیکھا جو غصے میں اب ہاتھوں کی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی اسکا اب کوئی بس نہیں تھا دران پر۔۔۔

احسان فراموش؟؟روبی۔۔۔احسان تم نے کونسے کیے آج تک اس پر؟

اسفند ملک نے بھنویں اکٹھی کیے سوال نہیں سیدھا تیر برسایا تھا روبی پر

روبی نے تنک مزاجی سے آنکھوں کو سکوڑ کر اسفند ملک کی طرف دیکھا

اسفند ملک کا دران کی طرف ہلکا سا جھکاؤ بھی اسے کہاں گوارا تھا۔

میں نے نہیں کیے آپ نے تو کیے ہیں کیا وہ سب بھی بھول گیا ہے

وہ؟؟روبی کا درشت لہجہ ہنوز قائم تھا۔

نہیں۔۔بھولا کچھ بھی نہیں ہے،سب یاد ہے اسے بھول ہم رہے ہیں

کچھ۔۔اسفند ملک نے ٹھنڈی سانس بھری ٹائی کو الماری میں رکھا اور

جوتے اتارنے کی غرض سے قریبی سٹول کو کھینچ کر اس پر براجمان ہوا۔

میرا تو ایسا دشمن ہے وہ کہ مت پوچھو،مجھ سے اب یہ سب برداشت

نہیں ہوتا اسفی۔۔۔۔روبی نے دانت پیستے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا۔

برداشت تو کرنا پڑے گا۔۔۔اس عیش اس پیسے کے لیے۔۔جوتے اتارتے

ہوئے سر جھکائے ہی اسفند ملک نے اس کی بات کو بیکار ثابت کر دیا۔

روبی تلملا کر آگے بڑھی اور اسفند ملک پر جھکی۔انگلی کو غصے سے ہوا میں معلق کیا۔

اسفی آپ صرف اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جس دن وہ ہمیں یہاں سے دھکے مار کر نکالے گا۔۔غصے سے آواز اونچی ہو چکی تھی۔

اسکا چہرہ اس وقت بھی تذلیل کے احساس سے سرخ تھا۔اسفند ملک نے چہرہ اوپر اٹھایا اور طمانت سے کھڑے ہوئے۔

نہیں میں اس دن کا انتظار کررہا ہوں جب وہ سب کچھ اگل دے گا

اور رہی بات تمہاری۔۔۔۔تمہیں ان چار سالوں میں اس لیگزری لائف سٹائل کی اتنی عادت پڑ چکی ہے کہ تم اب پاکستان جا کر نہیں رہ سکتی اور تم جانتی ہو کماتا میں نہیں وہ ہے۔۔وثوق سے کہا۔

اسفند ملک نے قدم کمرے کی طرف بڑھا دیے جبکہ روبی کے قدم اس بات پر ڈریسنگ کے کمرے کے فرش پر ہی جم کر رہ گئے۔

غلطی ہماری ہی ہے ہمیں برتھڈے پارٹی باہر پلین کرنی چاہیے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھی۔۔اسفند ملک کا لہجہ اب مطمئن تھا۔

واش روم کے سامنے پڑی چپل کو پاوں میں آڑاتے وہ واشروم کا دروازہ کھول چکے تھے۔ایک نگاہ مڑ کر گہری سوچ میں ڈوبی روبی پر ڈالی اور واش روم میں گھس گئے۔

روبی کی دونوں بھنویں پیشانی پر کچھ اسطرح اٹھی ہوئی تھیں کہ پیشانی پر عمودی لکیریں اس کی گہری سوچ کی عکاسی کر رہی تھیں۔

تیز بارش ❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

آسمان سے نیچے زمین پر اپنی پوری رفتار میں برس رہی تھی۔

کراچی میں جب بادل برستے ہیں تو پھر سب جل تھل ہو جاتا ہے۔قدرت کی طرح یہ طوفانی بارش بھی کہاں تقسیم و تفریق جانتی ہے نا تو اونچی عمارتیں دیکھتی ہے اور نا ہی کچی بستیاں بس اس ابر رحمت میں سب دھل جاتا ہے سب بہہ جاتا ہے اور آج بھی یہاں تیز بارش جہاں کراچی کے مختلف علاقوں میں پوری رفتار سے برس رہی تھی وہاں ان فلیٹوں کی اونچی عمارتوں کے وسط میں بنے اس مشترکہ میدان کو بھی

جل تھل کئے ہوئے تھی۔بارش کی بوندیں تابڑ توڑ برس رہی تھیں کہ حد نگاہ بہت کم تھی۔

بجلی کی گرج چمک اور پھر تیز ہوا۔میدان کی گھاس کے نیچے موجود مٹی تک بارش کے تھپیڑوں سے اکھڑ رہی تھی اور میدان میں گدلہ پانی جمع ہونے لگا تھا۔میدان میں جگہ جگہ درختوں کے نیچے پڑے سفید پتھر کے بنچ اور ایک طرف لگے جھولے بھی گیلے تھے۔

وہ انہی بنچوں میں سے ایک بنچ پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔بارش کے قطرے پوری رفتار سے اس پر برس رہے تھے۔سرخ اور سیاہ ملاپ کی ٹی شرٹ کے نیچے نیلے جینز کی پینٹ زیب تن کئے وہ اس طوفانی برستی بارش سے بے نیاز تھا اور اب کپڑے نچڑنے کے بعد جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔

اسکے علاوہ اس بارش میں کوئی اور ذی روح میدان میں نظر نہیں آرہا تھا اردگرد رہائشی فلیٹ کے بنی اونچی اونچی عمارتیں اس جل تھل سے دھل کر گدلہ پانی پائپوں کے رستے نیچے گلی کو بخش رہی تھیں ۔کہیں کہیں

کسی فلیٹ کی کھڑکی کھلی تھی اور چند فلیٹ کی بالکنی کے کٹہروں میں بچے اٹکن بٹکن کھیلنے میں مصروف تھے۔

ان تین مرلے کے تنگ فلیٹوں کی پرانی عمارت میں زیادہ کراچی کی مسیح برادری کے متوسط طبقہ رہائش پزیر تھا۔ان فلیٹ کے باہر میدان کی طرف کھلتی بالکنیوں میں لوہے کے جنگلے بنے تھے اور جنگلوں سے آگے انگنت بجلی کی تاروں کے جھمگٹے۔

عمارت کی چوتھی منزل کی بلکنی میں وہ بھی بارش میں بھیگ رہی تھی۔گہرے بھورے رنگ کے سادہ سے کرتا پاجامے میں بازو سیدھے کھولے چہرہ اوپر کیے۔انگنت مہاسوں سے بھرا چکنی سی چمکتی جلد والا چہرہ پانی کی تیزی سے گرتی بوندوں کو مساج کی طرح محسوس کر رہا تھا۔

اسی بالکنی سے اندر کو کھلتے دروازے سے آگے اس سے یکسر مختلف زندگی تھی۔جیسا تنگ گھر ویسی ہی تنگ زندگی اور اسے اس تنگ گھٹن زدہ زندگی سے نفرت تھی۔بہت نفرت۔اس تیز برستی بارش میں جہاں اس کے لیے خوشی کا سا سماں تھا وہاں اس تین مرلے کے فلیٹ میں

آفت سا سماں تھا۔

کمرے کی ٹوٹی کھڑکیوں سے چھن کر آتی بارش نے کمروں کو پانی سے بھر دیا تھا۔اسکی چھوٹی بہن سنانا اور اماں کی جھگڑنے کی ہلکی ہلکی آوازیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں،یقینا وہ کمرے کے فرش پر سے پانی بھر بھر کر باہر نکال رہی ہوں گی۔مگر اس وقت وہ جوی جان دنیا کی ہر پریشانی سے بے بہرہ اپنی آپ میں مگن تھی۔

ویسے تو بچپن سے لے کر اب تک خوشی کے نام پر یہ تین مرلے کا فلیٹ ہی دیکھا تھا جو انکا اپنا تھا پر ماں باپ نے ان تینوں کے نام خوشی رکھ کر زندگی میں زبردستی خوشی بھرنے کی کوشش کی تھی۔وہ بڑی تھی سولہ سالہ جوی جان،جوی مطلب خوشی اور اس سے چھوٹی سنانا جان، مطلب خوشی اور سب سے چھوٹی میری جان،مطلب خوشی مگر ان سب کے بعد پیدا ہوا جووت مطلب خداوند کا کمال۔۔

انکا باپ جان اسحاق ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا مسیح تھا۔پیشے کے لحاظ سے ایک نجی کمپنی میں صفائی ستھرائی کا کام کرتا تھا۔تنخواہ اتنی

تھی کہ بمشکل گزر بسر ہورہا تھا۔

وہ تھی جوی بارش میں بھیگتی، مسکراتی،اسکے کپڑے تیز بارش سے نچڑنے لگے تھے بال اب گالوں پر چپک رہے تھے۔مگر اس تیز بارش نے جسم کا رواں رواں پرسکون کردیا تھا خاص طور پر جب چہرہ اوپر کرتی تو یوں لگتا کہ بارش کی بوندیں چہرے کے گالوں پر نکلے بڑے بڑے مہاسوں پر مرحم کی طرح ٹپٹپا رہی ہیں۔

چلو کوئی تو ہے جنکو ان مہاسوں سے حقارت محسوس نہیں ہوتی۔وہ مسکائی تھی۔کناروں سے سیاہ لب مسکراہٹ سے پھیل گئے۔اسکے گال انگنت مہاسوں سے بھرے تھے۔وہ اتنے گہرے سانولے رنگ کی تو نا تھی پھر لبوں کا رنگ پتہ نہیں کیوں ایسا گہرہ تھا۔اسکی دوستیں اور سنانا تو اسے چھیڑنے کے لیے اکثر پوچھتی تھیں کہ کیا وہ سگریٹ نوشی کرتی ہے۔ بیضوی شکل کا چھوٹا سا چہرہ،زیادہ ہی گھنی کالی بھنویں چکنی سی چمکتی سانولی جلد لے دے کر چہرے پر اگر کچھ بہت نمایاں تھا تو سیاہ بڑی سی آنکھیں اور لمبی پلکیں۔

جوی۔۔۔جوی۔۔بس کر اندر آ جا،اب تیری باری ہے۔سنانا کی بے زار سی آواز کانوں میں پڑی۔

اس نے بند آنکھیں کھولیں اور اوپر آسمان کی طرف اٹھایا چہرہ نیچے کیا گردن گھما کر آواز کی بازگشت کے رخ میں دیکھا سنانا بالکنی سے اندرونی لوہے کے دروازے کو تھامے کھڑی تھی۔سرخ جوڑے کے گرد دوپٹہ کمر پر باندھے تنگ پاجامے کے پائینچے ٹخنوں سے اوپر تک موڑے اور پیشانی پر بیزاریت کے شکن لیے وہ اسے غصے سے گھور رہی تھی۔

وہ تھی تو اس سے دو سال چھوٹی پر ہمیشہ دو سال بڑی ہی لگتی تھی کیونکہ رعب چلانے کے علاوہ وہ ہر لحاظ سے اس سے بہتر تھی۔اسکا قد بڑا تھا،رنگت اماں کی طرح صاف تھی اور چہرے پر اسکی طرح بلوغت کے مہاسے بھی نہیں نکلے تھے۔

ادھر آ۔۔۔نہا لے تو بھی بارش میں،دیکھ تو سہی کیا حسین نظارہ ہے قسم سے۔۔جوی نے اسکی بات کو یکسر نظر انداز کیے ہاتھ کے اشارے سے باہر بالکنی میں بلایا۔

نہیں جی مجھے کوئی شوق نہیں چڑھا اس کیچڑ میں آکر پاگلوں کی طرح اس طوفانی بارش میں نہاؤں،تم ہو نا ایک پاگل کافی ہے،جلدی آؤ تمھاری باری ہے اب۔۔کمرے سے پانی نکالو میں تو کپڑے تبدیل کرنے والی ہوں۔۔سنانا نے غصیلے لہجے میں گھورتے ہوئے اسکی بات کو رد کیا۔

تم تو بہت ہی بد ذوق واقع ہوئی ہو،قدرت کے ان حسین نظاروں کی قدر ہی کہاں ہے تمہیں،اچھا ادھر تو آؤ جوی نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ کو زور سے اپنی طرف کھینچا۔

جھٹکا اتنی زور کا پڑا کہ سنانا ایک دم سے بالکنی کے وسط میں تھی اور چند سکینڈ میں ہی بھیگ بھی گئی۔

تمہیں یہ دو انچ کی بالکنی میں یہ تیز بارش قدرت کا حسین نظارہ لگ رہی ہوگی مگر مجھے تو عزاب لگ رہی ہے چپ چپ اور چک چک۔۔سنانا جھنجلا کر گویا ہوئی۔

ارے پگلی پل بھر کو یہ سوچ کہ یہ ہمارے چھوٹے سے فلیٹ کی گندی سی بالکنی نہیں ہے،یہ تو ایک بہت ہی بڑے بنگلے کا حسین ٹیرس

ہے،ایک طرف جھولا لٹک رہا ہے اور ایک طرف میز پر مشروب سجے ہیں ماربل کا کانچ جیسا سفید فرش ہے اور سامنے یہ گندا سا میدان نہیں ایک سمندر ہے اور نیچے یہ میلی کچلی پان کی دوکانیں نہیں بلکہ سوئمنگ پول ہے۔۔جوی کھوئے سے لہجے میں خلا میں گھورتے ہوئے بول رہی تھی۔

سنانا نے تاسف سے سر ہوا میں ہلایا،جوی کو ہر حال میں خوش رہنا آتا تھا وہ اپنے تخیل کو خود پر حاوی کر لیتی تھی۔

چل ہنس دے اب۔۔۔کہیں نہیں تیری گوری رنگت پگھل جائے گی اس بارش میں اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا سوچ جوی نے اس کے کندھے پر جوش سے اپنا کندھا مارا۔

وہ جو بار بار بارش کو منہ پر سے صاف کر رہی تھی کھلکھلا دی۔جوی ٹھیک کہہ رہی تھی تیز بارش نے پل بھر میں تپتا دماغ ٹھنڈا کر دیا تھا کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی مگر زندگی کی تلخیاں تو بھول گئی تھیں۔وہ جوی کی طرح اس گندی سی بالکنی کو کسی حسین بنگلے کا ٹیرس تو نہیں

سمجھ رہی تھی ہاں البتہ سکون ضرور ملا تھا۔

کچھ دیر بعد ہی وہ جوی کی طرح بارش سے لطف اندوز ہونے کے بجائے اب بالکنی کی ریلنگ سے کہنی ٹکائے باہر میدان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

نظر سامنے بنچ پر بیٹھے لڑکے پر گئی اور پھر آنکھوں میں حیرت پھیلی۔

جوی ادھر دیکھ۔۔۔ایک اور بھی پاگل ہے تیرے جیسا گردن کو موڑے اونچی آواز میں آنکھیں موندے کھڑی جوی کو پکارا

جوی جو اب بھی بازو پھیلائے بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی،اسکی آواز پر بازو سمیٹے اور شڑپ شڑپ پانی میں پیر مارتی آگے بڑھی اب اس کی نظروں کے تعاقب میں چہرے پر سے پانی صاف کرتے ہوئے نیچے دیکھا۔

میدان میں رکھے بنچ پر کوئی لڑکا سر جھکائے بیٹھا تھا۔

کون ہے یہ۔۔۔؟جوی نے چہرے پر مسلسل پڑتی بارش کو ہاتھ سے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پونچھتے ہوئے پوچھا

یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم مگر یہ ہماری بلڈنگ کا نہیں ہے اتنا تو پتا ہے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا اس کو یہاں سنانا نے حیرت سے کہا اور نگاہیں پھر سے وہیں نیچے جما دیں

جوی اب اس کے بلکل برابر اسی کے انداز میں ریلنگ پر کہنی ٹکائے کھڑی تھی۔

ہاں پہلے نہیں دیکھا۔۔پریشان سا ہے کوئی جوی کی بھی کھوئی سی آواز ابھری۔

کچھ دیر میں ہی جوی کی توجہ سے اس سے ہٹ کر ساتھ والے فلیٹ کی بالکنی پر ناچتے بچوں پر جا ٹکی بے فکر کھلکھلاتے بچے اسے بے حد پسند تھے۔

بچوں نے شرٹس اتار رکھی تھیں اور اچھل اچھل کر بارش کے پانی میں چھلانگیں لگا رہے تھے بارش کے پانی کے چھینٹے ان کے چہرے اور سر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تک پہنچ رہا تھا مگر ان کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔بے ساختہ جوی کے دل میں بھی یہی خواہش جاگی کے ہر فکر ہر سوچ کو بھول کر پوری قوت سے بالکنی کے کٹہرے میں کھڑے پانی میں چھلانگیں لگائے۔

ارے جوی یہ دیکھ یہ تو ہماری بلڈنگ کا ہے نا؟سنانا نے اس کے بازو کو جھنجوڑ کر متوجہ کیا۔

وہ جو بچوں کو اچھل کود کرتا دیکھ کر ہنس رہی تھی اس کے یوں بازو جھنجوڑنے پر اس طرف متوجہ ہوئی۔بارش میں بھیگتے لڑکے کے پاس اب ایک اور لڑکا کھڑا تھا اور سنانا ٹھیک کہہ رہی تھی وہ لڑکا ان کی بلڈنگ کا تھا۔ایک سکینڈ کے بارہویں حصے میں وہ اسے پہچان چکی تھی۔

ہاں انو لگتا ہے مجھے تو وہ تیسرے فلور والا ذہن میں اس کا نام بھی چھپاک سے امڈ آیا۔۔

بچپن میں تو مل کر کھیلا بھی کرتے تھے اب جب سے بلوغت میں قدم رکھا تھا تب سے بس آتے جاتے نظر پڑ جاتی تھی۔

ہاں وہی ہے۔۔۔اس کا دوست ہے لگتا اس کو ملنے واسطے آیا ہو گا سنانا نے اپنا اگلا اندازہ لگایا

ہاں۔۔۔اچھا ہم کیوں اتنا انوسٹی گیٹ کر رہی ہیں یہ سب،کوئی بھی ہو ہماری بلا سے،چلو پکوڑے بناتے ہیں جوی نے اچانک ذہن میں اُمڈ آنے والے پکوڑوں کے خیال پر پرجوش ہو کر کہا۔

اور پھر سنانا کا بازو کھینچتے ہوئے بالکنی کے اندونی دروازے کی طرف بڑھی۔

تمہیں اب پکوڑوں کی پڑ گئی ہے پہلے جا کر اماں کے ساتھ باقی کا پانی نکلواؤ وہ اکیلی لگی ہیں سنانا نے غصے سے گھورتے ہوئے اسے اگلا حکم صادر کیا۔

وہ سنی ان سنی کرتی باورچی خانے کی طرف جا رہی تھی۔

وہ ڈرانگ ولاس کی ڈیوڑھی پورچ سے آگے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔سیاہ پینٹ کورٹ سرخ ٹائی میں ملبوس سلیقے سے بال

بنائے،سانولی رنگت،جاذب نظر نقوش اور مناسب قد کاٹھ لیے وہ انل یوسف تھا۔دران ملک کا نجی معاون کم دوست زیادہ۔

دران نے کبھی اس پر پابندی نہیں لگائی تھی کہ وہ یوں پیشہ ورانہ پی اے کی طرح کوٹ پینٹ میں ملبوس رہے لیکن اسے یہ سب اچھا لگتا تھا بھلے وہ اس دنیا میں دران ملک کے سب سے زیادہ قریب اس کا جگری دوست تھا لیکن وہ دنیا والوں کی نظر میں فقط اس کا پی اے تھا۔سپر سٹار درانگ ملک کا پی اے انل یوسف۔

ڈیوڑھی سے دو زینے چڑھ کر ہلکے بھورے رنگ کی لکڑی کا دو پٹ والا گیٹ اندر کی طرف درانگ ولاس کے ھال کی راہداری میں کھلتا تھا اس چند قدم کی گیلری جس کے دائیں بائیں دیواروں پر بیش قیمت پینٹنگز لٹک رہی تھیں ان میں سے گزر کر آگے سامنے ہی بڑے سے ہال نما کمرے میں دیدہ زیب صوفے اور کاؤچ رکھے گئے تھے۔

اس ہال کی ایک مکمل دیوار شیشے کی تھی جو باہر نیلے سمندر کو مکمل نظارہ بخشتی تھی،ہلکے نیلے رنگ کے پردے بڑی نفاست سے اس دیوار

www.neweramagazine.com

سے اٹھتے ہوئے باہر سمندر کے منظر کو ایک دل آویز سنہری کی طرح پیش کرتے تھے۔اسی ہال کی دوسری دیوار پر بہت بڑی سمارٹ ٹی وی سکرین نصب تھی۔

انل نے زینے پر قدم جمائے چند سکینڈ اندرونی دروازے کے آگے کھڑے ہو کر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔صبح کے دس بج رہے تھے۔اس نے کلائی گھمائی اور ہاتھ نیچے کیا،اس جدید دور میں بھی گھڑی باندھنے کی یہ عادت اس میں دران ملک سے ہی منتقل ہوئی تھی کہیں نا کہیں وہ خود درانگ کا بہت بڑا مداح تھا۔

سپر سٹار درانگ کی کلائی پر بندھی بیش قیمت پاٹک فلیپی کو دیکھ کر اس کے کتنے ہی مداح کلائی پر گھڑی باندھنے لگے تھے۔

انل اب دروازہ کھول کر ہال میں داخل ہو چکا تھا۔پروقار انداز میں قدم بڑھاتا وہ اب ہال کے وسط میں کھڑا روزین کی تلاش میں نگاہیں گھما رہا تھا۔جب اسے دائیں طرف کھانے کے کمرے میں وہ کھانے کے میز کے پاس نظر آئی۔درانگ ولاس کے مکیں اس وقت ناشتے کی میز پر موجود

تھے اور ہمیشہ کی طرح ان میں دران موجود نہیں تھا۔بہت بڑے کھانے کے میز پر ایک طرف اسفند ملک بیٹھے تھے اور دوسری طرف روبی اور برھان بیٹھا تھا۔روزین انہیں ناشتہ پیش کر رہی تھی۔

انل نے قدم اسی طرف بڑھا دیے اس کا درانگ ولاس میں آنا معمول تھا اس لیے وہ بلاتکلف آگے بڑھا۔

ہیلو۔۔۔گڈ مارننگ مؤدب لہجے میں ہلکی سی مسکان کے ساتھ سب پر نگاہ دوڑائی۔

وہ لوگ پہلے ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔فقط اسفند ملک نے مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا کر اس کی آمد کا خیر مقدم کیا۔انل نے روزین کی طرف جیسے ہی دیکھا تو وہ سمجھ گئی اسے دران کو انل کے آنے کی اطلاع دینی ہے۔وہ سر اثبات میں ہلاتی دران کے کمرے کی طرف بڑھی۔روزین کے پیچھے ہی انل نے بھی قدم واپسی ہال کی طرف بڑھائے۔

انل کہاں جا رہے ہو ؟کم۔۔۔جوائن اس اسفند ملک کی آواز عقب سے

سنائی دی۔

انل نے رخ موڑا،وہ شیشے کے بنے میز پر کہنائیاں ٹکائے شائستگی سے ٹوسٹ چبا رہے تھے۔

نہیں۔۔۔سر تھنک یو۔۔۔مؤدبانہ لہجے میں انکار کیا۔

اسفند ملک سے مسکراہٹ کا تبادلہ کیا اور اس سے پہلے کے قدم واپسی کے لیے اٹھاتا برھان کے درشت لہجے میں کہے گئے جملے پر قدم پھر سے تھمے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھئی جب باس میں اتنا نخرہ ہے تو پھر پی اے پر بھی کچھ تو اثر ہو گا،وہ کہاں ہمارے ساتھ وقت گزارنا چاہے گا۔۔۔برھان کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی کندھے اچکائے ہمیشہ کی طرح طنزیہ جملہ اچھالا

اسفند ملک نے غصے سے لب بھینچتے ہوئے برھان کی طرف دیکھا۔

برھان۔۔۔ آنکھوں میں تنبیہ کرتے ہوئے اسے گھورا

انل نے چہرے پر ضبط کے آثار کو چھپایا

نہیں۔۔۔سر کوئی نخرہ نہیں ایکچلی ابھی ناشتہ کیا ہے تو اس لیے منع کر دیا انل نے زبردستی مسکراہٹ لبوں پر سجائے جواب دیا۔

روبی جو تب سے خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی کن اکھیوں سے ایک نگاہ اسفند ملک پر ڈال کر گویا ہوئی۔

ویل۔۔۔نخرہ نہیں ہے لیکن۔۔جھوٹ بولنا تو کوئی تم سے سیکھے۔۔روبی نے ناک بھینچے طنزیہ لہجے میں معنی خیز جملہ ادا کیا۔

انل نے نا سمجھی میں ایک نظر اسفند ملک کی طرف دیکھا جو اب روبی کو گھور رہے تھے۔

جی۔۔۔میں کچھ سمجھا نہیں انل نے پیشانی پر شکن بڑھائے روبی کی طرف سوالیہ دیکھا۔

انل آئی تھنک دران ابھی سو رہا ہے تم ویٹ کر لو کچھ دیر اسفند ملک نے مضطرب انداز میں بات کو گھمانے کی کوشش کی

جی بہتر۔۔۔انل نے مؤدبانہ سر جھکایا ،قدم موڑے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انل ون سکینڈ۔۔۔۔کہاں جا رہے ہو ؟ مجھے بات کرنی ہے تم سے

روبی نے اسفند ملک کے گھورنے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے انل کو

روکا۔

جی میم۔۔۔وہ فورا مؤدب لہجے میں کہتا ہوا رکا

وہ پوری طرح روبی کی طرف متوجہ ہوا۔روبی ہاتھ میں پکڑے چمچ کو

ہوا میں جھلاتی آنکھوں کو مزید سکوڑ رہی تھی۔

انل تم نے کل کہا کہ دران کی چائنہ کے لیے فلائیٹ ہے

رائٹ۔۔۔روبی نے آبرؤ چڑھائے طنزیہ لہجے میں استفسار کیا

جی۔۔۔انل نے آنکھوں کو سکوڑے نا سمجھی سے اسفند ملک کی طرف

دیکھا۔

روبی۔۔۔ختم کرو اس بات کو،انل تم جاؤ اسفند ملک نے ہاتھ کے

اشارے سے انل کو جانے کا کہا۔

وہ معاملہ مزید طول میں ڈالنے کے حق میں نہیں تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں۔۔۔۔انل تم بتا کر جاؤ گے تم نے جھوٹ کیوں بولا تھا روبی نے

ناک پھلا کر دانت پیستے ہوئے پھر سے سوال دہرایا

میم میں نے جھوٹ ہر گز نہیں بولا،ان کی فلائیٹ تھی کل، نئ فلم کی

شوٹنگ چائنہ میں ہے، مگر کل میٹنگ میں دران کی جھڑپ ہو گئ،

ہاروی کی فلم چھوڑ آیا وہ انل وضاحت دیتے ہوئے بار بار نافہمی کے

شکن ابھارے اسفند ملک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کیا۔۔ہاروی وائن سٹائن۔۔۔اتنا بڑا پروجیکٹ چھوڑ دیا برھان نے ایک

دم پوری آنکھیں کھولے متحیر لہجے میں دہرایا۔

جی۔۔۔بس وہ کل ہاروی نے چند مزید مناظر کا اضافہ کر دیا فلم میں تو

دران سے اختلاف ہوا،اسی پر جھڑپ ہوئی اور دران غصے میں سب چھوڑ

آیا انل نے متوازن لہجے میں ساری بات واضح کی

اسفند ملک کے چہرے پر تفکر کے تاثرات رقم ہوئے۔

مطلب۔۔۔کیوں۔۔۔وجہ۔۔۔۔ایسے کیا مناظر تھے،دران اتنا بڑا پراجیکٹ

کیسے یوں چھوڑ سکتا ہے ابھی تو کوئی اور پیش کش بھی نہیں ہے اسفند ملک نے بھنویں اکھٹی کیئے تشویش ظاہر کی

وہ کارلہ کے ساتھ بیڈروم بولڈ سین ہیں کچھ ۔۔۔انل نے گہری سانس لیتے ہوئے وجہ بتائی۔

برھان بے ساختہ امڈ آنے والا قہقہ نا روک سکا،کھانے کے حال میں اب اس کا بلند و بانگ قہقہ گونج رہا تھا۔روبی بھی مسکراہٹ دبا رہی تھی جبکہ اسفند ملک سنجیدہ تھے۔

عجیب۔۔۔۔فٹو دماغ ہے دران کا، بھلا کارلہ کے ساتھ ایسا سین کرنے سے کون منع کر سکتا ہے؟برھان نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے حیرت ظاہر کی۔

برھان۔۔۔۔جسٹ سٹاپ اٹ

ملک اسفند نے غصے سے اس کے کیئے گئے تمسخر پر اسے ڈپٹا اور پھر پریشانی سے انل کی طرف متوجہ ہوئے۔

لیکن یہ تو ہاروی پرڈویکشن سے ایڈوانس بھی لے چکا ہے ملک اسفند نے پریشان لہجے میں کہتے ہوئے پیشانی سہلائی

وہ اتنے بھی بے خبر نہیں تھے دران سے،اس کے ہر اگلے قدم کی ان کو خبر ہوتی تھی اس لیے وہ انل سے بھی بلکل بگاڑنا نہیں چاہتے تھے۔

وہ واپس کرنے کا حکم دے چکا ہے دران انل نے کندھے اچکائے

تو اب ؟؟۔۔۔یہ تو بہت بڑا نقصان کر رہا ہے جذباتی لڑکا ملک اسفند نے لب بھنیچے اور ٹھوڑی کو سہلاتے ہوئے پریشانی ظاہر کی

جی وہی سمجھانے آیا ہوں اسے،ہاروی کل رات سے فون کر رہا ہے،اب دیکھتا ہوں دران کیا کہتا ہے اس بارے میں انل نے لب بھینچے اپنی آمد کا سبب بتایا

برھان نے ناک چڑھائی اور سر نیچے پلیٹ پر جھکا دیا،روبی نے پہلو بدل کر پہلی بار گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا

فضول کا بھرم دکھا رہا ہے،ویسے تو کہتا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں

ہے،تو پھر ایسے مناظر کرنے کے لیے ایسے نخرے کیوں دکھا رہا ہے جیسے اس سے بڑا پارسا کوئی نہیں روبی کا لہجہ نفرت آمیز تھا۔

انل۔۔۔اپنے دوست کو سمجھاؤ یہ سب سین ڈیمناڈنگ ہیں، ایسے ہی انکار کرتا رہے گا تو کل کوئی پوچھے گا بھی نہیں برھان کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔تمسخرانہ مسکراہٹ سجائے کہا۔

انل اس کی بات پر بے اختیار مسکرایا۔

ہمم درست کہا آپ نے برھان سر۔۔اگر ان کا کرئیر ختم ہوا تو پھر تو آپ کا۔۔۔۔انل نے بات کو ادھورا چھوڑا

ڈائنگ ہال میں داخل ہوتی روزین اب پاس آ کر انل کی طرف متوجہ تھی۔

انل سر آپ کو سر کمرے میں بلا رہے ہیں روزین نے نگاہیں جھکائے مؤدبانہ اطلاع دی

انل نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور قدم دران کے کمرے کی طرف

بڑھا دیے۔

اس کا دماغ بھی دران نے چڑھا رکھا ہے۔ورنہ یہ ہے کیا بلڈی۔۔۔۔۔۔

برھان نے نخوت سے ناک چڑھائی اور دانت پیستے ہوئے انل کی پشت کو گھورا

برھان کول ڈاؤن تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے تم دران کے معاملے میں کچھ بھی مت بولا کرو،اور انل نے غلط کب کہا،یہ جو ٹی وی سیریل میں چھوٹے موٹے رول مل رہے ہیں یہ اس کی مرہون منت ہیں ملک اسفند نے سنجیدگی سے سچ اگل کر ٹوسٹ منہ میں رکھا

نہیں۔۔۔۔میرا اپنا ٹیلینٹ ہے، پتا نہیں کس دن یہ درانگ کا لیبل مجھ پر سے ہٹے گا۔۔۔

برھان تنک کر دونوں ہاتھ میز پر مارتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔کرسی کو ایک طرف کرتا وہ غصے سے ڈائنگ ہال سے باہر جا رہا تھا۔

برھان۔۔۔۔روبی نے بے چینی سے اسے پیچھے سے پکارا

ناشتہ بھی نہیں کر کے گیا آپ بھی نا کیا ضرورت تھی یہ بے پر کی ہانکنے کی

روبی نے تیوری چڑھائے ملک اسفند کو گھورا۔انہوں نے تاسف سے سر کو دائیں بائیں ہلایا اور گردن جھکا دی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

انل نے آہستگی سے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔اور اسی لمحے اندر سے بھاری آواز ابھری۔وہ دران کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

آجاؤ۔۔۔نیند کی خماری میں لپٹی آواز تھی۔مطلب وہ ابھی اس کے آنے پر ہی بیدار ہوا تھا۔

انل نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا۔وہ اپنے سفید نائٹ گاؤن میں ملبوس کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھا تھا،بکھرے بال ہلکی سی سوزش لئے ادھ کھلی آنکھیں وہ نگاہیں موبائل سکرین پر جمائے،بھنویں اکھٹی کیے خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا۔

کشادہ کمرہ کسی اور ہی دنیا کا منظر پیش کرتا تھا۔جو اندر داخل ہونے والے کو ایک سحر میں جکڑ لیتا تھا۔دران نیلے رنگ کا دیوانہ تھا۔اسی لیے پورا کمرہ سفید اور ہلکے نیلے رنگ کا امتزاج لیے ہوا تھا۔

سفید فرش،سفید دیواریں،بس ایک دیوار جس پر ہوم تھیٹر سکرین نصب تھی وہ سفید اور نیلی دھاری دار ڈائزائن پر مشتمل تھی،ہلکے نیلے رنگ کے پردے،اور ایک طرف کی دیوار میں ریکنگ صورت کھلتا دروازہ جس کے پیچھے سوئمنگ پول اور سامنے سمندر کا سارا منظر،سیاہ کراؤن والا بیڈ،اس کے آگے لگا سیاہ لیدر کا کاؤچ ایک طرف لگے سفید پوشش کیے نیلی دھاریوں والے صوفے ان کے آگے رکھا بڑا سا سیاہ شیشے کا چکور میز،باقی کمرے میں موجود پینٹنگز اور سجاوٹی گلدان،حتیٰ کے سگریٹ کی ایش ٹرے تک نیلے رنگ کی ہی کسی ایک حالت میں موجود تھی گو کہ اس کا کمرہ دیکھنے والے کی آنکھوں کو پرسکون احساس بخشتا تھا۔

انل بھی ہمیشہ کی طرح آ کر پہلے اس کے کمرے کو نظر بھر کر ضرور دیکھتا تھا۔وہ خود چاہے اپنا حلیہ ایسے ہی بکھرے بال اور لاپرواہ سا رکھتا

تھا مگر باقی اس کی ہر چیز سے اس کا سلیقہ اور اعلی ذوق جھلکتا تھا۔

ہیلو بڈی۔۔۔انل نے محبت سے ہیلو کے ساتھ دوستانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائی

انل اب اس کے پاس صوفے تک پہنچ چکا تھا، پر وہ تاہنوز موبائل پر سر جھکائے ہوئے تھا،انل جانتا تھا وہ پہلے سے جانتا ہے کہ وہ کیا بات کرنے آیا ہے اس لیے اس کے متوجہ ہوئے بنا اُسے بات شروع کر دینی چاہیے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران۔۔۔ہاروی فون کر رہا ہے بار بار۔۔۔انل نے سیدھی بات کی

تو مت اٹھاؤ۔۔۔۔جھکے سر کے ساتھ ہی سپاٹ لہجے میں مختصر جواب دیا۔

دران مت کرو ایسا،تم جانتے ہو بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔۔۔انل اب اس کے کہے بنا اس کے دائیں طرف والے صوفے پر براجمان ہوا۔

سو۔۔۔واٹ۔۔۔۔پھر سے وہی مختصر جواب

مختصر۔۔ مختصر۔۔۔ مختصر۔۔۔۔وہ بولنے میں اتنی کنجوسی کرتا تھا کہ انل کبھی کبھار سوچتا تھا کہ وہ اس سے اتنی کم بات کرتا ہے تو باقی لوگوں سے کیا بات کرتا ہو گا۔

کیا یار۔ر۔ر۔۔۔۔۔۔سب۔۔۔۔سب۔۔۔۔کر رہے ہیں ایسے سین، آجکل اس کے بنا کون فلم دیکھتا ہے، مجھے ایسا لگتا ہے تم زیادہ لے رہے ہو اس بات کو،کیا ہے بس تین یا چار منٹ کا ایک سین ہی تو ہے!!!

انل نے صوفے کے ہتھے پر کہنی ٹکائے ہاتھ کو ہوا میں اٹھائے وثوق سے کہا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اب اسے قائل کر رہا تھا جو کل ہاروی کی ایکشن فلم کے نیم برہنہ مناظر کرنے سے انکار کر آیا تھا۔

سب کرتے ہوں گے۔۔۔مگر درانگ نہیں بے تاثر سخت لہجہ۔

موبائل پر جھکے چہرے کے ساتھ ہی بس ایک آبرو اٹھائے غصیلی نگاہ سامنے بیٹھے انل پر ڈالی،انل نے لب بھینچے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور گہری سانس لی۔

وہ جب ایسے دیکھتا تھا تو اپنے فیصلے کے اٹل ہونے کا ثبوت دیتا تھا اور جب وہ ڈھیٹ ہو جائے تو پھر تو اس کا انجان باپ بھی ظاہر ہو کر اُسے اُس کے لائحہ عمل سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔وہ پیدائشی ضدی نہیں تھا،اسے ضدی بنا دیا گیا تھا۔

دران میرے بھائی۔۔۔میگا پروجیکٹ ہے،سوچ ذرا ہاروی کی فلم پھر کو سٹار کارلہ،چلنے سے پہلے ہی سپر ہٹ ہے یہ فلم، لکھوا لے مجھ سے کہیں بھی، ایک چھوٹے سے سین کے لیے کیوں اتنا بھاؤ کھا رہا ہے التجائی لہجے میں وہ اب دران کی منت سماجت اور لالچ دینے پر اتر آیا تھا۔

وہ چھوٹا سا سین ہی۔۔۔لیکن مجھے ہضم نہیں سپاٹ لہجے میں وہی ڈھیٹ جواب

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔دونوں نے ایک ساتھ نگاہ اٹھائی۔

کم ان۔۔۔دران نے رعب دار آواز میں اندر آنے کی اجازت دی۔

اس کی آواز کا رعب اور بھاری پن اس کی شخصیت کے عین مطابق تھا مگر اس کے لہجے میں ہمیشہ بیزاری کا عنصر گھلا رہتا تھا۔دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ لیے کھلا،روزین مشروب کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوئی

۔

وہ صبح کا آغاز تازہ جوس سے کرتا تھا لیکن جوس کے فورا بعد سگریٹ اس کا سارا اثر زائل کر دیتی تھی۔کچھ چیزیں اس کی زندگی میں لازم ملزوم تھیں۔نہار منہ جوس، تین گھنٹے جم، تیراکی، سگریٹ اور انل یوسف

سوچ لے زیادہ اکڑ میں تمھارا ہی نقصان نا ہو جائے، کارلہ کے ساتھ فلم ملنا آسان نہیں انل نے زیر لب مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا

وہ دران کی سنجیدگی کو ختم کرنا چاہتا تھا۔روزین اب ٹرالی سے اٹھا کر مشروب میز پر سجا رہی تھی۔وہ اردو نہیں جانتی تھی اس لیے ان دونوں کی گفتگو اس کی موجودگی میں بھی جاری تھی۔

کارلہ ہو یا انجلینا،انکار ہے آگے ہوتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے روزین کو منع کر کے جوس کا گلاس خود اٹھایا۔

اسی طرح ہاتھ کے اشارے سے انل کو بھی گلاس اٹھانے کا کہا۔انل نے آگے ہو کر گلاس اٹھایا روزین اب کمرے سے باہر جا رہی تھی۔تازہ سنگترے کا جوس فرحت بخش احساس دے رہا تھا۔

ٹھیک ہے مطلب تم ضد کے پورے ہو ۔۔۔اچھا اگر وہ کہے کہ میں سین میں ردو بدل کر دیتا ہوں پھر۔۔۔۔۔؟؟انل نے جوس کا گھونٹ لیا اور سیدھا ہوا

دوسری طرف وہ جوس ختم کرنے میں مصروف تھا،اس کی بات کو ان سنی کیے یا شاید جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

کچھ تو جواب دو،اگر میں ہاروی سے کہوں کہ وہ مناظر میں کچھ تبدیلی کر دے تو پھر؟؟؟انل نے آبرو چڑھائے جواب طلب نگاہیں اس پر گاڑیں

وہی خاموشی،اب جوس کا دوسرا گلاس بھرا جا رہا تھا۔انل نے نگاہیں اسکے مضبوط بازوؤں پر ٹکائیں۔

اور تمہیں پتہ ہے ہاروی کیا کہہ رہا ہے، وہ یہ کہ رہا ہے کہ دران
اپنے مزہب کی وجہ سے کر رہا ہے یہ سب انل نے آہستگی سے بات
مکمل کی اور لب بھینچے

پتہ تھا اب کی بار وہ ضرور بولے گا،دران نے چونک کر نگاہ اٹھائی پیشانی
پر جہاں رگیں ابھری تھیں جبڑے ضبط کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے
میں پیوست نظر آئے،سفید رنگت ایک دم سے غصے میں سرخ ہونے
لگی۔

میرا کوئی مزہب نہیں ہے۔۔۔کرخت لہجہ مختصر جواب

گلاس میز پر رکھا اور میز پر پڑا سگریٹ کیس اٹھایا۔ہلکے نیلے رنگ کا
سگریٹ کیس اسکی مضبوط انگلیوں میں گھومتا اس کے اندرونی اضطراب کی
ہی نشانی تھی۔

دران کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔تم مسلمان ہو اس حقیقت کو
مت جھٹلایا کرو اور تم جانتے ہو اب ایکشن فلموں میں بھی ایسے دو چار
سین ہونے لازمی جزو بن گئے ہیں، مارکیٹ میں ڈیمانڈ ہے اس سب کی

اگر تم آئے دن اس بات کو لے کر فلمز چھوڑتے رہے تو پروڈیسر تمہیں سائن کرنا چھوڑ دیں گے انل نے تیوری چڑھائے اسے سمجھانے کی کوشش میں اب کی بار سخت لہجے میں آنے والے وقت سے خبردار کیا

برھان کے الفاظ ہیں یہ۔۔۔دران نے فورا سگریٹ کا کش لگا کر انگلی ہوا میں اٹھائے کہا

انل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ابھی کچھ دیر پہلے ناشتے کے میز پر واقعی یہ برھان کا کہا گیا جملہ تھا جو اس کے ذہن میں پیوست ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ساری انڈسٹری جانتی ہے،درانگ کی فلم کس بیناد پر ہٹ ہوتی ہے، مجھے اپنی فلم کو سپر ہٹ کرنے کے لیے ان چیپ مناظر کی ہر گز ضرورت نہیں،لوگ میری صورت اور میری فائیٹ دیکھنے آتے ہیں جسم نہیں اور رہی بات جسم کی تو اس کے لیے فی میل اکٹریس بہت ہوتی ہیں۔۔وہی ٹھہرا،بیزار مگر متوازن لہجہ

ساری گفتگو میں یہ اس کی سب سے لمبی بات تھی۔انل جو اسے ٹکٹکی

باندھے دیکھ اور سن رہا تھا۔گہری سانس باہر انڈیلتے ہوئے صوفے کے ہتھے پر بازو پھیلائے اور پشت تھکے انداز میں پیچھے ٹکا دی۔

ٹھیک ہے میں ہاروی کو تمھارا آخری فیصلہ سنا دیتا ہوں، اگر وہ مناظر تبدیل نہیں کرتا تو پھر اسے ایڈوانس واپس کر دیتے ہیں انل نے کندھے اچکا کر بات ختم کی

اصولا تو ایڈوانس واپس کرنا بھی نہیں بنتا ہے دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے کہا

انل نے حیرت سے اسے دیکھا،اب وہ زیر لب تمسخرانہ مسکراہٹ سجائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔سبزی مائل گہری پتلیاں وہ سچ کہہ رہا تھا لوگ اس کی صورت اور فائیٹ دیکھنے تو آتے ہیں۔

اس نے دھوکا دیا ہے سکرپٹ میں ایسے کوئی سین نہیں تھے، اس نے اب کیوں ایڈ کیے جب ہم شوٹنگ پر جانے والے تھے،میں نے سکرپٹ پر فلم سائن کی تھی اس لیے ایڈوانس اسی بیس پر ہے سخت لہجے میں اپنا موقف پیش کیا

اب کی بار انل بھی کوئی جواب نہیں دے سکا بس اسے دیکھ کر ہی رہ گیا پھر ایک دم سے صوفے پر سے اٹھا۔جیب سے موبائل نکالا۔

ٹھیک ہے میں یہیں ہوں تم فریش ہو جاؤ میں ہاروی سے رابطہ کرتا ہوں انل نے انگوٹھا گھما کر موبائل سکرین کو کھولا۔

نہیں وہ خود رابطہ کرے گا تم نہیں کرو گے، روزین کو کہتا ہوں ناشتہ لگوائے تمھارے لیے ناک چڑھا کر کہا

آگے ہو کر میز پر پڑا کارڈ لیس اٹھایا

نہیں۔۔۔ناشتہ کر کے آیا ہوں،تم بس جلدی ریڈی ہو جاؤ۔میں باہر ویٹ کر رہا ہوں انل نے مسکرا کر ناشتے سے انکار کیا۔

قدم باہر کی طرف بڑھا دیے،ہاروی سے رابطہ تو اسے ہی کرنا تھا۔

کچھ آوازیں تھیں جن کی مدھم بازگشت جو پہلے مکھیوں کی بھنبناہٹ صورت سنائی دے رہی تھی اب واضح ہونے لگی تھی۔اس نے آنکھوں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کو کھولنے کی کوشش کی جس کے باعث سر میں شدید تکلیف کا احساس ہوا۔

ایسے جیسے سر کسی شکنجے میں جکڑا ہوا ہو۔آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہونے کے باعث آنکھوں پر وزن محسوس ہو رہا تھا اس کی آنکھوں کی اوپری جلد نیلی ہو رہی تھی۔

جسم ٹھنڈ کے باعث اکڑاہٹ لیے ہوا تھا وہ دائیں کروٹ لکڑی کے بنے فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور کروٹ کے باعث جسم کا اوپری حصہ برف ہو رہا تھا۔

آہستگی سے شدید سر درد کو برداشت کرتے ہوئے جبڑے بھینچ کر آنکھیں زبردستی کھولیں کتنی ہی پلکیں ٹوٹنے کی تلکلیف کے باعث منہ کھل گیا۔پلکیں ماتھے سے بہنے والے خون کے سبب آنکھ کے نچلے حصے سے چپک گئی تھیں اب جب زبردستی ان کو کھولا تو پلکیں چپک کر ٹوٹ گئی تھیں۔آنکھیں کھلتے ہی سب واضح ہو گیا۔وہ اسی لکڑی کے بنے چھوٹے سے ڈربے نما کمرے کے فرش پر لیٹی تھی جہاں وہ پچھلے دو دن

سے قید تھی۔اسے لاویا میں آئے آج تیسرا دن تھا۔

آہستگی سے گردن موڑ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔وہاں اب لکڑی کے تختے لگا کر کیل ٹھوک دیے گئے تھے۔اتنی ٹھنڈ میں بھی گلے میں کانٹے چبھنے جیسا احساس ہوا۔لبوں کے کنارے پر خون منجمند تھا کل رات کا سارا منظر نگاہوں میں گھوم گیا۔

ہاتھ کو فرش پر رکھ کر کہنی کے بل اوپر اٹھی۔اس چھوٹے سے کمرے میں ایک لکڑی کے پلنگ،جگہ جگہ مکڑی کے بنے جالوں،مٹی اور اس کے کپڑوں کے اٹیچی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔باہر سے آتی آوازیں اب واضح ہو رہی تھیں۔ایک آواز تو لی تاؤ کی تھی جبکہ دوسری آواز کسی انجان مرد کی تھی۔وہ لی تاؤ پر چیخ رہا تھا۔

وہ لڑکھڑاتے ہوئے بمشکل اٹھی۔گھٹنوں پر خون جما ہوا تھا،سفید نائٹی جگہ جگہ سے خون سے لتھ پتھ تھی۔جسم سردی کے باعث اکڑ رہا تھا۔وہ اب آہستگی سے قدم اٹھاتی کمرے کے دروازے کے پاس آئی اور لکڑی سے

بنے اس ٹوٹے پھوٹے دروازے میں موجود انگنت سوراخوں میں سے ایک سوراخ پر آنکھ کی پتلی ٹکا دی۔دوسری طرف کا منظر صاف واضح تھا۔

وہی میلا کچیلا چھوٹا سا ہال نما کمرہ جس میں دو کرسیاں اور ان کے بیچ ایک میز تھی،ایک طرف ایک لوہے کے میز پر چولہا اور کچھ گندے برتن پڑے تھے۔دیوار پر جگہ جگہ کھونٹیوں پر کپڑے لٹک رہے تھے۔

کمرے کے وسط میں اس رات جس آدمی کی ٹانگ میں کانٹا چبھو کر وہ بھاگی تھی وہ لی تاؤ کا گریبان تھامے کھڑا تھا۔اور چینی زبان میں اس پر چیخ رہا تھا۔

میرا سارا پیسہ واپس کر،ایک ایک پائی جو میں نے پاکستان بھجوائے تھے وہ بھی وہ آدمی غرا رہا تھا۔

لی تاؤ بار بار آنکھیں میچ کر اس کے عتاب سے بچنے کی ناکام کوشش میں تھا۔

میری بات سنو۔۔۔صرف تمھاری وجہ سے بیوی ہونے کے باوجود میں نے آج تک اسے ہاتھ تک نہیں لگایا، تمہیں بلکل ان چھوٹی لڑکی چاہیے تھی چھوٹی عمر اور۔۔۔اور۔۔۔لی تاؤ اسے قائل کر رہا تھا یا وضاحت دے رہا تھا مگر اس نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی لی تاؤ کا گریبان دبوچ کر اسے ہوا میں معلق کر دیا۔

لی تاؤ کے پاؤں اب فرش سے چند انچ کی اونچائی پر ہل رہے تھے اور شکل سانس بند ہونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔

میرے کسی کام کی نہیں وہ، چاہے ان چھوئی ہے، وہ ڈائن ہے،لڑکی نہیں ہے،دیکھا نہیں کل رات میرا کیا حال کیا اس نے،تم مجھے میرا پیسہ واپس کرو مجھے نہیں چاہیے وہ آدمی نے دانت پیستے ہوئے لی تاؤ کی پیش کش ٹھکرا رہا تھا۔

لی تاؤ اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اس کے ہاتھوں کی گرفت کم کرنے کی ناکام سعی کر رہا تھا۔

تم۔۔۔تم ایک ٹرائی اور کرو بہت مارا ہے کل اسے میں نے، آج چوں

بھی نہیں کرے گی۔۔۔۔تم ہی پہلے ہو جس کو وہ پیش ہوئی ہے لی تاؤ بمشکل بولتے ہوئے اسے پچکار رہا تھا۔

دروازے کے پار آنکھ کی سیاہ پتلی میں خوف کے سایے لہرا گیے۔

نہیں مجھے نہیں چاہیے۔ے۔ے۔ے۔۔۔۔مجھے میرے پیسے چاہیے بس۔س۔س۔۔۔وہ طیش میں چلایا۔

اوکے۔۔اوکے میں کل اسے شہر بیچنے جا رہا ہوں، تمہیں پرسوں پیسے مل جائیں گے۔۔لی تاؤ ہاتھ جوڑے اس سے مہلت مانگ رہا تھا۔

ہر حال میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں تو وہی کانٹا اب کی بار تیرے اندر گھسا دوں گا سمجھا۔ا۔ا۔ا اس نے ایک جھٹکے سے لی تاؤ کو چھوڑا۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے پڑی کرسی سے ٹکرایا۔آدمی اب غصے سے اسے گھور رہا تھا جبکہ لی تاؤ زمین پر لیٹا سانس بحال کرتا ہوا کھانس رہا تھا۔

اس آدمی نے گھور کر آخری نگاہ لی تاؤ پر ڈالی اور پھر لنگڑاتا ہوا گھر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔یقینا کل رات کانٹا چبھنے کی تکلیف

اسے بہت زیادہ ہوئی ہو گی کیونکہ اس نے نا صرف کانٹا اس کی ران میں گاڑا تھا بلکہ اس پر اپنا پورا وزن ڈال دیا تھا جس کے باعث وہ اس کی جلد کے اندر گہرائی میں پیوست ہوا تھا۔

وہ اب بھی یونہی آنکھ ٹکائے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی کہ اچانک لی تاؤ کے دروازے کی طرف دیکھنے پر دبک کر پیچھے ہوئے خوف کی لہر ٹھنڈ سے اکڑے جسم میں سرائیت کرنے لگی۔قدموں کی چاپ اب دروازے کی طرف آ رہی تھی۔

دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا وہ جو پلنگ پر بیٹھی تھی کانپ کر پیچھے ہوئی ۔لی تاؤ تلملا کر اس کی طرف آیا۔اور اسے بازو سے کھینچ کر زمین پر پٹخا۔وہ کرآہ گئی۔

پتا ہے میرا کتنا نقصان کیا تو نے۔۔۔۔؟؟وہ اس گاؤں کا سب سے امیر آدمی تھا،اس کو ان چھوئی لڑکی دینے کا پیسہ لیا تھا میں نے لی تاؤ اس کے سر پر کھڑا چیخ رہا تھا۔

وہ تو بس تیز تیز سانس لے رہی تھی،لی تاؤ کو اس کے گھورنے پر مزید

غصہ آیا، اس پر پھر سے ٹانگوں کی برسات شروع کر دی وہ باہر ہونے والی اپنی ساری تذلیل کا بدلہ اب اس سے لے رہا تھا۔

اس نے ٹانگوں کو سمیٹ کر پیٹ سے چپکا لیا۔لی تاؤ کے پاؤں اب ٹانگوں پر اور کمر کی ہڈیوں پر لگ رہے تھے۔وہ مسلسل ٹانگیں مارتے ہوئے چیخ رہا تھا۔

اور تم نے کیا حال کیا اس کا کل،اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا اس نے طیش سے مٹھیاں بھینچیں۔

غصے میں کانپتے ہوئے وہ اب اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں دبوچ چکا تھا اور چہرہ جھٹکا دے کر اوپر کیا وہ تکلیف اور خوف سے کانپ رہی تھی۔

تجھے یہ سب کرنے میں بہت مسئلہ ہے نا۔۔۔۔اب دیکھنا یہ جسم جسے تو چھونے بھی نہیں دیتی کیا حال ہوتا ہے اس کا وہ بار بار اس کی گردن کو جھٹکے دے رہا تھا۔

تمھارے سارے اعضا ایک ایک کر کے نکال کر بیچے جائیں گے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے غرا رہا تھا۔

بال چھوڑ کر اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہال میں پڑے میز تک گیا وہاں سے ایک پیالی اٹھائی اور اس تک واپس آیا۔وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اسے بار بار آنکھیں کھول کر دیکھ رہی تھی۔

کھانا کھاؤ گی؟بھوک لگی ہے۔۔۔؟ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے وہ استہزائیہ پوچھ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھوک سے تو واقعی بہت برا حال تھا،چہرہ اوپر اٹھایا۔

لی تاؤ نے ایک جھٹکے سے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ فرش پر پھینک دی۔پلیٹ نیچے گرتے ہی اس میں موجود سارے نوڈلز زمین پر ڈھیر ہوئے۔وہ قہقہ لگاتے ہوئے گھٹنوں کے بل نیچے اس کے بلکل سامنے بیٹھا۔

کھاؤ۔۔۔کھاؤ۔۔۔بالوں سے اس کا چہرہ پکڑ کر نوڈلز کے ڈھیر پر رکھ کر دبا دیا

وہ نوڈلز پر اس کا چہرہ مسل رہا تھا۔وہ بلبلا اٹھی اور پوری قوت لگا کر چہرہ اوپر کرنے کی کوشش کی مگر تین دن سے بھوکے رہنے کی وجہ سے نقاہت بڑھ گئی تھی۔چند سکینڈ کے بعد لی تاؤ نے جھٹکا دے کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور بلند و بانگ قہقہ لگایا۔چہرے پر جگہ جگہ نوڈلز چپکے ہوئے تھے۔

تمہارے باپ کو پیسے دیے ہیں میں نے۔۔۔اب تم میری ملکیت ہو،چاہوں تو چمڑی بیچوں چاہوں تو اعضا،واپس نہیں جاؤ گی تم سمجھی وہ پورے دانت واضح کیے چیخ اٹھا

وہ اس کی ٹوٹی پھوٹی باتیں سمجھ پا رہی تھی وہ شاید اسے اب آگے کہیں بیچنا چاہتا تھا۔وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔

وہ جلدی سے اٹھی اور پاگلوں کی طرح زمین پر گرے نوڈلز اٹھا کر کھانے لگی۔آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری تھے وہ مٹھیاں بھر بھر کر نوڈلز منہ میں ڈال رہی تھی۔اس وقت زخموں کی تکلیف نہیں بھوک کا

احساس غالب تھا۔

سورج غروب ہونے کو تھا اور کراچی میں شام اپنے سایے پھیلا چکی تھی۔لائنز ایریا کی عمارتیں بھی اب اندھیرے میں ڈوبنے کو تیار تھیں۔

جووت۔۔۔جووت۔۔۔جوی نے اونچی آواز میں پکارا

وہ فلیٹ کی عمارت کے سامنے موجود میدان کے گیٹ پر کھڑی تھی۔دونوں ہاتھ کمر پر دھرے ہلکے زرد رنگ کے جوڑے میں ملبوس وہ معمول سے زیادہ گہری رنگت کی لگ رہی تھی۔بھنویں اکھٹی کیے اور آنکھوں کو چندھی کیے

یہ گول میدان تھا جس کے مختلف اطراف میں چار دروازے تھے۔یہ تمام عمارتوں کا مشترکہ میدان تھا جہاں تمام عمارتوں کے فلیٹوں میں رہائش پزیر بچے کھیلتے تھے۔وہ جووت کو پکارتی اب میدان میں لگے لوہے کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

میدان میں انگنت چھوٹے بڑے لڑکے مختلف کھیل کھیلنے میں مصروف

تھے۔وہ ارد گرد چھ سالہ جووت کو کھوجنے کے لیے نگاہیں گھما رہی تھی جب اچانک درخت کے نیچے موجود بنچ پر نگاہ تھم گئی۔

وہ شاید وہی لڑکا تھا جسے اس دن اس نے اور سنانا نے بالکنی سے دیکھا تھا۔وہ آج بھی خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا۔ارد گرد کھیلتے تمام بچوں اور لڑکوں سے بے نیاز عمر کے لحاظ سے وہ انیس بیس سال کا لگ رہا تھا۔

وہ لڑکا اُسی انداز میں سر جھکائے نگاہیں زمین پر گاڑے کھویا سا بیٹھا تھا جیسے اس دن بارش میں بیٹھا تھا۔اُس کی عمر کے یہاں تمام لڑکے مختلف کھیل کھیلنے میں مصروف تھے واحد وہ تھا جو یوں سر جُھکائے پریشان حال بیٹھا تھا۔یقیناً وہ کسی بہت بڑی پریشانی میں مبتلا تھا۔

اچانک اس کے پیروں کے پاس ایک گیند آ کر گری وہ چونکا اور خیالوں سے باہر آیا۔وہ پرانے سے سلیپر پہنے ہوئے تھا۔کپڑوں کی حالت بھی ابتر تھی وہ کسی متوسط سے بھی نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والا لگ رہا تھا۔گیند کے یوں پاؤں کے پاس آ کر گرنے پر پہلے تو وہ چند سکینڈ کے

لیے گیند کو یونہی دیکھتا رہا پھر سر اوپر اٹھایا۔

اس کے بال گھنے اور سیدھے ہونے کے باعث کتنی ہی لٹیں اس کے ماتھے پر گری تھیں۔اس کی آنکھیں تھکی ہوئی لگ رہی تھیں۔بھنویں اکٹھی ہونے کے باعث آنکھوں کی پتلیاں سکڑی ہوئی تھیں۔وہ ہنوز بے تاثر چہرے اور سپاٹ آنکھوں سے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں کچھ لڑکے کرکٹ کھیل رہے تھے اور ان کی گیند اس کے پاس آ کر گری تھی۔

اس کی رنگت صاف تھی اور ہلکی سی مونچھیں اور داڑھی اس کے چہرے پر خوب جچ رہی تھیں۔اس کا چہرہ اس کے حلیے کے بلکل برعکس تھا۔وہ جو اس کے حلیے سے اسے کوئی متوسط سے بھی نچلے طبقے کا کوئی غریب مجبور لڑکا سمجھے ہوئے تھی، اب اس کے سر اوپر اٹھانے پر اپنی ہی پہلی سوچ کو رد کر دیا۔

وہ توحش نگاہیں اس پر ٹکائے ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز اسے دیکھنے میں مگن تھی۔وہ خوبرو اور ایک نگاہ میں اسیر کر دینے والی شخصیت کا مالک تھا۔جوی کی جگہ شاید کوئی بھی ہوتا ہو گا تو اسے پہلی دفعہ یوں ہی

جی بھر کے دیکھتا ہو گا۔

وہ خود ایک عام شکل و صورت کی مالک ضرور تھی۔مگر دل کب اتنا حسن پرست ہوا کہ وہ دم سادھے اس لڑکے کو دیکھتی رہ گئی۔

وہ اب اپنے پیروں کے پاس پڑی گیند کو جھک کر ہاتھ میں اُٹھا چکا تھا اور اپنی طرف آتے لڑکے کی طرف گیند اچھال دی۔اچانک گیند پھینکتے ہوئے اس کی نگاہ کچھ دور ساکن کھڑی جوی پر پڑی جو اسے یوں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔اس کے یوں دیکھنے پر جوی نے فوراً سٹپٹا کر نگاہوں کا زاویہ بدلہ۔

آپی میں یہاں ہوں ادھر دیکھو۔۔۔چیختی سی آواز عقب سے ابھری

جووت نے شاید اسے کھڑا دیکھ لیا تھا اور اب وہ خود اس کے پاس آ گیا تھا۔وہ دفعتاً مڑی جووت پسینے میں شرابور اس کے پیچھے کھڑا تھا۔وہ لڑکا اب یک ٹک ان کی طرف دیکھ رہا تھا جوی کا دل بلاوجہ اس کے یوں دیکھنے پر ہولے سے لرزا حالانکہ یہ کوئی ایسی اچھنبے کی بات تو نا تھی جس طرح کچھ دیر پہلے وہ اسے تاک رہی تھی وہ بھی اُسے ویسی ہی

سرسری نگاہوں سے ہی دیکھ رہا تھا لیکن عجیب سا احساسِ شرمندگی تھا۔

وہ گڑبڑا کر جووت کے پاس ہوئی اور اس کا کان مڑوڑ ڈالا۔

ہاں کتنی بار اماں نے تم کو سمجھایا ہے،سورج ڈوبنے سے پہلے گھر کو واپس آیا کر،اب چل جلدی سے گھر وہ غصے میں بیٹھی ہیں سخت لہجے میں ڈپٹا۔

جووت کان مڑوڑنے کے سبب ایک آنکھ بند کیے تکلیف سے منہ کھول رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بس کریں آپی آج میچ لمبا ہو گیا تھا تھوڑا سا جووت نے بیچارگی سے کہا

جوی نے ایک جھٹکے سے جووت کا کان چھوڑا اور بنا اس لڑکے کی طرف دیکھے قدم تیزی سے آگے بڑھا دیے۔سانس بلاوجہ پھول رہا تھا۔جووت بھاگتے ہوئے اب اس کے ساتھ ہمقدم ہوا۔

بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے بارہا سر کو جھٹکا پر وہ لڑکا اور اس کی عجیب سی گہرائی لیے آنکھیں تو جیسے ذہن کے ساتھ چپک ہی

گئی تھیں۔

ایسا بھی کیا عجیب تھا اس لڑکے میں جووت کا ہاتھ تھامے وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنی ہی سوچوں میں گم تھی

جب جووت کی کراہ پر چونکی۔اپنی سوچوں میں گم وہ کب اس کے ہاتھ پر گرفت بہت بڑھا چکی تھی خبر ہی نا ہوئی۔

آپی۔۔ہاتھ کیوں اتنی زور سے دبا رہی ہو ؟؟۔۔۔اماں کی مار سے پہلے ہی ظلم ڈھا رہی ہو مجھ پر جووت نے تکلیف سے کراہتے ہوئے التجا کی،جوی نے ناک پھلا کر آنکھیں چندھی کیے گھور کر اُس کی طرف دیکھا۔

باتیں تو بہت بنانی آ گئی ہیں تمہیں، آج تمہاری درگت سے میں نہیں بچانے والی تمہیں،دیکھنا کیسے اماں تمھاری چمڑی اُدھیڑتی ہیں،آسان ہے کیا ؟؟ یوں تمہیں پکڑ پکڑ کر لانا باہر سے وہ گردن گھما کر دانت پیستے ہوئے اسے جھاڑنے میں مصروف تھی۔

جووت منہ پھلا کر ساتھ چل رہا تھا۔چہرے پر پریشانی کے آثار تھے وہ صبح کہہ رہی تھی آج تو اماں سے اس کی اچھی درگت بننے والی تھی۔

وہ لوگ اپنے فلیٹ کے پاس پہنچ چکے تھے اور جوی اسے اچھی خاصی سنا چکی تھی۔فلیٹ کا دروازہ ہمیشہ کی طرح آدھا کھلا تھا جو رات کو جان کے آنے کے بعد ہی بند ہوتا تھا۔

جوی پھولی سانس کو بحال کرتی فلیٹ کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی تو جووت بھی اس کے پیچھے سر جھکائے اندر داخل ہوا۔اندر داخل ہوتے ہی چھوٹے سے لاؤنج میں سے دو کمروں کے دروازے کُھلتے تھے۔اور ایک طرف چھوٹا سا ڈربہ نما باورچی خانہ تھا اور دوسری طرف غسل خانہ۔دونوں کمروں کے وسط میں بالکنی میں کھلتا دروازہ تھا۔

لاؤنج میں ایک طرف ایک لکڑی کا پلنگ رکھا ہوا تھا اور پاس پڑی میز پر کتابوں اور ان گنت چیزوں کا ڈھیر تھا۔زنگ آلودہ پرانا سا فریج باورچی خانے کے بلکل باہر پڑا تھا اور ایک طرف برتنوں کی ٹوٹی سی الماری جس میں برتنوں کے بجائے پرانے اخبار اور جوی کے بہت سے

رسالہ جات پڑے تھے۔ایک طرف پلنگ سے تھوڑا سا آگے پلاسٹک کے باریک پائپ سے تیارہ کردہ رنگ برنگی چٹائی بچھی تھی۔جہاں دس سالہ میرِی بیٹھی کچھ لکھنے میں مصروف تھے اس کے آگے اس کی کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔

ایک طرف چھوٹے سے لکڑی کے میز پر ٹی وی رکھا ہوا تھا جس پر اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ٹی وی انتہائی مرمری حالت میں تھا کہ اس پر اینٹ رکھتے تھے تو سکرین جھولنا بند کر دیتی تھی۔میلی کچیلی دو کرسیاں ایک ساتھ جوڑ کر ٹی وی کے بلکل سامنے دیوار کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔ان میں سے ہی ایک کرسی پر مریم بیٹھی غصے سے جووت کو گھور رہی تھی۔

اَدھر آ ذرا۔۔۔۔مریم نے چیخ کر سر جھکائے جلدی سے کمرے میں جاتے جووت کو پکارا۔

وہ زبان دانتوں میں دبائے نگاہیں جھکا کر مڑا۔جوی نے اس کے اس انداز پر بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔وہ تین بیٹیوں کے بعد ایک ہی بیٹا تھا اور

مریم اس کے معاملے میں بہت حساس تھی۔

باورچی خانے سے کھٹ پٹ کی آوازیں آ رہی تھیں شاید سنانا رات کے کھانے کی تیاری میں جت چکی تھی۔جان کے آنے سے پہلے رات کا کھانا بن جاتا تھا۔اچانک میدان والے لڑکے کا خیال پھر سے ذہن میں آتے ہی جوی جلدی سے باورچی خانے کی طرف بڑھی جبکہ جووت کی مریم کے ہاتھوں کلاس شروع ہو چکی تھی۔

چولہے کے نیچے آگ پوری آنچ لیے جل رہی تھی اور اوپر رکھی دیگچی میں مسور کی دال اب پھٹکڑیوں صورت ابل کر دیگچی کے کناروں تک رہی تھی۔دوسرے چولہے پر فرائی پین میں گھی کے اندر پیاز جل کر سرخ ہو رہے تھا۔

یہ چھوٹا سا ڈربہ نما باورچی خانہ تھا جہاں دو دیواروں میں گھما کر پتھر لگی شیلف بنی تھی اور شیلف کے نیچے لکڑی کے ٹوٹے پھوٹے دروازوں والے کیبن بنے تھے۔

سنانا دیگچی کے بلکل سامنے کھڑی اس میں چمچ ہلا رہی تھی اور وہ شیلف سے کمر ٹکائے اس کے بلکل سامنے کھڑی تھی۔

صیح کہہ رہی ہوں میں۔۔۔وہی تھا اس دن بارش والا،بہت اداس دکھ رہا تھا بیچارا وہ سرگوشی نما آواز میں سنانا کے کان میں پُھس پُھسا رہی تھی۔

سنانا نے ماتھے پر تیوری ڈالی مگر کوئی جواب نا دیا گھی میں جلتے پیاز والا فرائی پین اٹھایا اور دیگچی میں الٹ دیا ایک دم سے گھی اور دال کے ملاپ کی تیز آواز کا بے ہنگم شور چھوٹے سے باورچی خانے کے باہر تک ابھرا۔

کہیں کوئی نئے تو نہیں آئے بلڈنگ میں ہمارے؟جوی نے بھنویں اُٹھائے تشویش ظاہر کی۔

سنانا دیگچی میں چمچ چلانے میں مگن تھی۔اور وہ آنکھوں کو سکوڑے پُرسوچ نگاہیں سامنے برتنوں کے ریک پر جمائی ہوئی تھیں۔پلاسٹک کے گدلے سے ریک میں دھلی چند پلیٹیں اور شیشے کے گلاس بڑے سلیقے

سے رکھے ہوئے تھے۔

یا پھر انو کا دوست ہو گا اس کو ہی ملنے کو آتا ہو گا ہماری بلڈنگ میں، تمھارا کیا خیال ہے؟جوی نے اپنا اگلا اندازہ بتایا اور پرجوش انداز میں سنانا کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا

کیا ہے کچھ تو بولو نہ،میں کب سے تمہیں کچھ بتا رہی ہوں اور ایک تم ہو بس چپ سے سنے جا رہی ہو جوی نے اس کی مسلسل خاموشی پر جُھنجلا کر استفسار کیا۔

سنانا نے گہری سانس باہر انڈیلی چولہے کے نیچے جلتی آنچ کو کم کیا اور اس کی طرف رُخ کیا جو پیشانی پر بل ڈالے اسے گھور رہی تھی۔

میں تو یہ سوچ رہی ہوں تب سے کہ اس دن مجھے محترمہ نے کہا کہ ہم کیوں کر رہے ہیں اس لڑکے پر اتنی انوسٹی گیشن اور آج خود جب سے باہر سے آئی ہو، بس اسی لڑکے کا بارے میں بتائے جا رہی ہو،خیر تو ہے ؟؟سنانا نے کمر کے گرد باندھا دوپٹہ کھولتے ہوئے بھنویں اچکا کر تجسس سے پوچھا۔

جوی نے بھنویں اکٹھی کیے اس کی سوچ کی نفی کی جبکہ وہ شیلف پر کچھ دور رکھے رینک میں لگی پلیٹ کو اٹھائے دیگچی کی طرف مڑی

ہاں۔۔۔تو سہی کہہ رہی ہے ایسا بھی کیا۔۔۔میں کیوں ذہن پر سوار کر رہی ہوں اس کو جوی نے اس کی بات پر غور کرتے ہوئے سر کو جھٹکا۔

سنانا نے لب بھینچے دیگچی کا ڈھکن اٹھایا اور بھاپ اڑاتی دیگچی میں چمچ ڈالا۔جوی نے نچلے لب کو دانت میں دبائے ایک دفعہ پھر سے پرسوچ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

سنانا۔ا۔ا۔۔۔کیا ہے کہ میں یہ سوچ رہی تھی وہ کریسچن نہیں ہو سکتا !!!!! مسلمان لگتا ہے جوی کی سوئی ابھی بھی وہیں پر اٹکی تھی۔

سنانا نے بے توجہی سے چمچ میں سالن بھر کر پیلیٹ میں انڈیلا اور اس کی طرف رُخ موڑا۔

جوی وہ جو بھی ہو ہمیں کیا لینا دینا اس سے چھوڑو اس کو کھوجنا،ذرا یہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چھک کر بتاؤ بھلا صحیح بنی ہے کیا دال؟اماں سے کلاس نا ہو جائے کہیں سنانا نے پلیٹ اس کے آگے کرتے ہوئے کہا

سنانا صحیح کہہ رہی تھی وہ کیوں بلاوجہ ایک انجان لڑکے کی شخصیت میں اتنا الجھ رہی تھی سر جھٹک کر پلیٹ پر نظریں جمائیں۔اور پلیٹ سنانا کے ہاتھ سے تھام لی۔

ڈرانگ ولاس میں شام اپنی تمام طر رنگیناں لیے اتری تھی۔سرخ،نارنجی اور پیلی روشنیوں میں نہایا سورج سمندر میں ڈوبتا ہوا دل آویز منظر پیش کر رہا تھا۔لان میں مدھم سی چلتی ہوا تیراکی کے تالاب میں موجود نیلے پانی میں ارتعاش پیدا کرتے ہوئے لہریں بنا رہی تھی۔

تالاب سے چند قدم کے فاصلے پر لگے صوفوں پر سفید رنگ کی پوشش پر ہلکے گلابی پھول سبز قالین صورت بچھی گھاس والے لان کے حسن میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔

اور انہی صوفوں میں سے ایک صوفے پر دران پورے وقار کے ساتھ

صوفے کے ہتھے پر بازو ٹکائے،سفید آدھی آستین کی ٹی شرٹ کے نیچے سیاہ ڈھیلا سا ٹرائیوزر زیب تن کیے سامنے بیٹھے ہاروی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

ایک طرف رکھے صوفے پر انل لیپ ٹاپ گود میں لیے بیٹھا کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا اور اسی کے مخلاف سمت ہاروی ٹانگ پر ٹانگ رکھے براجمان تھا۔انل سے بہت دیر بحث کے بعد جب اس نے ایڈوانس واپس دے کر فلم سے دستبردار ہونے کا کہا تو ہاروی کو مجبوراً درانگ ولاس آنا پڑا۔درانگ کا اس کی فلم سے ایک دفعہ کا انکار مطلب ہمیشہ کا انکار تھا جو اسی کے لیے نقصان کا باعث بھی ہو سکتا تھا وہ ہالی وڈ کے پہلے پانچ اُبھرتے ستاروں میں سے ایک تھا جنہوں نے پوری ہالی وڈ میں ہلچل مچا رکھی تھی۔

تمھارے ساتھ یہ میری پہلی فلم ہے دُرانگ،اس لیے مجھے اندازہ نہیں تھا تم ایسے سین بلکل نہیں کرتے۔ہاروی نے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا۔

مسٹر سٹائن۔۔۔ویسے تو میرے بہت سے قصے انڈسٹری میں بہت مشہور ہیں۔۔۔لیکن ان میں سے سٹفین کی فلم کا قصہ آپ نے نہیں سن رکھا یہ بات میرے ماننے میں نہیں آ رہی ہے بکھرے بالوں میں آہستگی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وثوق سے کہا۔

ہاروی نے ایک آبرؤ اچکایا،انداز چوری پکڑے جانے والا تھا۔دران صیح کہہ رہا تھا اس کا سٹفین کی فلم والا قصہ بہت مشہور ہوا تھا۔وہ فلم کی کو سٹار کے ساتھ بوسہ زنی کا منظر تھا جس پر دران بیچ میں ہی فلم چھوڑ رہا تھا کیونکہ سٹفین نے منظر میں اس کی عدم دلچسپی محسوس کرتے ہوئے دران سے جھگڑا کر لیا تھا ۔

بلکہ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ نے سٹفین سے شرط لگا رکھی تھی کہ درانگ میری فلم میں ایسا سین ضرور کرے گا خفیف سا قہقہ لگایا

کندھے دھیرے سے ہلنے لگے تھے آنکھیں چمک رہی تھیں جن میں بلا کی ذہانت جھلک رہی تھی۔ایک لمحے کو ہاروی سٹپٹا گیا وہ کیسے سب جانتا تھا۔وہ اب سر کو جھکا کر بمشکل اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی کو زیر

لب مسکراہٹ میں تبدیل کر رہا تھا۔ہاروی نے لب بھینچے انل کی طرف دیکھا۔وہ خود لیپ ٹاپ سے توجہ ہٹائے اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

جو سکرپٹ تم نے مجھے پڑھنے کے لیے بھیجا تھا۔اس میں میرا اور کارلہ کا کوئی ایسا برہنہ رومانوی منظر نہیں تھا دران نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسائے دو ٹوک انداز میں کہا

ہاروی نے ایک دم سے پہلو بدلہ،انل نے کن اکھیوں سے باری باری دونوں کی طرف دیکھا اور نگاہیں پھر سے لیپ ٹاپ پر جما دیں۔

نہیں۔۔۔یہ تو فلم ڈرائیکٹر نے بعد میں ایڈیشن کروایا ہے، تھوڑا ایسا مسالہ ایڈ ہونا چاہیے فلم میں آجکل اس کی ڈیمانڈ ہے ہاروی نے اپنا موقف پیش کیا اور تائید کے لیے پاس بیٹھے انل کی طرف دیکھا۔

انل نے جوابی کوئی اشارہ نہیں دیا،دیتا بھی کیوں یہ سارے حربے وہ دران کو قائل کرنے کے لیے آزما کر ناکام ہو چکا تھا۔

مجھے ڈیمانڈ نہیں دیکھنی معیار دیکھنا ہے دران نے ایک آبرو چڑھائے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

روکھے سے لہجے میں جواب دیا

ویسے میں نے تو انل کو ایک اور آفر بھی دی ہے صبح شاید اس نے ذکر کیا ہو ہاروی نے کن اکھیوں سے انل کی طرف سوالیہ نگاہ ڈالی۔

انل نے آنکھیں نکلاتے ہوئے سر کو نفی میں جنبش دی۔وہ انل سے ان مناظر کی خاطر پیسے بڑھانے کی پیش کش کر چکا تھا لیکن انل یوسف جانتا تھا دران پھر بھی نہیں مانے گا اس لیے اس نے ہاروی کو اسی وقت دو ٹوک لہجے میں منع کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ درانگ پیسوں میں نہیں بکتا وہ صرف اپنے فن کے پیسے لیتا ہے اور اس کا فن اس کی جاندار اداکاری اور فائٹنگ اسٹنٹ تھے جو وہ خود فلماتا تھا۔

درانگ پیسوں میں نہیں بکتا مسٹر سٹائن، صرف اپنے فن کا پیسہ وصول کرتا ہے دران نے سگریٹ سلگائی

ہاروی نے چونک کر حیرت سے انل کی طرف دیکھا وہ تو سمجھا تھا شاید اس نے درانگ سے یہ بات نہیں کی ہو گی لیکن۔۔۔مخصوص انداز میں لائٹر کو کھولتے اور بند کرتے ہوئے وہ گہری نگاہوں سے ہاروی کو دیکھ

رہا تھا۔

یہی کہا ہو گا انل نے آپ سے ؟؟استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوال پوچھا۔

ہاروی نے گہری سانس لی اور پشت صوفے کے ساتھ ٹکا دی۔وہ اس کی سمجھ سے باہر تھا آج ماننا پڑے گا لوگ اس کو صیح بد دماغ کہتے ہیں۔

ٹھیک ہے۔۔۔مان لی تمھاری بات ان میں سے کوئی سین ایڈ نہیں ہو گا، اب کل صبح کی فلائیٹ ہے تم اور کارلہ ایک ہی فلائیٹ میں ہو گے ہاروی نے کندھے اچکائے اور ہتھیار ڈال دیے۔

دران نے سگریٹ والے ہاتھ سے دائیں آبرؤ کو انگوٹھے سے سہلایا اور پھر لب بھینچے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

جیسے ہی اُس کی آنکھوں پر سے کسی نے کھینچ کر سیاہ پٹی ہٹائی تیز روشنی کے سبب اس نے جلدی سے آنکھیں میچ لیں۔

پھر آہستگی سے پلکوں کو لرزاتے ہوئے آنکھوں کو کھولا،یہ ایک چھوٹا سا آفس نما کمرہ تھا جو بے انتہا بدبودار تھا۔اس کے سامنے تین نفوس کھڑے تھے۔لی تاؤ اس کا دوست وانگ اور تیسرا کوئی اور شخص تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔لی تاؤ اس سے باتیں کر رہا تھا اور بار بار تیسرے شخص کو شیون کے نام سے پکار رہا تھا۔

وہ اس وقت ہلکے گلابی رنگ کی بنا آستین والی ٹی شرٹ اور تنگ جینز میں ملبوس تھی جو صبح زبردستی لی تاؤ نے اسے پہننے کے لیے کہا تھا۔اس کے باقی سب کپڑے وہ اٹیچی سمیت اٹھا کر پھینک چکا تھا۔

اس کے چہرے پر گردن پر انگنت نیل کے نشان جو پچھلے چار دن کی کہانی چیخ چیخ کر سنا رہے تھے۔وہ اپنی آبرو بچانے کے لیے جی جان لگائے ہوئے تھی۔

اچانک لی تاؤ آگے بڑھا اور بازو سے کھینچ کر اسے شیون کے سامنے کیا۔ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس بھی وہ خود کو برہنہ ہی محسوس کر رہی تھی۔کیونکہ سامنے کھڑے شیون کی نگاہیں اس کے چہرے سے زیادہ اس

کے جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

ٹی شرٹ گہرے گلے والی تھی جسے اب وہ سمٹ کر دونوں ہاتھوں سے اوپر کر رہی تھی۔لی تاؤ آج اسے پانچ گھنٹے کے طویل مسافت کے بعد شہر میں لے آیا تھا۔

اس عمارت میں داخل ہوتے ہی بیرونی گیٹ پر اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ دی گئی تھی جو اب اس آفس نما کمرے میں آ کر کھولی گئی تھی۔

شیون اب لبوں پر خباثت سے انگلی پھیرتے ہوئے اس کے ارد گرد گھوم کر اسے جانچ رہا تھا اس کی نگاہوں میں موجود حیوانیت اس کو اندر سے لرزا رہی تھی۔

اچانک شیون نے اس کے بار بار گلے کے درست کرتے ہاتھوں کو پکڑ کر پاس پڑی ٹیپ کے ساتھ پیچھے کے رُخ کمر پر باندھ دیے۔وہ اس عمل پر لڑکھڑا گئی۔شیون اب پھر اس کو بغور دیکھ رہا تھا پھر رکا اور لی تاؤ کی طرف حیرت سے دیکھا۔

تمہیں یہ اُس کام کے لیے بیکار کیوں لگتی ہے اچھی خاصی تو ہے حیرت اور خباثت سے بھنویں اچکائے سوال کیا۔

لی تاؤ نے ایک حقیر نگاہ اس پر ڈالی جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے کان کھڑے کیے ان کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پر وہ اتنی تیزی سے چینی زبان بول رہے تھے کہ اس کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔

فقط ایک خوف تھا جو ریڑھ کی ہڈی میں اوپر سے نیچے گردش کر رہا تھا۔

تمہیں اس میں کیا خاص نظر آیا،تم بس اسے اعضا پیوند کاری والے ڈیپارٹمنٹ میں ڈالو اور مجھے میرا معاوضہ دو لی تاؤ نے بھر پور بیزاریت ظاہر کی

وہ اس کے بار بار بھاگنے اور جسم فروشی پر آمادہ نا ہونے سے تنگ آ چکا تھا اور اب اسے صرف پیسوں سے غرض تھی۔

شیون اب اس کی شرٹ کو انگلی میں گھماتے ہوئے اسے قریب کر رہا

تھا اور شیون کی اس حرکت پر وہ پھنسے ہوئے پنچھی کی طرح پھڑپھڑانے لگی۔

لی تاؤ نے ایک جھٹکے سے شیون کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے کیا

اے۔۔ے۔۔ے۔۔۔ایسے نہیں اگر اس کے لیے چاہیے پہلے پیسے دو مجھے،میرا مال ہے لی تاؤ نے تن کر کہا

وہ خباثت سے بلند و بانگ قہقہ لگاتا ہوا پیچھے ہوا چند قدم آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر اشارہ کیا اگلے ہی لمحے ایک اور پھٹکار زدہ چہرے والا نفس آفس میں داخل ہوا۔

پیسے دو ان کو، فارغ کرو اور مارک کو بھیجو میرے پاس شیون نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چابی کمرے میں آنے والے نفس کی طرف پھینکتے ہوئے حکم صادر کیا

چابی تھامنے کے بعد اس آدمی نے آنکھ سے ہی لی تاؤ اور وانگ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا لی تاؤ بنا اس کی طرف ایک بھی نگاہ ڈالے باہر

جا چکا تھا۔

اب کمرے میں شیون پوری طرح ایکسرے مشین بنا اسے جانچ رہا تھا۔

پلیز۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔مجھے پاکستان جانا ہے اپنے گھر اچانک وہ بھاگتی ہوئی شیون کے پیروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

جتنی ٹوٹی پھوٹی چینی زبان اسے آتی تھی وہ ساری آزما رہی تھی۔لیکن شیون تو وقت کا فرعون بنا قہقے لگا رہا تھا یوں جیسے وہ اس کے گڑگڑانے اور رونے سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

اسی لمحے دروازہ کھول کر ایک بڑے ڈیل ڈول کا آدمی داخل ہوا وہ کوئی سیاہ فام تھا اور اب تک کے تمام نفوس میں ہیبت ناک تھا۔

وہ جو پرسوں پچاس لڑکیاں الگ کی تھیں۔ان میں ڈال دے اس کو شیون نے بے رحمی سے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سامنے کھڑے سیاہ فارم کو حکم صادر کیا

حکم ملتے ہی سیاہ فام آگے بڑھا اور جھک کر اسے بالوں سے دبوچا،اس

کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اوپر کو کھنچتے بالوں کے ساتھ آنکھیں بھی اوپر کو چڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

تکلیف سے متواتر چیخیں مارتی ہوئی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔اس شخص نے پہلے اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ پٹی باندھی اور پھر ایک جھٹکے میں اسے اپنے کندھے پر ڈا لا ٹانگوں پر اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھی۔

آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھے ہونے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔بس وہ چلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا پھر سیڑھیاں اترتا ہوا۔اور پھر ایک جگہ وہ رک گیا۔

ہر گزرتا لمحہ اس کی زندگی کو اندھیروں میں دھکیل رہا تھا۔سب کچھ ایک بھیانک خواب جیسا تھا۔

سیاہ فراری نرم روی سے چارکول میں لپٹی شفاف سڑک پر چل رہی تھی۔گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھا انل اپنے ساتھ بیٹھے دران کو کافی دیر

سے جانچ رہا تھا۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔وہ لوگ رات کو آٹھ بجے شوٹنگ سے پہلے معمول کی شاپنگ کے لیے گھر سے نکلے تھے۔کل صبح چائنہ کے لیے فلائٹ تھی اس لیے ضروری سازو سامان آج ہی خریدنا تھا۔

دُران متحوش سی کیفیت میں غیر مرئی نقطے پر نگاہیں مرکوز کئے ہوئے تھا ویسے تو اُسے طویل وقت تک خاموش رہنے کی عادت تھی لیکن انل سے کبھی کبھار اس کی یہ عادت برداشت سے باہر ہو جاتی تھی اور اب بھی دران کو دیکھ کر اس کا کچھ ایسا ہی حال تھا۔

کیا ہوا۔۔۔پریشان کیوں لگ رہے ہو؟پوری طرح اس کی طرف رخ موڑے سوال کیا۔

دران نے چہرہ موڑا اور گہری نگاہوں سے انل کی طرف دیکھا بھنویں ہنوز کسی گہری سوچ کے باعث پیشانی پر اکھٹی ہو کر افقی شکن بنائے ہوئے تھیں۔

تمہیں ہاروی عجیب نہیں لگتا؟انل کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس سے سوال پوچھ لیا

یہ اس کی عادت تھی سوال پر جواب کے بجائے سوال کرنا اور دوسرے انسان کو خود سے جواب تلاش کرنے پر مجبور کرنا۔

لیکن اس وقت کیا گیا سوال عجیب تھا کہ اس کو ہاروی کیوں عجیب لگا حالانکہ آج تک سب کو وہ ہی عجیب لگتا تھا۔

مطلب۔۔۔؟انل نے کندھے اچکائے

مطلب مجھے کچھ عجیب لگتا ہے پر تجسس لہجہ

انل نے نا سمجھی نگاہوں میں سموئے دیکھا،سیم گاڑی کو سرخ بتی جلنے کے باعث سگنل پر روک چکا تھا۔

ہاروی کے پاس کتنی سپر ہٹ فلیمیں ہیں؟پھر سے اسی انداز میں حیران بیٹھے انل سے سوال کیا

انل نے بھنویں اٹھائیں اور لبوں کو گولائی رخ گھماتے ہوئے چند سکینڈ

سوچا پھر ناکام ہو کر اس کی طرف دیکھا اب وہ ہاروی کی سپر ہٹ فلموں کی گنتی تو ہر گز نہیں جانتا تھا۔

سب سپر ہٹ ہیں اور یہ والی بھی سپر ہٹ ہی جائے گی کیوں ایسا کیوں پوچھ رہے ہو متوازن لہجے میں جواب دے کر تشویش ظاہر کی

لیکن میرے حساب سے پھر بھی کچھ گڑبڑ ہے اس کے پاس اتنی دولت کی ریل پیل صرف چند سپر ہٹ فلمیں دے کر وہ کیسے بہت ساری پروڈکشنز کمپنی کو پیچھے چھوڑے ہوئے ہے یہ دران نے ٹھوڑی سہلائی اور آنکھوں کو سکوڑا۔

انل نے گہری سانس لی اچھا تو وہ تب سے ان سوچوں میں مگن تھا۔سگنل کھل چکا تھا گاڑی پھر سے چلنے لگی تھی۔

دران ن۔ن۔ن۔تم ہمیشہ سے آگے کی سوچ کیوں رکھتے ہو؟میری تو سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے،اس کی دولت سے ہمیں کیا لینا دینا؟انل نے اس کی بات پر حیرت ظاہر کی

ہوں۔ں۔ں۔۔۔سہی چلو تم کہتے ہو تو چھوڑ دیا زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ لبوں کو پھیلایا۔

ایسی مسکراہٹ جو مسکراہٹ خود بخود چہرے پر آتی ہے وہ تو شاید کبھی اس کے چہرے پر آئی نہیں تھی۔لیکن اس دنیا میں مسکراہٹ نامی چیز اکثر جگہوں پر استعمال کرنی پڑتی ہے اس لیے اس نے ایک جھوٹی مسکراہٹ لبوں پر سجانا سیکھ لیا تھا جسے بوقت ضرورت وہ استعمال کرتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس مسکراہٹ کا ساتھ اس کی آنکھیں کبھی نہیں دیتی تھیں۔موبائل کی بجتی رنگ ٹون پر انل نے چونک کر ہاتھ میں پکڑے موبائل کی طرف دیکھا۔

رینا کال کر رہی ہے بار بار تم چینجنگ روم میں تھے تب بھی آئی تھی کال

انل نے موبائل پر ہی نگاہیں جھکائے ساتھ بیٹھے دران کو بتایا

تم بار بار کاٹتے رہو سپاٹ لہجے میں ترکی با ترکی جواب دیا۔

اٹس ناٹ فئیر درانگ۔گ۔گ۔گ۔۔۔۔شی لوز یو

انل نے مصنوعی آنکھیں نکالیں۔

رینا بریولی ہلز میں میں ایک مشہور دولت مند بزنس مین کی بیٹی تھی اور درانگ پر بری طرح فدا تھی کوئی بھی شوبز تقریب ہو یا کچھ بھی وہ ہر جگہ موجود رہتی تھی اس کے اثر و رسوخ اتنے تھے کہ وہ دران کے پیشہ ور فون نمبر تک رسائی پا چکی تھی اور اب آئے دن کالز کرتی رہتی تھی۔

اگر اس طرح کے لو کا خیال رکھنے بیٹھ گیا، تو بس پھر گیا میں متوازن لہجے میں جواب دیا اور اچک کر سیدھا ہوا۔

نگاہیں سڑک کی دائیں طرف موجود مونگلیا بیکری پر جم گئی تھیں۔یہ بیورلی ہلز کی مشہور بیکری تھی جو اپنے ٹیسٹ کی وجہ سے مشہور تھی۔

بیکری کے پاس روکو۔۔۔دران نے لبوں پر انگلیاں رکھتے ہوئے ڈرائیور

کو حکم صادر کیا

ڈرائیور حکم سے پہلے ہی گاڑی کو ایک طرف لگا رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اس سڑک سے درانگ کبھی رُکے بنا نہیں گزرتا تھا۔

بیکری کی شیشے کی بنی سامنے کی دیوار کے پار اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا اور آج بھی وہ سفید بیکری کیپ سر پر ٹکائے،سفید نیپکن باندھے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔کاؤنٹر کے سامنے کھڑا خریدار اس سے محو گفتگو تھا۔

آج پھر۔۔۔اف۔ف۔ف۔ف۔۔۔دران پلیز۔۔۔۔رات کو فلائیٹ ہے ہماری اور بہت سی تیاری باقی ہے آج نہیں۔۔۔انل نے جھنجلا کر ہاتھ ہوا میں اٹھائے اس سے ایک قسم کی التجا کی تھی لہجہ نہایت بیزاریت لیے ہوا تھا۔

دران اس کی بات ان سنی کرتا سگریٹ سلگا چکا تھا۔گاڑی کا شیشہ آہستگی سے نیچے جا رہا تھا اور دران کی نگاہیں بیکری کے شیشے کے پار اس لڑکی پر جم گئی تھیں۔

انل نے اپنے ہوا میں اٹھے ہاتھ بے بسی سے نیچے گود میں رکھے

تمہیں بات کرنی چاہیے اس سے دران کے قریب ہو کر سرگوشی نما مشورہ دیا۔

کیا بات کروں؟لبوں میں سگریٹ دبائے کہا اور لائٹر کو جلا کر سگریٹ کے پاس کیا جبکہ آنکھیں وہیں ٹکیں تھیں۔

تم جانتے ہو کیا بات۔۔۔؟ انل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

ابھی وقت نہیں وہ گاڑی کی پشت سے سر ٹکائے پرسکون لہجے میں کہہ رہا تھا آنکھوں کی پتلیوں میں اب لڑکی کا عکس بن رہا تھا جس میں وہ ہنس رہی تھی۔

انل نے گہری سانس باہر انڈیلی۔چند سکینڈ یونہی خاموشی نگل گئی۔

انل آگے ہوا کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور پھر دران کی طرف دیکھا جو گاڑی کی کھلی کھڑکی پر بازو ٹکائے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

مسٹر ملک اب چلیں آج اتنا بہت ہے اس کو دیکھنا انل نے سیٹ کی

پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے سوال کیا۔

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا،وہ ویسے ہی سگریٹ کے کش لگاتا ہوا شیشے کے پار اس لڑکی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

انل نے ضبط سے لب بھنیچے آنکھیں کھولیں اور پوری طرح اس کی طرف گھوم گیا۔

دران۔ن۔ن۔ن۔۔۔۔میری جگہ تمہارا پی اے کوئی اور ہوتا تو یقین کرو تمہیں چھوڑ چکا ہوتا میرے بھائی۔ی۔ی۔انل نے سر کو دائیں بائیں گھماتے ہوئے تھکے لہجے میں طنز کے تیر چلائے

کیوں ؟؟ معصومیت سے بنا اس کی طرف دیکھے سوال کیا

واہ۔۔۔یہ معصومیت۔۔۔میں پی اے ہوں لیکن کچھ بھی تمہیں وقت پر نہیں کروا پاتا انل نے دانت پیستے ہوئے اپنی بے بسی کی حد بتائی۔

سیم ڈرائیو پلیز۔۔۔اور اس راستے سے آنے سے گریز کیا کر بھئی انل نے آگے ہوتے ہوئے ڈرائیور کو مفید مشورہ دیا

سیم ویٹ۔۔۔دران نے رعب سے حکم دیا

انل نے گھور کر دیکھا اب دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں ضد سے دیکھ رہے تھے۔

سیم نو۔۔۔پلیز جلدی چلو انل نے دانت پیستے ہوئے سیم کو پھر سے مخالف حکم دیا

دونوں کے درمیان دوستانہ نوک جھونک اکثر ہوتی تھی اور سیم دونوں میں پس جاتا تھا۔اور اب بھی وہ دونوں کی کشمکش میں بیٹھا تھا کہ کس کہ بات مانے انل کی یا دران کی۔

اس وقت بہت تیاری پڑی ہے اور وہ سب اس سے زیادہ اہم ہے چلو سیم تم فوراً درانگ چلو انل اب سخت پیشہ ورانہ لہجہ اپنائے ہوئے تھا۔

دیکھ لوں گا تمہیں بھی سیم چلو دران نے مصنوعی غصے میں کہا

ہاں دیکھتے رہنا ساتھ ہوں تمھارے ہمیشہ۔۔۔انل نے آنکھ کو دبائے شرارت سے جواب دیا۔

گاڑی پھر سے سڑک پر اسی رفتار سے دوڑنے لگی تھی۔اور انل اب سر کو تاسف سے ہلاتے ہوئے ہنس رہا تھا۔

جوی آہستگی سے فلیٹ کا دروازہ لگا کر پلٹی اور فلور کے زینے پھلانگتی ہوئی نیچے اتری۔سیاہ جوڑے میں ملبوس وہ سرخ دوپٹے کو کندھوں پر ٹکاتے عجلت میں زینے اتر رہی تھی۔

اماں سو رہی تھیں اور ابا کے آنے میں ابھی وقت تھا۔اسی بات سے فائدہ اُٹھاتی وہ اسی عمارت کے دوسرے فلور پر موجود اپنی دوست حنا کے گھر جا رہی تھی۔

وہ سنانا کو حنا کے گھر جانے کا بتا کر باہر نکل آئی تھی۔حنا بھی مذہبی اعتبار سے عیسائی تھی اور بچپن سے اس کی ہم جماعت تھی۔ایک عمارت کی رہائیشی ہونے اور ایک ہی جماعت میں ہونے کے باعث دونوں میں گہری دوستی تھی۔

اب وہ تیسرے فلور کے زینے اتر رہی تھی جب اچانک نگاہ سامنے پڑی

اور نا چاہتے ہوئے بھی قدم تھم گئے۔آنکھوں کا مزید حجم بڑھائے بغور سامنے دیکھا۔

سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہی دائیں طرف وہ انو کے فلیٹ کے آگے کھڑا تھا۔سیاہ ٹی شرٹ نیلی پرانی جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے،مضطرب سی کیفیت میں بار بار جیب سے ہاتھ نکال کر فلیٹ کی گھنٹی بجا رہا تھا۔

وہ کیسے اسے بھول سکتی تھی۔اس دن میدان والے واقع کے بعد آج اسے دو ہفتے بعد دیکھا تھا اور ایک سکینڈ کے بارہویں حصے میں اس کا ذہن اسکی شناخت کر چکا تھا۔

وہ یونہی ساکن کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جب اچانک ذہن میں خیال آیا انو کا چھوٹا بھائی جووت کا ہم جماعت تھا اور کل اُسی نے ذکر کیا تھا وہ لوگ کہیں گئے ہیں۔

اسی خیال کے زیر اثر وہ بے ساختہ چند قدم آگے بڑھی اور اس کے برابر میں جا کر بولنے کے لیے لب کھولے۔اسی لمحے لڑکے نے سراسیمگی سے رخ موڑا۔

وہ۔۔۔وہ۔۔۔انو شاید یہاں نہیں ہیں کہیں گئے ہیں وہ لوگ۔۔۔جوی نے ہچکچاتے ہوئے کہا

لڑکے کے دیکھنے کا انداز عجیب تھا وہ اپنا اعتماد کھو رہی تھی۔لڑکا چند سکینڈ خاموش کھڑا اسے دیکھے گیا اور پھر یونہی سپاٹ چہرے کے ساتھ رُخ موڑے دروازے پر دستک دینے لگا۔

ہیں اسے سنائی نہیں دیا کیا،میں نے بتایا تو ہے کہ وہ لوگ گھر نہیں ہیں جوی کو حیرت کا شدید دھچکا لگا

انو کے دوست ہیں نہ آپ؟اس کے کوئی جواب نا دینے اور بے نیازی برتنے پر جوی نے پھر سے سوال کیا۔

اب کی بار جواب دینا تو دور کی بات اس نے رخ موڑ کر دیکھنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔جوی کو اس کی یہ بے نیازی عجیب طرح کَھلی۔

کیا اسے سنائی نہیں دیتا۔۔۔اوہ جیز ز ! حیرت سے آنکھیں کھل گئیں۔

دماغ نے تو ایک سو اسی کی رفتار سے پھرکی گھما کر نتیجہ اخذ کر لیا تھا

لیکن دل کو یقین نا آیا۔وہ پھر سے اس سے مخاطب ہوئی

دیکھیں وہ لوگ یہاں نہیں ہیں شاید ارجینٹ کہیں جانا پڑا ان کو

پتا نہیں کیوں پر ہمدردی جاگ رہی تھی اس لیے وہ اسے پوری تفصیل دے رہی تھی۔لیکن لڑکے نے اب کی بار بھی دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

اسے کے چہرے کے تاثرات اتنے سپاٹ تھے کہ وہ یہ سوچ بنا نہیں رہ سکی کہ اسے واقعی میں سنائی نہیں دے رہا ہے۔لڑکا اب اس سے بے نیازی برتتا پھر سے فلیٹ کی گھنٹی بجا رہا تھا۔

وہ اتنی تذبذب کا شکار ہوئی کہ حنا کے گھر جانے کے بجائے پھر سے واپس اوپر چڑھنے لگی۔فلیٹ کا دروازہ بند کرتے ہی نگاہ سامنے سنانا پر پڑی جو لاؤنج میں بیٹھی خراب و خستہ ریڈیو کے انٹینا سے زور آزمائی میں مصروف تھی۔اور انٹینا تھا کہ سیٹ ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

وہ اب ریڈیو کے اوپر دھاڑ دھاڑ تھپڑ رسید کر رہی تھی اسی تشدد کے دوران اچانک سامنے نگاہ جوی پر پڑی تو حیرانگی سے بھنویں اچکائے سوال

کیا۔

کیا ہوا تم تو حنا کی طرف جانے کے لیے نکلی تھی۔۔کیا گئی نہیں ؟

پر وہاں تو وہ ورطہ حیرت میں مبتلا آنکھیں بنا جھپکے کھڑی تھی۔

سنانا وہ سن نہیں سکتا متحیر سے لہجے میں کہتے ہوئے آگے بڑھی

کون سن نہیں سکتا سنانا کے انداز میں حیرت سے زیادہ تجسس کی جھلک تھی

وہی انو کا دوست،بہرہ ہے بیچارا چہرے پر انگنت پریشانی سجائی وضاحت دی

تمہیں کیسے معلوم پڑا یہ سب ؟

سنانا نے ریڈیو ایک طرف رکھا اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئی

وہ۔۔۔میں ابھی حنا کے گھر جانے کے لیے نیچے اتری تو انو لوگوں کے فلیٹ کی بل بجا رہا تھا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جوی نے الف سے یے تک ساری بابت سنانا کی گوش گزار کی اور بات سننے کے بعد اب اس کی آنکھوں میں بھی حیرانگی تھی۔

افسوس ہوا بہت !!!!! بیچارا۔۔۔سنانا نے گہری سانس خارج کیے تاسف بھرے لہجے میں افسوس کا اظہار کیا

ہاں مجھے بھی کھوئے سے لہجے میں تائید کی

سنانا اب پھر سے ریڈیو اُٹھا چکی تھی۔اس کے لیے یہ بات معمولی تھی شاید لیکن جوی کے لیے نہیں اس لڑکے سے ایک عجیب ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی۔

حنا کے گھر جانے کا ارادہ مکمل طور پر ترک کرتے ہوئے وہ مریل قدم اٹھاتی بالکنی پر آگئی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائیں اور چہرے کو اداسی سے ہاتھوں پر ٹکا دیا۔

اس دن اس لڑکے کو دیکھ کر وہ اس کے مفلس ہونے پر اداس تھی اور آج اس کی قوت سماعت نا ہونے پر دل مزید اداسی سے بھر گیا۔

اچانک نگاہ پھر سے سامنے میدان میں اُسی بنچ پر پڑی وہ وہیں بیٹھا تھا۔کتنی ہی دیر وہ بے سبب اسے وہیں کھڑی تکتی رہی اور پھر شام کے گہرے سایے پھیلتے ہی قدم کمرے کی طرف بڑھا دیے۔

درانگ والاس کے دیوڑھی سے اندر لاؤنج کی راہداری میں داخل ہوتے ہی دران اور انل کے قدم ایک ساتھ تھمے۔وہ رات کے دس بجے درانگ ولاس پہنچے تھے اور ابھی اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ راہداری میں اسفند ملک کی آواز کی بازگشت سنائی دی۔

مسٹر البٹ درانگ ابھی گھر نہیں ہے کب آئے گا کچھ پتا نہیں،وہ میرا فون نہیں اٹھا رہا ہے،آپ پلیز ابھی چلے جائے یہاں سے،مجھے درانگ میں کوئی تماشہ نہیں چاہیے اسفند ملک کرخت لہجے میں کسی پر بول رہے تھے۔

درانگ نے تیزی سے قدم آگے بڑھائے ساتھ ہی انل نے بھی تجسس میں قدم مزید تیز کئے۔جیسے ہی راہداری سے آگے وہ دونوں ہال نما اس

بڑے سے لاؤنج میں داخل ہوئے سامنے ہی ولیم البٹ اپنے پانچ چھ سکیورٹی گارڈز کے ساتھ غصے اور رعب میں بھرا کھڑا تھا۔اس کے بلکل سامنے ملک اسفند اور روبی مضطرب کھڑے تھے۔

نہیں میں یہاں سے بات کئے بنا نہیں جاؤں گا،بلاؤ اس کو ولیم البٹ نے دو ٹوک لہجے میں اونچی آواز میں اپنا فیصلہ سنایا

اسی دوران ہال میں موجود تمام نفوس کی نگاہ ایک ساتھ دران اور انل پر پڑی اسفند ملک تیزی سے دران کی طرف بڑھے۔

شکر ہے۔۔۔دران۔۔۔تم آ گئے، دیکھو یہ کیا معاملا ہے میری تو سمجھ سے۔۔۔اسفند ملک پریشان اور بیزار سے لہجے میں وضاحت دیتے ابھی آگے ہی بڑھ رہے تھے جب ولیم کی کاٹ دار آواز ہال میں گونجی۔

درانگ۔۔۔۔میری بیٹی کہاں ہے؟ولیم کی آواز میں گرج اور غصہ شامل تھا۔

ولیم البٹ لاس اینجلس کا ایک مالدار بزنس مین اور رینا ولیم کا باپ

تھا۔دران اور انل کی آنکھیں ایک ساتھ حیرت میں پھیلیں جبکہ ولیم غصے میں بپھرتا ہوا دران کی طرف بڑھا۔

میری بیٹی رینا۔۔۔اس کا پوچھ رہا ہوں تم سے کہاں ہے وہ ؟ تمہیں معلوم بھی ہے اس نے کیا۔۔۔کیا؟ولیم نے آنکھیں نکالتے ہوئے چبا چبا کر سوال پوچھا۔

دران نے جواب طلب کرنے کے لیے بولنے کے بجائے ایک آبرو اچکائے۔

رینا نے تمھارے لیے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ کل سے گھر سے غائب ہے، کہاں ہے میری بیٹی؟ولیم اب آپے سے باہر ہو چکا تھا

وہ یہ انوکھا انکشاف کرنے کے بعد غصے سے آگے بڑھا،اس سے پہلے کہ وہ دران کے گریبان تک پہنچتا انل نے فوراً اس کے اور دران کے بیچ حائل ہو کر اس کے سینے پر ہاتھ دھرا۔

آرام سے مسٹر ولیم۔۔۔درانگ کیسے جان سکتا ہے آپکی بیٹی کہاں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہے۔ہم ابھی باہر سے آ رہے ہیں اور صبح فلم کی شوٹنگ کے لیے نکلنا ہے ہمیں دران کے بجائے انل نے ناک بھنیچے سخت الفاظ میں جواب دیا۔

ایک سکینڈ کے توقف سے پہلے کہ ولیم مزید کچھ بولتا انل نے کچھ یاد آ جانے جیسے انداز میں ہاتھ پیشانی پر رکھا۔

۔۔۔۔ایک منٹ۔۔۔۔

انل نے تیزی سے موبائل سکرین پر انگلیاں چلائیں۔رینا کے بار بار فون کرنے کا مقصد اب سمجھ آ رہا تھا۔ولیم اب بھی دران کی طرف خونخوار نگاہوں سے گھور رہا تھا اور اس کی پیشانی پر جہاں بل مزید گہرے ہو رہے تھے وہاں کنپٹی کی رگیں بھی ابھرنے لگی تھیں۔

ذہن میں ولیم کی بات ہتھوڑے کی طرح لگی تھی۔رینا نے تمھارے لیے اسلام قبول کر لیا ہے۔۔۔

انل لب بھینچے فون کان سے لگائے کھڑا تھا،دوسری طرف رینا نے بہت

جلد فون اٹھایا۔

ہیلو۔۔۔انل نے رسمً ہیلو کہتے ہی موبائل کا سپیکر آن کیا اور فون کو ہاتھ میں سیدھا پکڑ لیا۔

مجھے درانگ سے بات کرنی ہے رینا کی آواز فون سے ابھری

وہ آزُردہ لہجے میں درانگ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کر رہی تھی۔ولیم کی پیشانی پر ابھرے شکن اور رعب بھک سے اڑا۔

دران نے لب بھینچے ایک نگاہ ولیم پر ڈالی اور جیب سے ہاتھ نکالتا بڑے وقار سے انل کے ہاتھ میں پکڑے فون کے قریب ہوا۔

ہیلو۔۔۔بھاری کھردار بیزار لہجہ

دوسری طرف تو جیسے اس کی آواز نے رینا کو پرجوش کر دیا تھا۔

درانگ پلیز مجھ سے بات کرو میں ملنا چاہتی ہوں تم سے۔۔۔دیکھو میں نے کیا کیا۔۔آج تمھارے پیار میں،اسلام قبول کر لیا۔۔۔۔۔میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں

وہ ایک ہی سانس میں اپنی ساری بے تابیاں اور قربانیاں بیان کر گئی۔

ولیم کا چہرہ ندامت اور غصے سے سرخ ہوا وہ بمشکل خود کو ضبط کرنے پر مجبور کئے ہوئے تھا۔مگر جس کے لیے رینا نے اپنا مذہب تک تغیّر دیا تھا،وہ تو خون آشام نگاہوں سے فون کو کچھ یوں گھور رہا تھا جیسے بس چلے تو یہیں سے گردن دبوچ کر رینا کو باہر نکال لے۔

لیکن میں نہیں چاہتا ضبط کے آخری دہانے پر کھڑے ہو کر مختصر روکھا سا جواب دیا

درانگ۔گ۔گ۔گ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔میں نے تمھارے لیے اپنا مذہب وہ چیخ اٹھی مگر بات دران کی غراہٹ میں دب کر رہ گئی

سو واٹ۔ٹ۔ٹ۔ٹ۔۔۔۔۔،میں مسلم تو کیا کسی بھی مذہب کی پیروکار سے شادی نہیں کروں گا،اور۔ر۔ر میری بات کان کھول کر سن لو، آج کے بعد تمھارا باپ میرے گھر اور گریبان تک پہنچا تو نتیجے کے ذمہ دار تم ہو گی کاٹ دار لہجہ تھا جس میں کسی قسم کا کوئی لحاظ نہیں

تھا

دوسری طرف تو جیسے سکتے جیسی خاموشی طاری ہوئی،دران نے ایک کٹیلی نگاہ ویلیم کے ہوائیاں اڑے چہرے پر ڈالی اور قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھا دیے۔انل بھی غصے میں فون ہاتھ میں تھامے ویلیم کے قریب ہوا۔

رینا۔۔۔گھر واپس آؤ۔۔۔ویلیم نے آنکھیں چراتے ہوئے غصے میں فون کے قریب ہو کر کہا

ڈیڈ۔۔۔!!!!! پھیکے سے لہجے میں دوسری طرف سے رینا کی دور سے آتی آوز تھی۔

ہاں۔۔۔گھر واپس آؤ فوراً ویلیم نے دانت پیستے ہوئے حکم دیا

اپنے سکیورٹی گارڈز کی طرف دیکھا اور قدم تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا دیے۔۔۔انل نے فون بند کیا۔اور دران کے کمرے کی طرف چل دیا۔

روبی گردن کو خم دے کر اسفند ملک کے قریب ہوئی۔

جب بھی نکالے گا کفر کے کلمات نکالے گا منہ سے،جاہل کہیں کا،میں مسلمان نہیں ہوں۔۔۔میں مسلم لڑکی سے شادی نہیں کروں گا اتنے امیر باپ کی بیٹی ٹھکرا دی۔۔۔ولیم البٹ کی اکلوتی بیٹی۔۔۔ٹھکرا دی روبی کے لہجے میں دران کے لیے بلا کا تاسف اور غصہ تھا۔

اُچھلو مت زیادہ۔۔۔یہ مت بھولو تم اسی کفر کے کلمات کہنے والے کی کمائی کھاتی ہو اور تم سے بہتر کون جانتا ہے کہ وہ اسلام سے متنفر کیوں ہے، اپنے بیٹے کی فکر کرو آجکل رات بھر باہر رہنے لگا ہے اسفند ملک نے ٹھہرے مگر کاٹ دار لہجے میں طنز کے تیر برسائے

روبی نے تنک کر اسفند ملک کی طرف دیکھا لیکن وہ اُس کی طرف بنا دیکھے قدم اوپری زینے کی طرف بڑھا چکے تھے جو لاؤنج کے وسط سے اوپری منزل کو چڑھتے تھے۔روبی کے چہرے پر ماضی کے سایے لہرا گئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ملک ہاؤس کے بلکل اوپر سورج پوری تمازت سے چمک رہا تھا۔چھوٹے سے لان میں لگے ایک عدد درخت کی شاخوں پر چڑیاں دبک کر بیٹھیں آنکھیں موندے دھیرے دھیرے سانس لی رہی تھیں۔

سیاہ سمینٹ سے بنے فرش والی دیوڑھی میں پرانی سی کار کھڑی تھی۔جسے وہ رگڑ رگڑ کے دھونے میں مصروف تھا۔بنیان کے نیچے سفید شلوار پہنے ہاتھ میں پانی گراتا پائپ پکڑے وہ کار کو دل و جان سے دھو رہا تھا۔

بائیس سالہ یاور ملک کو اپنے باپ کی اس آخری نشانی سے بے حد لگاؤ تھا یہی وجہ تھی ہر چھٹی کے دن وہ ناشتے کے فوراً بعد پوری لگن سے یہی پہلا کام کرتا تھا۔

اسے بی۔اے کرنے کے فوراً بعد ہی ایک نجی پیسٹی سائیڈ کمپنی میں ملازمت مل گئی تھی بڑے بھائی نے بڑا جگرا کیے کار اس کے حوالے کر دی بس تب سے یہ کار اس کی کل کائنات تھی۔

وہ یونہی گنگناتے ہوئے کار دھو رہا تھا جب گھر کے لاؤنج سے ابھرتی آوازوں پر کان کھڑے ہوئے۔دیوڑھی سے ایک زینہ چڑھ کر کھلتا لکڑی

کا دروازہ سیدھا ملک ہاؤس کے لاؤنج میں لے جاتا تھا جہاں کا منظر ہولناک تھا۔

عمر رسیدہ دستگیر بیگم بڑی شان سے پلنگ پر براجمان جھری زدہ ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گھما رہی تھیں۔اسی پلنگ کے ایک طرف بیٹھی روبی ملک تین سالہ دران کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے دبوچے بیٹھی تھی۔

دران کے تن پر ایک عدد نیکر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔اس کے جسم پر اور چہرے پر جگہ جگہ چاول چپکے ہوئے تھے۔

پلنگ سے کچھ دور فرش پر چاول بکھرے ہوئے تھے اور عصمت وہیں غصے میں کھڑی فرش کو گھور رہی تھی۔عصمت سے کچھ دوری پر لکڑی کی کرسیوں پر دو سالہ برھان اور تین سالہ فائقہ منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔

آنکھیں نیچی کر۔۔۔روبی نے چیخ کر کہا اور ساتھ ہی پوری قوت سے کھینچ کر تھپڑ دران کے گال پر رسید کیا۔

تین سالہ دران کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے وہ اسے غصے سے گھور رہی تھی جبکہ وہ نڈر انداز میں پوری آنکھیں کھولے روبی کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

سنا نہیں آنکھیں نیچی کر۔۔روبی نے تلملا کر ایک اور تھپڑ اس کی پھولی ہوئی سفید گال پر رسید کیا۔

اس کے دونوں گال سرخ ہو چکے تھے مگر آنکھ میں ایک آنسو تک نہیں تھا ہوتا بھی کیسے وہ کونسا یہ مار پہلی دفعہ کھا رہا تھا ہر روز صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات کو آنکھ بند ہونے تک ایسے کئی چماٹ وقفے وقفے سے اس کی گال پر رسید ہوتے رہتے تھے بس ہاتھ بدلتے رہتے تھے۔

اف خدایا!!!!!!!۔۔۔ماں جی دیکھیں تو کیسا ڈھیٹ ہے سانپ کی طرح آنکھیں نکالے کھڑا ہے مجال ہے جو جھپک بھی دے روبی نے ناک پھلا کر دستگیر بیگم کی طرف دیکھا

وہ تسبیح کے دانے گراتے ہوئے اب حقارت سے دران کی طرف دیکھ رہی تھیں۔روبی نے ننھے سے کو کندھوں سے پکڑ کر ایسا جھنجوڑا کہ وہ

www.neweramagazine.com

پورا ہل گیا پر پلک نا جھپکی

آفت کا پر کالا کہیں کا، کتنی دفعہ روکا ہے فائقہ اور برھان کی پلیٹ میں سے نہ کھایا کر،پر نہیں پھر وہی کام۔۔۔وہی کام۔۔۔تجھے جب الگ ڈال کر دیتے ہیں کیا تکلیف ہوتی ہے جو ان کی پلیٹ میں بھی ہاتھ ڈالتا ہے روبی غصے میں اسے جھنجوڑتے ہوئے اس پر چیخ رہی تھی۔

گندہ خون نا ہو تو۔۔ایک اور زناٹے دار تھپڑ پڑا

یاور جیسے ہی لاؤنج کے دروازے پر پہنچا سامنے کا منظر دیکھ کر تڑپ گیا۔

بھابھی۔۔۔اونچی آواز میں پکارا

تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھا اور جھپٹ کو دران کو روبی سے پیچھے کیا

چھوڑیں اسے۔۔۔تین سال کا بچہ ہے وہ، اگر بچوں کے ساتھ مل کر کھا ہی لیا کچھ تو آپ یوں کیوں پیٹ رہی ہیں اسے یاور غصے میں چیخا تھا۔

تین سال کا۔۔۔ناک میں دم کر رکھا ہے اس نے روبی نے اسی کے

انداز میں چیخ کر جواب دیا

پاس کھڑی عصمت تنک کر آگے ہوئے۔

اور تم جو اس کے حمایتی بن کر کود پڑے ہو گھر کا کام تم نے کرنا ہوتا ہے یا ہم نے، بھابھی ٹھیک ہی تو کر رہی ہیں،حال دیکھو کیا کیا ہے اس نے،سارے فرش پر چاول ہی چاول عصمت نے بھی روبی کا بھرپور ساتھ دیا۔

دیتی بھی کیوں نا طلاق یافتہ ایک بچی کے ساتھ میکے میں رہنا ہو تو روبی جیسی بھابھی کا ساتھ دینا ہی پڑتا ہے۔

ہزار دفعہ اسے سمجھایا ہے تم صرف اپنی پلیٹ میں کھایا کرو،پر نہیں ڈھیٹ ہے پورا،پلیٹ نا ہو تو عصمت نے دانت پیستے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر ایک تھپڑ دران کی پشت پر جڑ دیا جو یاور کی ٹانگوں سے چمٹا کھڑا تھا۔

یاور نے تڑپ کر اسے گود میں اٹھایا اور گلے سے لگایا

باجی خدا کا خوف کریں کچھ، نوین بھائی کا خون ہے پلیت کیسے ہوا ؟ مسلمان ہے دران ہے یاور نے حیرت اور غصے کے ملے جلے لہجے میں کہا

ہنہ۔ہ۔ہ۔ہ۔۔نوین کا ہے تمہیں کیسے پتا یہ ؟۔۔۔پتا نہیں موا اس انگریز بڑھی کے کس میاں سے ہو گا کوئی ایک ہو گا کیا اس کا،نام رکھ لینے سے مسلمان ہو گیا کیا، پلیت ہے یہ۔۔۔ابھی ایک سال سے ڈاکٹر کے پاس تک تو لے کر نا جا سکے تم،آیا بڑا حمایتی دستگیر بیگم نے حقارت سے کہتے ہوئے نفرت میں اپنا حصہ ڈالا

بس کریں آپ لوگ تو۔۔۔آپ لوگوں سے بحث فضول ہے، ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں اس کی دیکھ بھال کی امید آپ جیسوں سے کروں اور عصمت باجی،روبی بھابھی آج کے بعد دران کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا یاور نے ناک پھلائے انگشت انگلی کھڑی کی

چل تو جا۔۔۔چھٹی کے دن دماغ کھانے آ جاتا ہے ہمارا، اس کی حرکتیں پتا ہوں نا تجھے تو پھر پتا چلے عصمت نے ہاتھ ہوا میں اٹھائے

غصے میں کہا

بلکل درست۔۔۔بلا کی اولاد ہے یہ پھرکی کی طرح پورے گھر میں اُدھم مچاتا ہے اور بات تو جیسے کوئی سمجھ میں آتی ہی نہیں اس کے،کچھ بھی کہہ دو بس گھورنے لگتا ہے روبی کے اندر موجود کڑواہٹ عروج پر تھی

اتنی تو مار کھاتا ہے بیچارا آپ سب سے، کیا دماغ کام کرے گا اس کا،کیوں دکھاوا کر رہے ہیں دنیا کے لیے اس سے اچھا کسی یتیم خانے میں چھوڑ آتے اس کو یاور دلخراش لہجے میں چیخ اٹھا

ہاں۔۔۔تجھے بہت خدا ترسی ہے نا تو تو کیوں نہیں لے لیتا گود روبی نے ناک چڑھائی

لے لوں گا بھابھی۔۔۔میں لے لوں گا۔۔۔اب میں شادی اسی لڑکی سے کروں گا جو اسے قبول کرے گی یاور نے تن کر جواب دیا

روبی کا رنگ ایک دم سے پھیکا پڑا یہ تو اسی کے سر پڑ گئی تھی اب یاور

نے اگر اس کی بہن سونی سے شادی سے انکار کر دیا تو۔

یاور دران کو سینے سے لگائے کمرے میں جا چکا تھا جبکہ وہ دم بخودہ کھڑی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دروازہ کھلنے کی آواز تھی۔جیسے کسی نے ہتھے پر ہاتھ رکھ کر گھمایا ہو اور پھر دروازہ چرچراہٹ کی مدھم آواز کے ساتھ کھلا۔اسے فقط سنائی دے رہا تھا۔آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھے ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی دیکھنے سے قاصر تھی۔

ابھی تک وہ اس شخص کے کندھے پر موجود تھی،سر اوپر اٹھائے ادھر اُدھر گھما رہی تھی،سایہ پٹی سے ڈھکی آنکھوں کے نیچے پپڑی زدہ لب تھوڑے سے کھلے تھے۔دروازہ کھلنے کے بعد اس شخص کے آگے بڑھتے قدموں کے ساتھ ہی اچانک ارد گرد سے اُبھرتی بہت سی آوازیں کان کے پردوں سے ٹکرائیں ۔آوازیں اتنی زیادہ اور ملی جلی تھیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

اچانک وہ شخص ایک جگہ رُکا اور جھٹکے سے اُسے نیچے اتارا اُس کے پاؤں اب زمین پر تھے۔ہاتھ پیچھے بندھے ہونے کے باعث ایک پل کے لیے وہ لڑکھڑا گئی اور بمشکل خود کو گرنے سے بچایا۔

اب کوئی اس کے سر کے پیچھے سے پٹی کھول رہا تھا۔جیسے ہی پٹی کُھلی چھت پر جلتی بتیوں کی تیز روشنی کے باعث ایک لمحے کے لیے آنکھیں چندھیا گئیں۔

آہستگی سے آنکھوں کے پپوٹوں کو سکوڑ کر دھیرے سے کھولا،سرخ ڈوریوں والی پتلیوں میں سامنے کے بنتے عکس کے ساتھ خوف کا سایہ واضح تھا۔یہ ایک لمبی گیلری تھی جس کے دائیں بائیں جیل نما کمرے تھے۔

کیا چھوٹا سا گھر ہے ہمارا جیسے کوئی ڈربہ ہو مجھے نفرت ہے اپنے گھر سے ذہن میں اپنی ہی آواز کی بازگشت ٹکرائی۔

اس گیلری کی چھت سر کے بہت قریب تھی اور چھت کے اندر قطار در قطار بلب نصب تھے۔ایک دم سے جیسے گھٹن کا احساس بڑھنے لگا۔یہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

شاید بیسمنٹ تھا اس لیے سانس لینے میں دشواری تھی۔

اگر میرے شوہر کے گھر بالکنی نا ہوئی تو میں اسے کہوں گی نیا گھر لے، تمہیں پتا تو ہے مجھے کھلی جگہیں، چھت، بالکنی اور سمندر کتنا پسند ہے ذہن میں پھر سے آواز ابھری۔

اوہ جیزز موت اسی کا نام ہے شاید زبان تالوے سے چپکنے لگی تھی۔سانس حلق میں اٹکنے لگا تھا۔خوف کے باعث دل لرزنے لگا تھا۔اس جگہ کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہر کمرے کا دروازہ جیل کی سلاخوں کی طرح تھا اور ڈیجیٹل لاک لگے تھے۔وہ خوف سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔وہ شخص اب کُہنی کے قریب سے اس کا بازو تھامے آگے بڑھا رہا تھا۔وہ حواس باختہ حیرت سے پھٹی آنکھیں دائیں بائیں گھما کر دیکھ رہی تھی۔

ہر کمرے میں تقریباً چار یا پانچ لڑکیاں تھیں اور چھوٹے سے ڈربے نما ان کمروں میں دائیں بائیں دیواروں کے ساتھ لوہے کے بنے پلنگ اوپر نیچے رکھے گئے تھے۔میلی کچیلی دیوارایں جن پر آہ و بکا درج تھی۔ہر

کمرے کی ہر دیوار پر کوئلے اور خون سے کچھ نا کچھ لکھا ہوا تھا کچھ بنا ہوا تھا۔

وہ جہاں جہاں سے گزر رہی تھی لڑکیاں سر اٹھائے متحیر آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔عجیب وحشت تھی سب کی آنکھوں میں چہرے مرجھائے،بال بکھرے اور تن پر کپڑوں کے نام پر بس چیتھڑے وہ اندر سے کانپ گئی۔یہ کیسی جگہ تھی جہاں لڑکیوں کو جانوروں کی طرف رکھا ہوا تھا۔

سیاہ فام اب ایک کمرے کے سامنے رُک چکا تھا اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر کمرے کے دروازے کا ڈیجیٹل لاک کھول رہا تھا۔کمرے میں پہلے سے موجود لڑکیاں اب مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھیں۔

لاک کھولنے کے بعد اُس نے سلاخوں والا دروازہ سلائیڈ کیا اور ایک جھٹکے سے اُسے اندر دھکا دینے کے بعد دروازہ پھر سے سلائیڈ کرتے ہوئے بند کر دیا۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی سامنے پلنگ سے ٹکرا جاتی اگر پلنگ کے پاس کھڑی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لڑکی اسے تھام نا لیتی۔اُس نے خوف سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ کمرے میں پہلے سے موجود تین لڑکیوں کو دیکھا دو مغربی اور ایک لڑکی مشرقی رنگ و روپ کی تھی جس نے آگے بڑھ کر اسے پلنگ سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔

بلکل سامنے والے کمرے میں موجود لڑکیاں بھی اب سلاخیں تھامے سر ان سے جوڑے اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

ترس کے علاوہ ان کی آنکھوں میں اس کے لیے اور کچھ نہیں تھا۔مشرقی لڑکی اب اس کے پیچھے بندھے ہاتھوں کو ٹیپ سے آزاد کر رہی تھی۔

ہر لڑکی بے بس دکھائی دے رہی تھی تھکی ہوئی زندگی سے بیزار اس کو کچھ دیر یونہی خاموشی سے دیکھنے کے بعد وہ سب اپنی جگہوں پر واپس جانے لگی تھیں۔مغربی لڑکیاں آپس میں مختلف زبانیں بول رہی تھیں جس کی اسے کوئی سمجھ نہیں تھی۔سب کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر اب کانوں میں باتیں کر رہی تھیں۔

یہ سب حیران ہو رہی ہیں،تم رو نہیں رہی اس لیے کیونکہ یہاں ہر نئ آنے والی لڑکی پہلے چیختی اور روتی ہے

عقب سے اُسی مشرقی لڑکی کی آواز اُبھری،وہ اردو بول رہی تھی۔

وہ چونک کر مڑی۔اس دیار غیر میں ہم زبان کوئی ملا تھا۔مڑتے ہی حیرت اور خوشی کی ہلکی سی رمق چہرے پر سجائے اُس لڑکی کی طرف دیکھا۔وہ بے حد حسین نقوش اور سفید رنگت والی لڑکی تھی جو اب اسے دیکھتے ہوئے پھیکی سی مسکراہٹ سجائے کھڑی تھی۔

کہاں کی ہو؟دھیمے سے لہجے میں وہ اس سے سوال کر رہی تھی جبکہ وہ کمرے کا جائزہ لینے میں محو تھی۔

چار پلنگ تھے۔دو دو کر کے پلنگ اوپر نیچے رکھ کر کمرے کی دائیں اور بائیں دیوار کے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔سامنے کی دیوار میں ایک دروازہ تھا شاید واش روم تھا۔

کہاں کی ہو؟لڑکی نے پھر سے سوال دہرایا

اُس نے پھٹی پھٹی وحشت زدہ نگاہوں کا زاویہ بدلہ اور سوال پوچھنے والی کی طرف دیکھا وہ ہمدردی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب کی منتظر تھی۔

پہ۔۔۔پاکستان ۔۔بمشکل پپڑی زدہ لب کھولے،پھیکی سی آواز تھی جس میں گلے کی کھڑکھڑاہٹ شامل تھی۔

ہم بھارت سے اُس کے پوچھنے سے پہلے ہی لڑکی نے اپنا ملک بتایا۔

وہ بوسیدہ سی پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی اور گلے میں سکارف تھا۔چہرہ شفاف تھا،نا کوئی داغ نا کوئی بال۔

اغوا ہوئی تھی کیا؟وہ اگلا سوال پوچھ رہی تھی۔

نہیں شادی۔۔۔۔۔۔تھوک نگلا اور پھر سے اردگرد دیکھا۔باقی دونوں لڑکیاں آپس میں باتوں میں مصروف تھیں۔

اوہ۔۔۔۔۔۔اللہ۔۔۔۔۔اللہ مسلم ہو؟حیرت سے سوال پوچھا

وہ خود اپنے حلیے سے مسلم ہی لگ رہی تھی۔

نہیں کریسچن۔۔۔مختصر جواب دیا

اور اس کی طرف سوالیہ دیکھا وہ فورا سمجھ گئی۔

ہم مسلم ہیں تمنا نام ہے،سمگل ہو کر یہاں پہنچیں ہیں دُکھ بھرا لہجہ تھا۔

ایک لمحے کے لیے وہ مبہوت ہوئی۔

نصیب صورت سے نہیں جڑے ہوتے ہاں سامنے بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ کر اس بات پر یقین اور پختہ ہوا۔

تمھارا نام کیا ہے ؟ تمنا نے ملائم سے لہجے میں سوال کیا

جوی۔۔۔۔جوی جان۔۔۔آہستگی سے جواب دیا۔

رشنیوں کے شہر کراچی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر گہری ہوتی شام کے حسین منظر کو دوبالا کر رہا تھا۔سڑکوں پر انگنت گاڑیاں شام ہوتے ہی اپنی تعداد دُگنی کرتے ہوئے ہارن اور دوسرے بے ہنگم شور کا اضافہ کر

چکی تھیں۔

لائینز ائیریا کی عمارتوں کے مشترکہ میدان میں کھیلتے لڑکے بھی اب اندھیرا پھیلتے ہی جوک درد جوک میدان کے مختلف گیٹوں میں سے ہنستے اچھلتے ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے باہر نکل رہے تھے۔

جوی بھی روز کے معمول کے مطابق بالکنی کی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے اور نگاہیں سامنے میدان میں درخت کے نیچے رکھے اس بنچ پر جمائے کھڑی تھی۔ہلکے سبز رنگ کے جوڑے میں رنگت صاف لگ رہی تھی۔گھنگرالے بالوں کی ڈھیلی سی پونی بنانے کے سبب انگنت بالوں کی لٹیں کانوں کے پاس سپرنگوں کی طرح جھول رہی تھیں۔آنکھوں کا حجم بہت دور نگاہ مرکوز کرنے کی وجہ سے قدرے کم تھا۔وہ بہرہ خوبصورت سبز پتھر جیسی آنکھوں والا لڑکا آج بھی وہاں سر جھکائے بیٹھا تھا۔

وہ یوں ہی بے سبب اس پر نگاہیں مرکوز کیے اسے دیکھ رہی تھی جب اچانک عقب سے قدموں کی چاپ پر چونک کر پیچھے مڑی اور سنانا کے ہاتھ میں پکڑے بھاپ اُڑاتے چائے کے کپ کو دیکھ کر بے اختیار مسکرا

دی۔

وہ دوسرے ہاتھ میں اپنا چائے کا کپ تھامے ہوئی تھی۔موسم سرما کی آمد آمد تھی اور کراچی کی ہوا میں ہلکی سی خنکی محسوس ہونے لگی تھی ۔

لو۔۔۔پیو۔۔۔اور میں نے شام کی چائے بنائی ہے اب ابا کی رات کی تم بناؤ گی سنانا نے چائے کا کپ پکڑاتے ساتھ ہی حکم جاری کیا۔

اس نے کھوئے سے انداز میں سنانا کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑا اور اُس کے اندر سے اُٹھتی بھاپ میں دھیرے سے ہاتھ کو دائیں بائیں گھمایا۔

NEW ERA MAGAZINE .com Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دھیرے دھیرے میری زندگی میں آنا۔۔دھیرے دھیرے میرے دل کو چُرانا

سنانا چائے کے کپ کو ہاتھ میں تھامے مدھم سے سُر میں گنگناتی ریکنگ تک آ چکی تھی۔بغور سنانا کی طرف دیکھا اور پھر سے کپ کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

سنانا تمہیں پتا ہے اُس کی آنکھیں کیسی ہیں؟ کپ میں سے اُٹھتی بھاپ اب کم ہو رہی تھی جس پر نگاہیں مرکوز کیے وہ سنانا سے سوال کر رہی تھی۔

اُس کے اچانک سے کئے گئے سوال پر سنانا ایک دم سے گنگنانا چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

کس کی آنکھیں؟سنانا نے حیرت سے چہرے کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے پوچھا۔

اُسی کی، انو کے دوست کی نگاہیں جھکائے ہی انکشاف کیا۔

اُس دن کے بعد وہ بلاجواز اُس لڑکے کی پر سرار شخصیت میں اُلجھ کر رہ گئی تھی، اس لڑکے کی عجیب سے حرکات اس کے ذہن میں تجسس پیدا کرتی تھیں۔اتفاق ایسا تھا وہ اکثر کہیں نا کہیں اُسے نظر آ ہی جاتا تھا اور وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کو دیکھے جاتی تھی۔

ایک عجیب سی کشش تھی جس پر دل اور دماغ ایک ساتھ ہمک اٹھتے

تھے۔وہ کوئی دل پھینک یا حسین صورت رکھنے والے لڑکوں پر مر مٹنے والی لڑکی نہیں تھی اور نا ہی اب کی بار کچھ ایسا تھا کہ وہ اس لڑکے پر مر مٹی تھی بس کچھ تھا جو اس کے ذہن کی ڈوریں اس لڑکے کی طرف کھینچتی تھیں۔

کیسی ہیں اُس کی آنکھیں؟سنانا نے اس کے چپ ہو جانے پر تجسس سے پوچھا۔

جوی نے سامنے خلا میں نگاہیں جمائیں۔اندھیرا پھیل گیا تھا۔اور فیلٹوں کی بتیاں جگمگانے لگی تھیں۔اس کی آنکھوں کی سیاہ پتلیوں میں کتنی ہی روشنیوں کا عکس تھا،پیشانی پر گہری سوچ جیسی لکیریں اور سیاہ کناروں والے لب ایک دوسرے میں پیوست تھے۔

ایسی آنکھیں جیسے کوئی برسوں سے نہ رویا ہو اور اپنے رونے پر بند باندھ رکھے ہوں کھوئے سے لہجے میں جواب دیا

یہ کیا بات ہوئی؟سنانا نے بھنویں اکھٹی کیے نا سمجھی ظاہر کی

یہی تو بات ہے،میں نے اس کی آنکھوں کو بہت غور سے دیکھا ہے، اس کی آنکھ کی پتلی پر ایک دبیز تہہ جمی ہے۔جیسے کوئی پرت ہو،اداسی کی پرت،ایسی پرت جس کے پیچھے بہت سے راز پنہاں ہوں کھوئے سے لہجے میں وہ مسلسل بول رہی تھی۔

چائے کے کپ کے کناروں پر آہستگی سے انگلی پھیرتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبی وہ سنانا کو شک میں ڈال رہی تھی۔سنانا نے شاکی نگاہوں سے گھورا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جوی تم اُسے سر پر سوار کیوں کر رہی ہو،مجھے عجیب سا وہم ہو رہا ہے سنانا کی آواز میں اس کی حالت کو لے کر ڈر تھا۔

وہ جوی سے چھوٹی تھی مگر دونوں کی دوستی گہری تھی۔اسے جوی کی اس لڑکے میں اتنی دلچسپی ڈرا رہی تھی کیونکہ آج سے پہلے اُس نے جوی کو کبھی یوں کسی لڑکے کے بارے میں اتنی گہرائی میں جا کر سوچتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

نہیں سر پر سوار نہیں کر رہی میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ اس لڑکے

کی آنکھ کی پتلی پر سے اُداسی کی وہ پرت ہٹ جائے آہستگی سے چائے کا سپ لیے پھر سے سامنے والی عمارت کی جلتی روشنیوں پر نگاہ ٹکائی۔

میں اس کو روتا دیکھنا چاہتی ہوں عجیب سی خواہش کا اظہار کیا

سنانا نے حیرت سے کپ لبوں سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا

جب کسی کو اداس دیکھو تو خواہش ہوتی ہے اسے مسکراتا اور ہنستے دیکھیں،تم عجیب ہو کہ اُسے روتا دیکھنا چاہتی ہو سنانا کے لہجے میں حیرت اور تاسف کا ملا جلا عنصر تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں ایسا ہی ہے میں چاہتی ہوں وہ اتنا روئے کے اس کی آنکھوں سے وہ بوجھل پن وہ اداسی چھوٹ جائے جوی نے پرسوچ لہجے میں اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔

بات واقعی یہی تھی وہ صرف اس سے ہمدردی محسوس کر رہی تھی۔سنانا نے اپنے سر کو تاسف سے نفی میں جنبش دی اور چائے کا گھونٹ بھرا۔

مجھے عجیب لگتا ہے جب کوئی اس عمر میں اتنا اداس ہو زندگی سے بیزار

ہو چائے کا گھونٹ بھرا اور کمر ریلنگ سے ٹکائے چہرے کا رُخ سنانا کی طرف کیا۔

کوئی ہو گا اسے دُکھ بھئی اور یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ اداسی اور بیزاری اس عمر میں نہیں ہو سکتی سنانا نے اس کی بات کی نفی کر دی

اس عمر میں اداسی اور بیزاری کچھ دیر کی ہوتی ہے پھر چھٹ جاتی ہے۔لیکن اس کی اداسی مجھے برسوں پر محیط لگتی ہے جوی نے وثوق سے اپنا موقف پیش کیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تمہیں کیسے پتا برسوں کی اداسی ہے؟

اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے جوی نے فوراً جواب دیا۔

اور یہ کب کیا تم نے اتنا غور اس پر؟سنانا نے آنکھوں کو سکوڑتے ہوئے استفسار کیا

کچھ دن پہلے سیڑھیوں میں ٹکرایا تھا مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا

جوی نے کبھی اس سے کوئی بات چھپائی ہی نہیں تھی ،سنانا اب کھوجتی نگاہوں سے اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش میں تھی۔

آج میں حنا کے ساتھ لائبریری گئی تھی۔چائے کے کپ کو لبوں سے ہٹا کر ایک اور انکشاف کی تمہید باندھی

سنانا نے بھنویں اچکائے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور کپ کو لبوں سے لگایا۔

میں ایک کتاب لائی ہوں آہستگی سے اگلی بات بتائی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سیدھے ہو کر نگاہیں سنانا کی نگاہوں میں گاڑیں۔

کیسی کتاب؟سنانا نے تجسس سے پوچھا

گونگے بہرے لوگوں سے اشاروں میں کیسے بات کرتے ہیں وہ سیکھنے کے لیے آواز کو حد درجہ دھیما رکھتے ہوئے کتاب کے بارے میں بتایا

کیا!!!!! سنانا چیخ پڑی تھی۔

آنکھیں پوری کھولے حیرت سے اپنی بڑی بہن کو دیکھا۔کیا اسے اس

لڑکے سے محبت ہو گئی تھی۔۔۔

اوہ۔۔۔جیز کیا کرتی پھر رہی تھی وہ سنانا کی آنکھوں میں خوف کے سایے تھے۔

جوی تم۔۔۔تم پاگل تو نہیں ہو گئی کہیں،مطلب تم اب اس لڑکے سے بات کرو گی ؟ سنانا نے دانت پیستے ہوئے پوچھا

بازو دوبوچ کر اسے ایک جھٹکا دے کر اپنے روبرو کیا۔وہ لڑکھڑا کر سیدھی ہوئی چائے کا کپ چھلک گیا۔

جوی تم اس سے بات نہیں کرو گی سمجھی، کیوں بلاوجہ اس لڑکے کو اتنا کھوج رہی ہو،ہماری تو انو لوگوں سے بھی اتنی بات چیت نہیں ہے۔اور وہ کڑکا مسلم ہی لگتا ہے،خبردار اگر تم نے کوئی بھی ایسا قدم اٹھایا نا جان نا پہچان۔۔۔سنانا غصے میں اُسے ایسا کچھ بھی کرنے سے منع کر رہی تھی۔

اوہ بابا۔۔۔میں کہاں بھاگی جا رہی ہوں اس سے بات کرنے کو میں نے سوچا ہو سکتا ہے کبھی۔۔۔۔جوی نے ہنستے ہوئے بات شروع کی

نہیں بلکل نہیں ہو سکتا۔۔سنانا نے سخت الفاظ میں فوراً اس کی بات کاٹی

چلو ابا آنے والے ہیں اندر چلتے ہیں انگلی کے کھڑی کرتے ہوئے حکم دیا

آنکھیں نکالیں اور آگے چل دی وہ یونہی اکثر چھوٹی سے بڑی بہن بن جاتی تھی۔

جوی نے کپ کو دیکھا چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی،ایک نگاہ اس خالی بنچ پر ڈالی جہاں وہ کچھ دیر پہلے بیٹھا تھا،گہری سانس لی اور سنانا کے پیچھے چل دی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

یہاں ساری لڑکیاں مختلف ملکوں سے سمگل یا اغوا ہو کر یہاں پہنچی ہیں سپاٹ سے لہجے میں آواز ابھری

جوی نے نگاہ اوپر اٹھائی اور سامنے بیٹھی تمنا کی آنکھوں میں دیکھا، بے تاثر مردہ سی پتلیاں جینے کی آس چھوڑے ہوئے بار بار مر کر زندہ ہوئی

پتلیاں وہ ہر بار کی طرح اس کی بھی آنکھیں پڑھ رہی تھی۔

تمنا پلنگ پر ٹانگیں لٹکائے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔یہاں آئے اُسے بیس منٹ اور دس سکینڈ ہو چکے تھے جس میں وہ تمنا کو مختصر اپنے بارے میں بتا چکی تھی کہ اس کی قسمت اسے یہاں تک کیسے لائی۔

سامنے بیڈ والی دونوں لڑکیاں اب اپنے اپنے پلنگ پر چپ چاپ لیٹ چکی تھیں۔ان دونوں نے اس سے نام پوچھنے کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچانک ایک سائرن جیسی آواز ابھری اور پوری گیلری میں جیسے ہلچل مچ گئی۔بے ہنگم سا شور تھا لڑکیاں بھاگ بھاگ کر سلاخوں کے پاس آ رہی تھیں۔

یہ کیا ہوا ؟ جوی نے حیرت سے تمنا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

پہلے وقت کا کھانا آیا ہے تمنا نے آہستگی سے جواب دیا اور اٹھ کر کھڑی ہوئی

باقی دونوں لڑکیاں بھی اپنے پلنگ سے نیچے اتر رہی تھیں۔ایک وہ تھی جو بس دیکھ رہی تھی بھوک کیا ہوتی ہے۔

آج پھر سے دال۔۔۔اماں۔۔۔آج تو ابا کی تنخواہ آئی تھی آج تو کچھ ڈھنگ کا ہوتا نگاہوں کے سامنے خود کو منہ پھلائے دیکھا۔اور پھر کانپتے ہاتھوں سے ڈبے اٹھاتی لڑکیوں کو دیکھا حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا۔

سلاخوں کے پاس باہر کی طرف ایک چائینز لڑکا کھانے کے پیکٹ رکھ رہا تھا۔ساری لڑکیاں بھاگ بھاگ کر سلاخوں کے پاس جا کر اپنا اپنا پیکٹ اٹھا رہی تھیں۔ان کے دروازے کے سامنے بھی اس لڑکے نے چار پیکٹ رکھے۔تمنا نے بھی آگے بڑھ کر دو پیکٹ اٹھائے اور واپس آئی۔ایک پیکٹ حیرانگی سے آنکھیں پھیلائی بیٹھی جوی کی طرف بڑھایا۔جوی نے اس کے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ کی طرف دیکھا اور پھر چہرہ اوپر اٹھایا۔

یہ۔۔۔جگہ کونسی ہے۔۔۔اور کیا کرتے ہیں یہ لوگ یہاں لڑکیوں کے

ساتھ؟ اس کے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ سے بے نیازی برتتے ہوئے خوف سے پوچھا۔

بھوک تو مر چکی تھی۔بس اب یہ جاننا ضروری تھا کہ لی تاؤ اُسے یہاں کیوں چھوڑ گیا ہے اور کب لینے آئے گا۔اور یہاں اسطرح لڑکیاں کیوں بند ہیں۔

دوزخ،ہیل یا پھر جہنم بھی کہہ سکتی ہو تمنا نے درشت لہجے میں جواب دیا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آگے بڑھی اور پلنگ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔سامنے والی دونوں لڑکیاں عجلت میں اپنے اپنے پیکٹ کو کھول کر نوڈلز کھانے لگی تھیں۔

ہیل۔۔۔کسی کنویں سے آتی آواز کے مترادف آواز تھی۔

خوف سے پھٹی آنکھوں سے سامنے بیٹھی تمنا کی طرف دیکھا۔وہ پیکٹ کھول رہی تھی۔پورے کمرے میں اب نوڈلز کی مہک ابھر گئی تھی۔

ہاں یہ دوزخ ہے۔یہاں کا ہر پل ہر لمحہ اذیت ناک ہے،بس فرق

صرف اتنا ہے یہاں کھانے کو دو وقت مل جاتا ہے وہ ایک پیکٹ کھول کر اس کے اندر چمچ رکھنے جے بعد جوی کی طرف بڑھا رہی تھی۔

کہ۔۔۔کیا کرتے ہیں یہ لوگ؟گھٹی سی آواز میں سوال پوچھا

جسم فروشی کرواتے ہیں اور یہ۔۔۔۔

تمنا نے اپنے پیٹ سے شرٹ کو اوپر اٹھایا،اس کے پیٹ پر ٹانکوں کے اور زخم کے نشان تھے شاید اس کا ایک گردہ نکال لیا گیا تھا۔

جوی کے ہاتھ کانپ گئے اور گھبراہٹ کے باعث ڈبہ ہاتھ سے نیچے گرا۔وہ خوف سے دہل گئی۔تمنا سپاٹ چہرے کے ساتھ پلنگ پر گرے نوڈلز پھر سے ڈبے میں ڈال رہی تھی۔ایسے جیسے وہ پہلے سے جانتی تھی کہ اس کے ہاتھ سے نوڈلز گر جائیں گے۔

گھبراؤ نہیں سب کے نہیں نکالتے اور ایک ساتھ سب کچھ نہیں نکالتے آرڈر پر جس کا میچ ہو اس کا تمنا نے نوڈلز پھر سے اس کی طرف بڑھائے

دوزخ۔۔۔ابدی سزا کی جگہ۔۔۔۔ہاں میرا گناہ بہت بڑا تھا اور مجھے ایسی ہی سزا ملنی تھی خداوند سے یہاں بھی اور وہاں بھی اس کی روح کانپ گئی تھی۔

ڈبڈبائی آنکھوں سے سامنے تمنا کی طرف دیکھا۔وہ دھندلی ہو چکی تھی۔

ت۔۔۔تم نے بھی کیا کوئی گناہ کیا تھا؟ روندھائی بھاری آواز میں سوال پوچھا

تمنا کے نوڈلز منہ میں ڈالتے ہاتھ روک گئے، نگاہیں جوی کی طرف اُٹھیں۔وہ جوی کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس کے چہرے ہر رقم گناہ تلاش رہی ہو۔

اگر یہ دوزخ ہے تو یہ کسی سزا کے طور پر ہے کسی گناہ کی سزا جیسے میں نے گناہ کیا ہے بہت بڑا گناہ،تم سے بھی۔۔۔تمنا کی ساکن آنکھیں دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی

ہاں کیا ہے،پیدا ہونے کا گناہ،باپ کو بیٹا چاہیے تھا اور تیسری دفعہ بھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہم دنیا میں آ دھمکے اور ہمارے بعد جو دو بہنیں آئیں ان کے قصور وار بھی ہم ٹھہرے تلخ سی مسکراہٹ اس کے خوبصورت لبوں پر ابھری

سولہ کے ہوئے تھے کہ ابا نے ایک بوڑھے نواب سے پیسوں کے عوض نکاح کر دیا وہ کھو سی گئی۔

اس کی بھورے رنگ کی بڑی سی مردہ آنکھوں میں ماضی کی یاد سے ہلکی چمک ابھری۔نوڈلز کا ڈبہ ہاتھ میں کانپ رہا تھا۔شاید ان لمحوں کا درد پھر سے اس کی رگ و پے میں اترا تھا۔

نواب صاحب کا سال بعد ہی انتقال ہو گیا،مرحوم کے بیٹوں نے عدت کے دنوں میں اپنا اپنا حصہ ڈالا اور ہمیں دھکے مار کر گھر سے نکال دیا وہ سر نیچے جھکا چکی تھی۔لہجہ اب زکام زدہ لگ رہ تھا

گھر واپس آئے تو۔۔۔خود پر دروازے بند دیکھے،ماں نے ابا سے چوری پیسے تھمائے اور کہا لکھنو اپنی خالہ کی طرف چلے جائے وہ کوئی کام دلوا دے گی گھر آؤ گی تو باپ مار دے گا تمھارے پیچھے بھی ابھی تین پڑی ہیں اس کی آنکھ سے آنسو لڑھک کر ڈبے میں موجود نوڈلز پر آ گرا

کیا کرتے اکیلے ہی لکھنو کی ٹرین پکڑی اور خالہ کی طرف چل دیے، مگر خالہ کے گھر نا پہنچ سکے وہیں ٹرین سے ہی چند مشکوک لوگوں کی نظر میں آ گئے کہ اکیلی ہے،بے آسرا ہے،بس ٹرین کے باتھ روم میں وہ زبردستی گھسے اور بازو میں کچھ چبھو دیا پھر جب بھی آنکھ کھلتی کوئی نوچ رہا ہوتا تھا،زیادہ ہوش میں آنے لگتے تو انجکشن لگا دیا جاتا تھا۔جب مکمل ہوش آیا تو خود کو یہاں پایا

وہ اپنی کہانی سنا رہی تھی اور جوی کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

یہاں آکر اصل اذیت کا سفر شروع ہوا،روح تک کو نوچ کھایا حرام کے پلوں نے اور پھر ایک دن گردہ نکال لیا،حیران تو اس بات پر ہیں کہ زندہ کیوں ہیں ہم مر کیوں نا گئے؟زکام زدہ بھاری آواز کے ساتھ اب آنسو متواتر لڑھک رہے تھے۔

اب تو بس روز دعا کرتے ہیں کہ جلدی مر جائیں،تم بھی دعا کرو کہ تم جلدی مر جاؤ کیونکہ یہاں جو مر جاتی ہے وہی آزادی پاتی ہے۔اور جب وہ مر جاتی ہے تو باقی سب لڑکیاں دروازے کی سلاخیں بجا بجا کر جشن

مناتی ہیں تمنا نے پھیکی سی مسکراہٹ سجا کر کہا

وہ دم سادھے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔تمنا اب آنسو صاف کرتی نوڈلز زہر مار کر رہی تھی۔پھر اس کو بھی کھانے کا اشارہ کیا۔

کھالو ورنہ یہاں کے چوہے بھی بہت بھوکے ہیں تمنا نے پھیکی سی مسکراہٹ سجائی۔

جوی نے چونک کر ارد گرد دیکھا۔اور پھر نوڈلز اٹھا لیے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چین کے شہر شھنگائی میں یہ چمکتی صبح پوری دلکشی کے ساتھ اس دوڑتی بھاگتی دنیا میں دن کی شروعات کر چکی تھی۔لیجزیو کی آسمان سے باتیں کرتیں عمارتوں میں چہل پہل اور ان بلند و بانگ عمارتوں کے سامنے بہتے کشادہ ہنگپو دریا میں کشتیوں میں مسافروں کی آمدو رفت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

ہاروی پروڈیکشن کی ٹیم اپنی شوٹنگ کے تیسرے دن سیٹ پر پہنچ چکی تھی۔دران ملک سیاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس سیاہ گلاسز آنکھوں پر

سجائے اپنی تمام طر وقار کے ساتھ جلوہ کناں تھا۔

ان لوگوں کا آج کا فلمایا جانے والا منظر یہیں لیجزیو کی عمارتوں کے سامنے دیبنڈ میں دریا کے کنارے پر تھا۔

منظر میں دران کے ساتھ کارلہ کے مناظر بھی شامل تھے جن میں اسے کارلہ کو کمر سے تھام کر گھمانا اور اپنے قریب کرنا تھا۔دران جس کے لیے فائٹنگ اور دوسرے کئی مشکل سے مشکل منظر کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر رومانوی مناظر میں آ کر اس کی عدم دلچسپی سب کو واضح محسوس ہوتی تھی۔

اس میں کوئی شک نہں تھا کہ وہ ادکاری کے باقی تمام کرداروں میں بہترین جوہر دکھا کر اپنا لوہا منوا چکا تھا لیکن رومانوی مناظر یا تو فلم سے بلکل ہی تلف کروا دیتا تھا جیسا کہ اس دفعہ ہوا تھا یا پھر ان کو عدم دلچپسی سے فلماتا تھا۔یہی وجہ تھی وہ ہیرؤین کے ساتھ کیمسٹری کی لسٹ میں زیرو نمبر پر تھا۔

اب بھی وہ سرخ رنگ کی میکسی میں ملبوس غضب ڈھاتی حسین ادکارہ

کارلہ کو کمر سے تھام کر دو دفعہ گھماتے ہوئے اپنے قریب کر چکا تھا۔مگر ہدایتکار بروس کو یہ منظر پسند نہیں آ رہا تھا۔

کٹ۔۔۔کٹ۔۔۔شارٹ بریک لیں اس کے بعد دوبارہ ٹیک لیں گے سر۔۔۔بروس نے تیسری دفعہ ٹیک لینے کا حکم جاری کیا اور دران کی طرف انگوٹھے کا اشارہ کیا۔

دران نے غصے سے بروس کی پشت کو گھورا جو دوسری دفعہ بھی منظر کو کٹ کروا چکا تھا۔اسے جتنی کوفت ہو رہی تھی بروس اتنا ہی سین لمبا کھینچ رہا تھا۔

بروس اس فلم کا ہدایاتکار تھا اور وہ ہاروی پرڈوکشن کا بہت عرصے سے حصہ تھا۔بروس کو دران پر پہلے سے ہی بہت تمس تھا کہ اس نے فلم میں اس کے شامل کئے ہوئے رومانوی مناظر تلف کروا دیے تھے اب اس منظر کے وہ زیادہ ٹیک لے کر اسے زچ بھی کر رہا تھا۔

بروس کے منع کرتے ہی،کیمرے گھوم گئے تھے۔میک اپ کرنے والے اور پانی پلانے والے بھاگتے ہوئے کارلہ اور دران کی طرف آ رہے

تھے۔باقی سارا عملہ بھی اپنی ذمہ داری سے ہٹتے ہوئے اب ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں محو تھا۔

دران نے آنکھوں کو چندھی کیے پیشانی پر بل ابھارے،گھور کر بروس کو دیکھا جو اب کچھ دور چھتری کے نیچے بیٹھے ہاروی کی طرف جا رہا تھا۔

اس کے سامنے کھڑا لڑکا اس کے غصے سے بے نیاز میک اپ درست کر رہا تھا۔دران نے ایک ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے لڑکے کو روکا اور خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا کچھ دوری پر بیٹھے ہاروی اور بروس کی طرف بڑھا۔

بروس اب ہاروی کے ساتھ والی کرسی پر براجمان ہو کر مشروب کا گلاس اٹھا رہا تھا جب وہ سر پر پہنچ کر کھڑا ہو چکا تھا۔بروس نے گلاس کو منہ سے لگائے نگاہیں اٹھائیں۔دران سرخ چہرہ لیے کھڑا تھا۔

یہ میرا لاسٹ ٹیک ہو گا اس کے بعد میں ایک بھی اور ٹیک نہیں لوں گا دران نے انگلی کھڑی کرتے ہوئے اپنا اٹل فیصلہ سنایا

بروس ایک دم چونک گیا،وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ جان بوجھ کر زیادہ ٹیک

لے رہا ہے،دران دو ٹوک انداز میں فیصلہ سنا کر وہاں رکا نہیں تھا جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے واپس پلٹ گیا۔

بہت بہت بد دماغ ہے، یہ جتنا مہنگا ایکٹر ہے اتنا ہی الٹ دماغ کا مالک ہے کیوں کاسٹ کیا تھا اسے اتنے مہنگے پروجیکٹ میں بروس نے ناک چڑھاتے ہوئے اس کی پشت کو گھورتے ہوئے سوال کیا

وہ اپنی اس بد دماغی کو اپنی پہچان کہتا ہے، درانگ پھاڑ دینے والا،چیر کر رکھ دینے والا ہاروی نے اسے درنگ کے نام کا مطلب بتاتے ہوئے قہقہ لگایا

وہ بروس کی دران سے نفرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا بروس نے غصے میں سر ہوا میں مارا،ہاروی اب ہنسی کو دبا کر سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

غصہ مت کرو یہ ایسا ہی ہے۔یہ تو کِسنگ سین بہت مشکل سے کرتا ہے اور وہ بھی زیادہ طر اوریجنلی نہیں کرتا ٹیکنالوجی استعمال کرواتا ہے، یہ میرے لیے ایک چیلنج ہے سٹیفن نے کہا تھا یہ تمھاری فلم میں کام

نہیں کرے گا ہاروی نے بروس کو دران کے مطلق مزید آگاہ کیا

جانتا ہوں سب میں،ڈرامے ہیں اس کے یہ سب،جو زیادہ تاثر دیتے ہیں وہ زیادہ کمزور ہوتے ہیں بروس نے ٹھوڑی کو کھرچتے ہوئے درشت لہجے جواب دیا

نہیں ڈارمے نہیں کرتا شروع سے ہی ایسا ہے،نتھن نے متعارف کروایا تھا اسے،پہلے ایک سال معمولی اسٹنٹ مین کے طور پر کام کرتا رہا ہے انڈسٹری میں متوازن لہجے میں کہتے ہوئے ہاروی نے میز پر رکھا لیپ ٹاپ اپنی طرف گھمایا

اگر یہ بات ثابت کر دوں کہ یہ صرف اس درانگ کے ڈارمے ہیں تو کیا دو گے مجھے بروس نے بھنویں اچکائے کمینگی سے پوچھا

ہاروی نے لیپ ٹاپ پر جھکی نگاہ اٹھائی اور پھر استہزئیہ مسکایا

اوہ۔۔۔بس کر بھائی،اس سے وہ سین تک تو کروا نہیں سکے میں یا تو، اب یہ کہاں سے ثابت کریں گے ہاروی نے تمسخرانہ کہا

تمہیں ویڈیو چاہیے یا پکس بس یہ بتاؤ بروس نے ناک پھلائے وثوق سے پوچھا

ایسے جیسے اب یہ اس کی عزت کا معالا بن چکا ہو، ہاروی نے چند سکینڈ حیرانگی سے بروس کے چہرے پر موجود سختی کو دیکھا۔

ویڈیو کیونکہ اگر اس کی ایسی ویڈیو میڈیا پر آ گئی تو سمجھو اس کا یہ جو سو کالڈ ایچی ٹیوڈ ہے۔پاش پاش ہو جائے گا ہاروی نے خباثت سے آنکھ کا کونا دبایا

ہم۔م۔م تو بس پھر دیکھتے جاؤ، لگتا ہے کچھ مکس کرنا پڑے گا،پروسٹی ٹیوٹ۔۔۔بروس نے پرسوچ نگاہیں سامنے دران پر مرکوز کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی

ہاروی ایک دم سے چونک کر سیدھا ہوااور پہلے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا،دران اپنے کیبن کے قریب کھڑا سگریٹ سلگائے انل سے باتوں میں مصروف تھا۔ہاروی نے نگاہیں بروس کی طرف گھمائیں۔

نو۔۔۔نو۔۔۔اُس سب کو اس معاملے سے الگ رکھو وہ سب الیگل ہے کسی کو بھنک بھی پڑی نا تو ہاروی نے دانت پیستے ہوئے آواز کو دھیما رکھا۔

کچھ نہیں ہو گا بس ایک لڑکی ہی تو چاہیے اور کچھ کیمرے بروس استہزائیہ مسکرایا۔

پھر سے سوچنے کا مشورہ دوں گا ہاروی نے لب بھینچے گہری سانس لی

نہیں میری جان گھبرانے کی ضروت نہیں ہے،وہ بھی فلم ہوتی ہے یہ بھی فلم ہو گی فرق صرف اتنا ہو گا اس میں ہیرو کو نہیں پتا ہو گا کہ یہ فلم ہے بروس نے پھر سے آنکھ دباتے ہوئے ہونق بنے ہاروی کو پوری بات سمجھائی

نہ۔۔۔نہ۔۔۔۔مجھے یہ بات ٹھیک نہیں لگ رہی کوئی اور طریقہ سوچو ہاروی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنا ڈر ظاہر کیا

کچھ بھی نہیں ہو گا سب بس مجھ پر چھوڑ دو سب بروس نے تو جیسے

سب سوچ لیا تھا۔

اعتماد سے پریشان چہرہ لیے بیٹھے ہاروی کو دیکھ کر مسکرایا

تم ریلیکس ہو جاؤ سب مجھ پر چھوڑ دو بس ایک عدد پارٹی کا اہتمام ہو جائے،اوکے میں ذرا اس کا آخری ٹیک لے کر آیا

بروس نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا جو اب بھی حواس باختہ بیٹھا تھا۔

بروس اپنی جگہ سے اُٹھا اور قدم کیمروں کی طرف بڑھا دیے جہاں دران اپنا ٹیک دینے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

کراچی کے بہت پرانے متوسط طبقے کے رہائشی علاقے میں دو منزلہ ملک ہاوئس میں اب دوسری پیڑھی اپنی زندگی کے ماہ و سال گزار رہی تھی۔

ملک ہاوئس دو بھائیوں بختاور ملک اور سخاوت ملک کی مشترکہ ملکیت تھا۔بختاور ملک بڑے تھے اور ان کے دو بچے تھے ایک بیٹا نوین ملک

اور بیٹی شازیہ ملک جبکہ چھوٹے بھائی سخاوت ملک کے چار بچے تھے۔بڑا بیٹا اسفند اس سے چھوٹی عصمت پھر یاور اور سب سے چھوٹی بیٹی طلعت۔

بختاور ملک اور ان کی زوجہ اپنی بیٹی شازیہ کی شادی کے بعد ہی یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے اور پھر ان کے بعد ان کا اکلوتا بیٹا نوین ملک بھی بھری جوانی میں اس دنیا کو الوداع کہہ گیا۔

سخاوت ملک کے گزرجانے کے بعد اب ملک ہاؤس کی پہلی پیڑھی میں سے صرف سخاوت ملک کی زوجہ دستگیر بیگم ہی اس گھر میں سب سے بڑی تھیں جو اپنے دو بیٹوں اسفند اور یاور کے ساتھ یہاں مقیم تھی۔

ملک ہاؤس میں آئے دن کسی نا کسی بات پر جھگڑا معمول کی بات تھی کیونکہ اسفند ملک کو کاروبار میں نقصان ہو رہا تھا اور یاور ملک معمولی ملازمت کرتا تھا۔گھر میں کمانے والے دو اور کھانے والے زیادہ تھے مگر یہاں مالی پریشانی کے علاوہ اور بھی بہت مسئلے مسائل تھے اور اب اس وقت بھی لاؤنج سے تھوڑا آگے اس کمرے سے ابھرتی آوازیں پورے

گھر میں گونج رہی تھیں آج چھٹی کے دن صبح سے لگا یہ تماشہ رات گئے تک جاری تھا۔

یہ اسفند اور روبی کا کمرہ تھا۔روبی کے جہیز میں آیا لکڑی کا بیڈ،سنگھار میز اور ایک عدد چھوٹا سا پلنگ اس کمرے میں رکھے گئے تھے۔اس وقت کمرے کے وسط میں یاور غصے میں بپھرا کھڑا بیڈ پر بیٹھے اسفند ملک کو اپنے دوپہر کو لیے گیے فیصلے سے آگاہ کر رہا تھا۔

بیڈ کے ایک کنارے پر روبی اپنے جبڑوں کو سختی سے پیوست کئے اپنے غم و غصے پر ضبط کی عکاسی کر رہی تھی جبکہ تین سالہ دران اسفند کے گھٹنے کے پاس بیڈ پر اور دو سالہ برھان پلنگ پر سو رہا تھا۔

تم دران کو گود لینا چاہتے ہو!!!! یہ کیا بات ہوئی؟دران نوین بھائی کا بیٹا ہے ہمارے خاندان کا خون ہے پھر اس کو گود لینے کی کیا تک بنتی ہے سب اس کا خیال رکھتے تو ہیں

اسفند ملک کی پیشانی پر یاور کی بات کو لے کر انگنت نا سمجھی کے شکن نمودار ہوئے۔یاور ملک دران کو قانونی طور پر گود لینا چاہتا تھا۔

بھائی بس کریں کیا خاک خیال رکھتے ہیں،کوئی دھیان نہیں دیتا اس پر،کپڑوں کے نام پر یہ نیکر اور نہ کوئی منہ دھلائے نہ کچھ،کام والی آئے تو نہلا دے نہیں تو ہفتہ بھر ایسے ہی گندہ پھرتا ہے بیچارا یاور نے بازو کو لمبا تانے ہاتھ کے اشارے سے اسفند کی توجہ دران کی طرف دلائی

اسفند نے گردن کو ہلکا سا خم دیا وہ معصوم شہزادوں سی صورت والا بدنصیب بچہ اس وقت پرانی سی پھٹی نیکر پہنے سو رہا تھا۔کراچی میں آجکل رات کو خنکی بڑھ جاتی تھی لیکن کسی کو یہ زحمت نہیں ہوتی تھی کہ رات کے وقت ہی اسے شرٹ پہنا دی جائے۔

آئے دن دران پر بڑھتے ظلم اب یاور کی برداشت سے باہر تھے وہ ایک سال سے یہی سب کچھ دیکھ اور برداشت کر رہا تھا۔

یاور کی گود لینے والی بات پر روبی کو دوپہر سے ہی پریشانی لاحق تھی کیونکہ اگر یاور اس معاملے میں سنجیدہ ہو گیا تو کیا اس کی بہن کو دران کو گود لینا پڑے گا۔وہ تنک کر آگے ہوئی

یاور زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے،سونی کیا نئی نویلی دلہن آ

کر اس کو سنبھالنے میں لگ جائے گی؟ روبی نے نروٹھے لہجے میں شکوہ کیا

سونی اور یاور کی تین سال پہلے پسندیدگی کی بنا پر نسبت طے ہوئی تھی۔یہ پسندیدگی روبی اور اسفند کی شادی سے ہی شروع ہوئی تھی اور پھر بات اتنی بڑھی کہ یاور کی ضد پر سب کو روبی کی بہن سونیا کا رشتہ یاور کے لیے لینا پڑا لیکن اب جب شادی قریب آنے والی تھی تو یاور کی یہ بات کہ وہ دران کو اپنا نام دے کر اپنا بیٹا بنائے گا کسی طور پر روبی کو ہضم نہیں تھی۔

ہاں سونی سنبھالے گی۔۔۔ظاہر سی بات ہے بھابھی،میں جب اُسے گود لوں گا،اپنا نام دوں گا،تو میری بیوی کو اُسے قبول کرنا ہو گا یاور ملک نے کندھے اچکائے اور اپنے فیصلے کو اٹل قرار دیا۔

سونی نہیں کرے گی یہ سب روبی نے ناک پھلا کر یاور سے کہا اور غصے سے اسفند ملک کی طرف پلٹی

اسفی میری بات سنیں۔یاور بات کو فضول میں بڑھاوا دے رہا ہے۔ہم

سب دران کا جتنا ہو سکتا ہے خیال رکھتے ہیں۔اب اپنے بھی سو کام ہوتے ہیں سو بکھیڑے ہوتے ہیں۔اس کو گود میں اُٹھائے اُٹھائے تو نہیں پھر سکتے روبی نے ماتھے پر شکن کی تعداد بڑھاتے ہوئے شوہر کو صفائی پیش کی

کرتی بھی کیوں نہ دران کو لانے والا اور یہاں رکھنے پر بضد ہونے والا اسفند ملک ہی تو تھا۔

اٹھائے اٹھائے پھرنے کا کون کہہ رہا ہے آپ سے بھابھی، ان سو کاموں اور سو بکھیڑوں میں آپ برھان کا اور عصمت باجی فائقہ کا دھیان رکھتی ہیں نہ؟تو اسے کیوں بھول جاتے ہیں آپ سب یاور کا پارہ تو آج کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

وہ ایسا ہی تھا ڈٹ جانے والے اور لڑ جانے والا اس کا منہ بولتا ثبوت سونی تھی جس کے لیے دستگیر بیگم کسی صورت نہیں مان رہی تھیں اور پھر یاور کی ضد کے آگے ہار ماننی پڑی۔

تم گھر ہوتے ہو جو تمہیں پتا ہو ہم کتنا دھیان رکھتے ہیں یا کتنا نہیں

روبی نے ناک چڑھا کر ترکی با ترکی جواب دیا

بھابھی میں لڑنا نہیں چاہتا ہوں آپ سے یاور نے نظریں چرائیں

تم بات بھی غلط کر رہے ہو۔سونی ہر گز آتے ہی ایک تین سال کے بچے کی ماں نہیں بنے گی۔میری بہن کوئی گری پڑی ہے جو یوں تم اس کے سر پر بچہ مسلط کرو گے روبی نے ہاتھ ہوا میں گھمائے فیصلہ سنایا۔

ٹھیک ہے مت بنے دران کی ماں،پھر میری بیوی بھی نہیں بنے گی

یاور کے دو ٹوک لہجے میں کہے گئے جملے پر اسفند اور روبی ایک ساتھ دم بخود ہوئے

یاور بکواس بند کرو سونی کو تم یوں فضول کی بات پر چھوڑ دو گے کیا؟،دران نوین بھائی کا بیٹا ہے۔وہ ہمارے چچا زاد تھے۔اس لحاظ سے اب دران کی ذمہ داری ہم سب پر ہے نا کہ صرف تم پر اسفند ملک کی رعب دار گرج پر بھی یاور کی پلک تک نہیں جھپکی

بھائی اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے گود نہ لوں تو پھر میری ایک

بات مانیں دران کو شازیہ آپا کہ پاس بھیج دیں وہ سگی پھپھو ہیں اس کی شاید وہ ہی۔۔۔یاور نے گہری سانس لیتے ہوئے اپنی اگلی شرط سے آگاہ کیا

اسفند اس کی اس بات پر سٹپٹا کر سیدھا ہوا چہرے پر غصے کے آثار ایک دم سے بڑھے

ہاں تاکہ وہ تایا کی باقی بچی کھچی جائیداد بھی دران کے بہانے ہم سے لے اڑے۔۔ہے نہ؟وہ کہے گی نوین کا بچہ میں پال رہی ہوں تو اس کے حصے کی جائیداد بھی میں لوں گی اسفند ملک نے دانت پیستے ہوئے اسے نوین کی بہن شازیہ کے ارادوں سے آگاہ کیا

لالچ میں آپ سب ایک بچے کی زندگی برباد کر رہے ہیں اور کچھ نہیں،بھائی آپ کو نہیں پتا وہ کتنی مار کھاتا ہے سارا دن یاور نے چیختے ہوئے کہا اور غصیلی نگاہ روبی پر ڈالی

اسفی یہ بدتمیز اتنا ہے کیا کریں،برھان اور فائقہ کو مارتا ہے،گند ڈالتا ہے،اب برھان بھی تو ہے اس سے چھوٹا ہے پر مجال ہے کچھ الٹا سیدھا

کرے اور یہ۔۔۔۔یہ تو آفت کا پرکالا ہے۔جب اتنے کام الٹ پلٹ کرے گا تو ظاہر سی بات ہے مار بھی کھائے گا، اس کی جگہ برھان یا فائقہ ہوں تو وہ بھی اتنی ہی مار کھائیں گے روبی نے تنک مزاجی سے جواب دیا

بھابھی آپ تو چپ ہی کریں بس یاور نے ہاتھ سیدھا کھڑا کرتے ہوئے روبی کو بولنے سے روکا

ایک منٹ چپ کرو تم دونوں۔۔۔یہ طلعت کیا کرتی رہتی ہے سارا دن اس کو بلاؤ ذرا،روبی بلانا ذرا اسے اسفند نے طلعت کا پوچھا اور ساتھ ہی روبی کو اسے لانے کا اشارہ کیا

روبی ایک خون آشام نگاہ یاور پر ڈالتی اور منہ میں بُڑبڑاتی باہر نکلی۔یاور ناک پھلا کر اسفند کی طرف متوجہ ہوا

بھائی طلعت نے کیا کرنا ہے وہ بھی گاہے بگاہے اس کارے عظیم میں اپنا حصہ ڈالتی ہے، جب دل چاہتا ہے مارتی ہے اس کو یاور نے سر ہوا میں مارتے ہوئے طلعت کے بارے میں اسفند کو آگاہی دی

جی بھائی۔۔۔طلعت نے دروازے پر ہاتھ رکھے تیکھی سی آواز میں پوچھا اونچے سے قمیض شلوار میں کھلے بال چھوڑے جدید سے فیشن سے لیس بیس سالہ طلعت حیرت سے کمرے کے گرم ماحول کو دیکھتے ہوئے اندر داخل ہوئی روبی بھی اس کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئی۔

طلعت تم بھی دران کو مارتی ہو،افسوس ہوا مجھے یہ جان کر مطلب یہاں اس گھر میں ان پڑھ اور پڑھے لکھے سب برابر ہیں اسفند نے تاسف سے آنکھیں پھیلائیں۔

بھائی میں کب مارتی ہوں دران کو؟طلعت صاف مکرتے ہوئے اب یاور کو گھور رہی تھی۔

یاور سے تو اس کی ایک پل کے لیے نہیں بنتی تھی۔

جھوٹ مت بولو تم یاد کرو وہ پرسوں کیسے مار رہی تھی تم اسے یاور نے کمر پر ہاتھ رکھے سر کو ہلاتے ہوئے اسے یاد دہانی کروائی جو مکمل طور پر بھولے کھڑے تھی۔

وہ اس دن تو اُس نے میری اتنی مہنگی کریم ساری اپنی ٹانگوں پر لگا کر ضائع کر دی تھی تو میں نے تھوڑی سی سزا دی تھی اس کو بس طلعت نے اسفند کی طرف دیکھتے ہوئے بیچارگی سے اپنی صفائی دی

تھوڑی سی سزا۔۔۔اوہ میرے خدا کسی قدر جھوٹی ہے یہ لڑکی،بھائی اس نے پتا کیا حرکت کی تھی،دران کو بالوں سے پکڑ کر اس کے گال پر تھپڑ مار رہی تھی یاور نے اس کے جھوٹ پر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

بھائی میں ہلکی ہلکی چپت لگا رہی تھی،میں صرف ڈرا رہی تھی اسے زور سے کب مار رہی تھی طلعت نے پھر سے صفائی دی

ہاں تھپڑ کی آواز مجھے اسی لیے لاؤنج میں بھی سنائی دے گئی؟یاور نے چیختے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں

طلعت۔۔۔تم سے یہ توقع نہیں تھی مجھے کم از کم تم تو دران کی دیکھ بھال کر سکتی ہو نہ؟اسفند نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا

بھائی میں کہاں کر سکتی ہوں، کالج سے آتی ہوں تو اتنی تھکی ہوئی ہوتی ہوں اور شام کو عصمت باجی اور بھابھی نے سارے کام میرے سر پر ڈال دیے ہیں

طلعت نے ناک بھینچے اس ذمہ داری سے ہاتھ کھڑے کیئے

طلعت کے سفید جھوٹ پر روبی کا منہ پورا کھل گیا وہ جو ابھی تک بھائی اور بہن کی لڑائی میں دل ہی دل ہنس رہی تھی تنک کر آگے ہوئے

بس کرو طلعت تم تو، کالج سے آکر کمرے میں ایسی بند ہوتی ہو کہ پوچھو مت،کام تو پھر دور کی بات ہے روبی نے ہاتھ نچاتے ہوئے اسے آئینہ دکھایا

چپ کرو تم لوگ خدا کا واسطہ چپ کرو اسفند نے جھنجلا کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے

روبی اور طلعت نے زبردستی لب بھینچے اور سانس اندر کھینچتی ضبط سے سیدھی ہوئیں۔

طلعت کل سے تم گھر کے کوئی کام نہیں کرو گی تم دران کو سنبھالو گی صرف اسفند نے انگشت انگلی تان کر حکم صادر کیا

بھائی مجھ سے نہیں ہو پائے گا یہ بہت شرارتی ہے طلعت نے خشمگیں نگاہوں سے دران کو گھورتے ہوئے صاف انکار کیا

بچے شرارتی ہی ہوتے ہیں،وہ بچہ ہے صرف تین سال کا ہے ابھی نا سمجھ ہے اسفند نے حیرت سے پیشانی پر افقی شکن ابھارے

یہ بات ان کی موٹی عقلوں میں جائے تب نہ،بھائی آپ کو جو کرنا ہے کریں لیکن میرا فیصلہ اٹل ہے میں دران کو لیگلی طور پر گود لوں گا یاور کی سوئی وہیں اٹکی تھی وہ ڈٹا ہوا تھا اپنے فیصلے پر

نہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا ہم میڈ رکھ لیتے ہیں مل کر دران کے لیے اسفند نے اگلا حل پیش کیا

روبی کا منہ کھل گیا آنکھیں اور لب ایک ساتھ سکوڑتی وہ اسفند کی طرف بڑھی

واہ۔۔۔بہت خوب کہی،اتنی ہی کوئی لاٹری نکل آئی ہے تو بیوی کے کام کے لیے رکھ دیں میڈ،یہ نواب زادہ بہت عزیز ہے آپکو جو اس کے لیے رکھیں گے روبی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

کچھ نہیں ہو سکتا یہاں کچھ نہیں ہو سکتا یاور نے کمر پر دھرے ہاتھ افسوس سے ہوا میں اٹھائے۔

دستگیر بیگم آہستہ آہستہ چلتیں چھڑی کے سہارے کمرے کے دروازے میں آئیں۔وہ کب سے لاؤنج کے پلنگ پر کروٹ بدل رہی تھیں لیکن کمرے کا شور کہاں سونے دے رہا تھا۔ان سب میں فقط عصمت نہیں تھی کیونکہ وہ رات کو فائقہ کو لے کر اوپر چلی جاتی تھی۔

اسفی۔۔۔میں کہے دیتی ہوں پہلی فرصت میں بچے کی سنت پوری کرواؤ پہلے، اس انگریز بڑھی کو تو اسلام کا کچھ پتہ نہیں تھا تم لوگوں کو تو ہے،پلیت کہیں کا کبھی کسی برتن کو چھوتا کبھی کہاں کبھی کہاں

دستگیر بیگم کا ایک ڈیڑھ سال سے وہی راگ تھا اور آج بھی وہ اسی بات کو دہرا رہی تھیں۔دران جب اس گھر میں آیا تھا ڈیڑھ سال کا

تھا۔آج کل کرتے وہ تین سال کا ہونے کو آیا تھا مگر وقت نہیں ملا تھا کسی کو یاور پڑھائی کے لیے پنجاب میں تھا۔

دستگیر بیگم کے اپنے ہی مسئلے تھے ایک تو انہیں دران انگریز ماں کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کَھلتا رہتا تھا اوپر سے ان کو دران کے نوین کا خون ہونے پر بھی شک تھا۔

یاور اسے لے جاتے ہیں آج ڈاکٹر کے پاس اسفند نے دران کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے یاور کی طرف دیکھا

وہ میں کر لوں گا بھائی،بے فکر رہیں میں نے اس کی دیکھ بھال کے لیے چھٹی لی ہے آفس سے یاور نے تسلی دلائی

ٹھیک ہے اور تم اسے گود نہیں لے رہے ہو۔یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے آج کے بعد کسی نے بھی دران کو ہاتھ بھی لگایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اسفند نے گردن گھما کر سب کو گھورتے ہوئے تنبیہ کیا

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے مگر جانتے تھے یہاں اس

پر عمل مشکل تھا۔پھر آہستہ آہستہ سب کمرے سے جانے لگے تھے۔اسفند ملک نے دران کو بیڈ پر سے اٹھایا اور ایک طرف لگے پلنگ پر برھان کے ساتھ لیٹا دیا اور وہ ایک نیکر میں ملبوس پھولے سے گالوں،سفید رنگت اور گہری آنکھوں والا دران ملک روز اپنی زندگی کے بدلتے فیصلوں سے بے خبر سو رہا تھا۔

صبح اٹھتے ہی اس کو کام ہی اتنے ہوتے تھے۔وہ بولتا کم اور کھاتا زیادہ تھا۔وہ ہر وقت کسی نا کسی کھوج میں رہنے والا اور مار پیٹ کرنے والا بچہ تھا۔وہ کتنی دیر تک خاموش یک ٹک سوچ میں ڈوبے رہنے والا بچہ تھا،کسی کو دیکھتا تو گہری نگاہوں سے دیکھتا تھا اور ٹکٹکی باندھے دیکھے ہی جاتا تھا،کچن سے نکالو تو لاؤنج میں پڑی الماری کے درازوں میں سر گھسایا ہوتا وہاں سے ہٹاؤ تو برھان کو نیچے لیٹائے اس کے منہ پر پنچ مار رہا ہوتا تھا،برھان کو بچاؤ تو فائقہ کے بال کھینچ دیتا تھا۔

ویسے تو وہ مسوائے اسفند اور یاور کے ملک ہاؤس میں سب کا ناپسندیدہ فرد تھا مگر روبی کی نفرت اس کے لیے اس لیے بھی عجیب تھی کہ وہ

اکثر رات کو پلنگ پر سے اٹھ کر اسفند ملک اور اس کے درمیان میں لیٹ جاتا تھا۔اسے اس بات سے بے حد کوفت ہوتی تھی۔یہ حرکت اپنے بچے کی تو کوئی بھی ماں با آسانی برداشت کر لیتی ہے مگر دران کی یہ حرکت روبی کے تن بدن کو جلا دیتی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

جیسے ہی پارک کے گیٹ سے اندر قدم رکھے اور جووت کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں تو آنکھیں سامنے کے منظر کو دیکھ کر پھٹ کے باہر آئیں۔ہلکے نیلے رنگ کے لمبے فراک اور چوڑی دار پاجامے پر دوپٹہ گلے میں سکارف صورت ڈالے وہ پورا منہ کھولے ساکن کھڑی تھی۔

شام ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی مریم کے کہنے پر وہ جووت کو لینے نیچے آئی تھی مگر یہاں جووت کو دو بڑے لڑکوں کے ساتھ گتھم گتھا دیکھ کر اس کی سانس اٹک گئی۔دونوں لڑکے بری طرح جووت کو مار رہے تھے وہ اُس سے عمر میں بڑے تھے اس لیے جووت کی ان کو مارنے کی ہر کوشش ناکام تھی۔

ارے ارے چھوڑو میرے بھائی کو کیوں مار رہے ہو ہاتھ کھڑا کیے وہ دور سے ہی اونچی آواز میں چیخی اور تقریباً بھاگتی ہوئی آگے بڑھی

سامنے لڑائی تو بڑھتی ہی جا رہی تھی لڑکوں نے اسے نہ تو دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔جوی تیز تیز بھاگتی اپنے اور ان کے درمیان کا فاصلہ ختم کر رہی تھی اور نگاہیں بلکل سامنے جووت پر کچھ یوں ٹکی تھیں کہ دائیں بائیں کا کوئی ہوش نہیں تھا،ان دونوں میں سے ایک لڑکے نے جووت کا گریبان تھام کر اسے زور سے زمین پر پٹخا،جوی کی دلخراش چیخ ابھری۔

چھوڑو اسے شرم نہیں آتی تم سے چھوٹا ہے وہ وہ پھٹی آواز میں چیختی ہوئی بھاگ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ وہاں پہنچ کر ان لڑکوں پر جھپٹتی اچانک سے وہ ایک طرف سے نمودار ہوا،نیلی پرانی سی جینز اور گرے ٹی شرٹ میں ملبوس اور ایک سکینڈ کے بارہویں حصے میں پتا نہیں کیسے اتنی تیزی سے ان لڑکوں کو پنچ اور ٹانگیں ماریں کہ دونوں لڑکے جو جووت کو مار رہے تھے اب زمین پر اپنے چہرے اور پیٹ پکڑے لوٹ پوٹ ہو رہے

تھے۔جوی اس کی پشت سے ہی اسے پہچان گئی تھی۔وہ وہی بہرہ لڑکا تھا۔

زمین پر لیٹے لڑکوں نے اُٹھ کر مزاحمت کرنے کے بجائے پارک کے گیٹوں کی طرف دوڑ لگا دی ۔دونوں کی آنکھوں میں اس لڑکے کے لیے خوف تھا۔جووت اب کپڑے جھاڑتا اور گریبان درست کرتا بڑے زعم میں مسکرا رہا تھا اور پھر وہ پلٹا جس نے ایک پل میں دونوں لڑکوں کو زمین بوس کر دیا تھا۔

اتنی جلدی اس نے ایسا کیسا پنچ مارا تھا کہ دونوں ہٹے کٹے لڑکے جو جووت کو دبوچ کر کھڑے تھے۔ایک ساتھ زمین پر گرے تھے۔وہ ابھی اس حیرت سے باہر نہیں آئی تھی کہ اگلا دھاکہ تو اسے دنگ کر گیا۔

شکریہ دران بھائی جووت مسکراتا ہوا اس لڑکے سے کہہ رہا تھا اور لب بھینچے اس سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

کیا یہ سن سکتا ہے حیرت کا شدید ترین جھٹکا آنکھیں بنا جھپکے وہ سامنے جووت کے ساتھ کھڑے اس لڑکے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ پلٹا اور شرٹ کے بازو درست کر تا جووت کے قریب ہوا،وہی چہرہ جو اس کے حلیے سے کسی طرح بھی میل نہیں کھاتا تھا۔ویسے ہی بھورے سیدھے بکھرے بال،اداس آنکھیں اور پھر وہ بولا۔

کیا ہوا تھا۔۔۔؟اس کی آواز بلکل اس کی شخصیت سے میل کھاتی بھاری،رعب دار،بیزار،کھارے پانی جیسی کھردری ۔وہ جووت سے لڑکوں کے مارنے کی وجہ پوچھ رہا تھا اور وہ اس کی آواز کی بازگشت میں جکڑی ششدر کھڑی تھی۔

بھائی ہمیں کھیلنے نہیں دیتے یہ لڑکے یہاں،کہتے ہیں وہ کونے میں جاؤ،زیادہ جگہ ہم لیں گے،مجھے آج غصہ آ گیا میں جھگڑ پڑا ان کے ساتھ جووت اسے اپنے جھگڑے کی وجہ بتا رہا تھا۔

ہم۔م۔م۔دوبارہ کچھ کہیں تو بتانا مجھے اس نے جووت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے وثوق سے کہا

جووت نے مسکرا کر خوشی سے سر ہلایا اور وہ آگے بڑھا اور جوی سے بے نیاز اس کے قریب سے سر جھکائے گزر گیا جیسے وہ یہاں موجود ہی

نہ ہو۔

پل سمٹ کر سست روی سے چلنے جیسا احساس تھا۔جوی ہلکا سا منہ کھولے اس کے چہرے اور پتھر جیسی گہری آنکھوں کو دیکھ رہی تھی مگر وہ گزر گیا۔جووت نے قریب آ کر اسے ہلایا تو جیسے وہ مجسم سے محرک ہوئی۔

یہ۔۔۔یہ سن سکتا ہے کیا؟اپنی ہی آواز کہیں بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

ہاں تو سن بھی سکتا ہے بول بھی سکتا ہے، ویسے اس کو بولنا پسند نہیں زیادہ مارتا ہے بس۔۔۔آپ کو کیا ہوا یہ انو بھائی کا دوست ہے،فائٹنگ دیکھی اس کی سکول میں بھی ایسے ہی پکڑ کر پٹخ دیتا تھا لڑکوں کو،یہ پنچ مارتا ہے منہ پر دانت توڑ دیتا ہے جووت جوش سے ہاتھ کے اشارے بناتے ہوئے چہک چہک کر اُسے اس لڑکے کی خوبیاں بتا رہا تھا۔

وہ اب کھوئی کھوئی اس کی پشت کو تاک رہی تھی جو پارک کے گیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔

ان سے سکول میں سب ڈرتے تھے،ایک دفعہ پرنسپل کے بیٹے تک کی دھلائی کر دی تھی۔او۔ہو۔ہو۔ہو۔۔۔کیا مارا تھا۔باپ رے سر ہی پھوڑ ڈالا تھا جووت تو اس کا بہت بڑا مداح لگ رہا تھا۔

جوی پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔وہ جسے بہت مظلوم،بہت کمزور اور دُکھی تصور کر رہی تھی وہ تو کچھ اور ہی نکلا تھا۔

ایسا ہے کیا وحشی سا؟کھوئے سے لہجے میں سوال کیا۔

وہ اب یونہی لمبے لمبے ڈگ بھرتا بہت دور جا چکا تھا نگاہوں سے اوجھل ہو رہا تھا۔

وحشی سا کیا مطلب!!!!! آپا فائٹر کہو فائٹر، پورے سکول میں سب بھائی بولتے تھے ان کو جووت نے اس کے وحشی کہنے پر خفگی سے اس کی بہادری کی مزید وضاحت دی

کیوں تو پھر غنڈا ہے کیا کوئی؟جوی نے پھر سے بھنویں سکیڑ کر سوال کیا

انداز وہی تھا سراسیمگی کی حالت میں جووت کے ہمقدم اس کا ہاتھ تھامے عمارت کے زینے چڑھ رہی تھی۔

ارے نہیں تو غنڈا کیوں، چمپئین ہے جووت نے ہاتھ جھلاتے ہوئے پھر سے جوش میں جواب دیا

اور پھر بے ساختہ وہ جووت سے وہ سوال پوچھ بیٹھی تھی جو شاید دماغ نے پرکھ کر زبان تک نہیں پہنچایا تھا۔

مسلم ہے کیا؟

سانس اٹکی، پل تھما، کان سماعت کے لیے کھڑے ہوئے

ہاں مسلمان ہے

ناجانے کیوں پر جووت کے جواب پر دل بجھ گیا۔ایسے جیسے کوئی پھانس اٹک جائے سینے میں اور بوجھ سا محسوس ہو، حالانکہ اسے پہلے سے اندازہ تھا کہ وہ مسلم ہی ہے مگر پھر بھی ناجانے کیوں اس پل دل نے بیتابی سے ایک خواہش کی تھی کہ کاش وہ مسلم نا ہو۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جووت فلیٹ کا دروازہ کھول چکا تھا اور اندر بھی جا چکا تھا جبکہ وہ بجھے دل کے ساتھ قدم اٹھاتی اندر آئی۔

مریم کچھ پوچھ رہی تھی اس سے وہ خالی الذہن وہاں سے گزر گئی ،جووت کی پھر سے کلاس ہو رہی تھی۔مگر اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔یونہی ایک ٹرانس کی کیفیت میں وہ واش روم میں گھس گئی۔

واش بیسن کا نل چلائے منہ پر چھپاک چھپاک پانی کے چھینٹے مارے مگر وہ پھر بھی پاس سے گزر رہا تھا۔بار بار پاس سے گزر رہا تھا۔

اس نے رگڑ رگڑ کر اپنا چہرہ دھو ڈالا آنکھیں کھول کر اس میں پانی کے چھینٹے مارے مگر وہ پھر بھی پاس سے گزر رہا تھا۔

او۔۔۔گاڈ۔۔۔یہ کیا ہو رہا ہے وہ خوف سے سامنے لگے شیشے میں خود کو دیکھ رہی تھی۔

گہری رنگت،عام سے نقوش،چہرے پر انگنت مہاسے اور ان کے داغ،گھنگرالے بے رونق بال ہاں تو اس کا یوں بے نیازی سے گزر جانا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بنتا تھا

مجھ میں ایسا ہے بھی کیا وہ کیوں پہچانتا کہ میں نے اس کو ایک دفعہ انو کے گھر نا ہونے کا بتایا تھا،ایک دفعہ سیڑھیوں پر ٹکرائے تھے دوپٹے کے پلو سے چہرہ خشک کیا اور باہر آئی

جووت کو اب اماں سے مار پڑ رہی تھی۔وہ بے دل سے وہاں سے گزرتی بالکنی کی طرف بڑھ گئی۔عقب سے سنانا کی ہانک تھی جسے وہ ان سنا کر چکی تھی۔

کہاں جا رہی ہو۔۔۔تمھاری باری ہے آج چائے کی

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

شھنگائی سٹی ہوٹل کی شاندار عمارت کا علیشان کمرہ، کمرہ کیا ہال کہیں تو بھی غلط نہیں۔بیش قمیت فرنیچر شیشے کی طرح چمکتا فرش اور دیواریں کمرے کے حسن کو بڑھا رہی تھیں۔

ہاروی پروڈکشن نے اپنے تمام عملے کو شھنگائی میں شوٹنگ کے دوران اسی ہوٹل میں رہائش دی تھی۔دران اور کارلہ کا کمرہ لیگژری رومز میں آتا

تھا۔

اس وقت شام کے سات بج رہے تھے اور آج دن کی شوٹنگ کے بعد وہ کچھ دیر پہلے ہی واپس ہوٹل آئے تھے۔انل کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھا تھا،وہ رات کو سونے کے لیے بس الگ کمرے میں جاتا تھا۔اس کے بلکل برابر میں دران پچھلے دو گھنٹے سے بھنویں اکٹھی کئے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے پتا نہیں کس کھوج میں محو تھا۔

شوٹنگ سے واپس آتے ہی وہ ڈھیلے سے ٹرائیوزر اور ہلکی پھلکی سی ٹی شرٹ کو زیب تن کر چکا تھا۔اب وہ لیپ ٹاپ کو گود میں رکھے بیٹھا تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنکھوں کو سکوڑ کر لیپ ٹاپ پر کچھ پڑھ رہا تھا اور کبھی بالوں میں ہاتھ پھیر کر ماتھے پر آئے بال پیچھے کر رہا تھا۔

واہ منگیوئے ہوٹل میں ڈنر وہیں ون نائٹ سٹے ہاروی پروڈکشن تو کمال ہے بھئی انل نے ہاتھ ہوا میں اٹھائے اور لبوں کو ستائشی باہر نکالتے ہوئے توصیفی کلمات کہے۔

ہاروی پروڈکشن اپنی گولڈن جوبلی پر ایک بہت بڑی پارٹی کا اہتتام کر رہی

تھی چونکہ وہ ابھی اپنے میگا پروجیکٹ کی شوٹنگ پر تھے اس لیے انہوں نے یہ پارٹی بھی شھنگائی کے سب سے مہنگے ترین ہوٹل میں رکھی تھی اور نا صرف یہ تھا بلکہ اپنے پورے عملے کو وہاں ایک رات کی رہائیش بھی دینے جا رہے تھے۔

انل تو ہاروی پروڈکشن کے اتنے بڑے پیمانے پر کئے جانے والے اہتمام پر خوشگوار حیرت ظاہر کر رہا تھا لیکن اس کے بلکل بر عکس دران ماتھے پر بل ڈالے لیپ ٹاپ پر پتا نہیں کیا کرنے میں مصروف تھا۔

انل جو مشروب سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہاروی پروڈکشن کی شان میں قیصدے پڑھ رہا تھا۔اچانک اسے دران کے انداز پر کھٹکا ہوا،ایک دم سے چہرے پر سنجیدگی عود آئی اور کھسک کر آگے ہوا گردن موڑے تشویش سے اسے گھورا جو اب دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملائے اپنے لبوں پر رکھے سکرین کو گھورتے ہوئے کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

کیا سوچے جا رہا ہے؟ سب ٹھیک ہے نا کیا ہاروی کی سوچ۔۔۔انل نے سوالیہ نگاہیں اس پر گاڑے اپنی بات کو ادھورا چھوڑا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ایسا بے چین تب ہی ہوتا تھا جب وہ کسی کی سوچ پڑھ لیتا تھا اور اب بھی شاید کچھ دیر پہلے جو وہ لوگ شوٹنگ کے بعد ہاروی سے ملے تھے اور دران ہاروی کو غور سے صرف دیکھے جا رہا تھا۔وہ یہی وجہ تھی۔

بہت برا پھنسانے کا سوچ رہے ہیں دران کی آواز گونجی، متوازن بے فکر لہجہ

دران نے گہری سانس لی اور لیپ ٹاپ بند کیا ایک طرف رکھا اور سگریٹ کیس اٹھایا جبکہ انل کے ہر بار کی طرح چھکے چھوٹ گئے تھے۔

مطلب۔۔۔کیا سرچ کر رہے تھے تم تب سے،کیا سوچے بیٹھے ہیں وہ لوگ انل نے الجھ کر سوال کیا

دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا اور ایک سو اسی کی رفتار سے دوڑتے ہوئے بہت سے لمحے ذہن کے پردوں پر تیزی سے اوراق کی طرح پلٹے کھانے لگے۔

یہ مجھے کیا پتہ کیا کرنے والے ہیں،پر کچھ بہت برا۔۔۔دران نے لبوں میں سگریٹ پھنسائی کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا

کس کے ساتھ برا؟انل نے اب کی بار گھور کر اس کی طرف دیکھا

میرے ساتھ اور کس کے ساتھ،امیج بلڈنگ گرانے کا سوچ رہے ہیں جہاں تک مجھے شک ہے خفیف سی استہزائیہ مسکراہٹ سجائے اپنا شک ظاہر کیا۔

انل کی پیشانی پر شکن مزید بڑھ گئے اور چہرے پر اب غصہ تھا جبکہ وہ اب مکمل طور پر مطمئن سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

ہاروی پروڈکشن کی گولڈن جوبلی کی تاریخ پارٹی کی تاریخ سے بہت دور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ یہ پارٹی اتنی جلدی یہاں چائنہ میں میری ہی فلم کے دوران رکھ رہے ہیں،یہ سب کچھ میرے لیے کر رہے ہیں وثوق سے کہا گیا

اوہ۔۔۔آئی سی میں بھی کہوں کہ واہ ہاروی تو بڑا لیگژری اہتمام کر رہا

ہے اور دران کو سپیشل پروٹوکول، کیا بات ہے انل نے پر سوچ لہجے میں کہتے ہوئے ٹھوڑی سہلائی

ٹھیک ہے ہم نہیں جائیں گے انل نے سر جھٹک کر فیصلہ سنایا اور ایک جھٹکے سے اپنی پشت کو صوفے سے جوڑا اور کان اگلی بات کی سماعت کے لیے کھڑے کئے

جائیں گے پر اطمینان آواز ابھری

انل نے لب بھینچے، جانتا تھا وہ یہی کرے گا ہر بار کی طرح، گھور کر دیکھا پر وہاں کوئی اثر نہیں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران ہر دفعہ کی طرح بلکل نہیں، تم جانتے ہو یہ رسک ہے، ہمیں لینا ہی نہیں بھئی، یہ پاکستان یا بیرولی ہلز نہیں ہے ہم چائنا میں بیٹھے ہیں انل نے سخت اور دو ٹوک لہجے میں منع کیا

یہ پاکستان یا بیرولی ہلز نہیں ہے پر میں دران ہی ہوں وہی طمانت بھرا پرسکون لہجہ

ٹانگوں کو کراس شکل دی اور سگریٹ کو ایش ٹرے کے کنارے سے ٹکرایا،آنکھوں میں وہی سکوت طاری تھا

میں تمہیں جانے ہی نہیں دوں گا انل نے ضد باندھی

میں بھی جاؤں گا اور تم بھی اب بس چپ انگشت انگلی لبوں پر ٹکا کر ڈھیٹ پن کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

ڈھیٹ پن تو اس کی رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

یاررر دران۔۔۔پتہ نہیں کیا گیم کرنے والے ہوں گے وہ لوگ انل نے جھنجلائے انداز میں کہا

یہی تو دیکھنا ہے کیا گیم کرنے والے ہیں وہ لوگ بلا کی دلچسپی تھی

وہ اب کھلاڑی ہو چکا تھا اس چیز کے ساتھ،سوچ پڑھنا اور پھر اسے پرکھنا کہ وہ کہاں تک سچا تھا۔اس کی آنکھوں کی پتلیاں اب سکڑ رہی تھیں ایک گہری نگاہ انل پر ڈالی جو اب پریشان حال پیشانی کو سہلا رہا تھا۔

اب تم یہ سوچنا بند کرو کہ تم کس طرح مجھے وہاں جانے سے روک سکو گے

قہقہ تھا ایک جاندار قہقہ مگر کھوکھلا قہقہ،بے رونق،بوجھل قہقہ

انل نے چونک کر دیکھا آج کتنے عرصے بعد وہ قہقہ لگا رہا تھا۔انل اب بھنویں اچکائے خفگی سے گھور رہا تھا۔اس کے قہقے میں کتنے شکوے چھپے تھے یہ صرف وہ جانتا تھا۔دران کا اور اس کا ساتھ آج کا نہیں تھا پوری دنیا میں ایک واحد وہ تھا جو جانتا تھا وہ معمولی نہیں ہے وہ بہت خاص ہے بہت۔۔۔۔

نگاہ اٹھائے اس کی طرف دیکھا جو اب ٹراپوزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے پوری دیوار میں نصب کھڑکی کی طرف جا رہا تھا۔سامنے ہنگپو میں روشن کشتیاں اس کے ظاہری اطمنیان جیسی چل رہی تھیں۔لیکن اندر کیسا طوفان تھا وہ جانتا تھا یا اس کے پیچھے بیٹھا اس کی پرچھائی جیسا دوست۔

سورج سرمئی اور نارنجی روشنی کی چادر میں لیپٹا غروب ہو رہا تھا،سارے دن کی ان تھک،پلک جھپکے بنا ذمہ داری نبھانے کے بعد اب تھکا ماندہ سا آنکھیں موندتا سورج دنیا کو ملگجے اندھیرے میں غرق کر رہا تھا۔

سورج کے غروب ہوتے ہی چین کے شہر شھنگائی اور اس کے مضافات میں بلند و بانگ عمارتیں روشنیوں میں نہا گئی تھیں مگر اسی شہر میں یہ ایک جگہ ایسی تھی جہاں نا سورج نکلنے کا پتا چلتا تھا اور نا غروب ہونے کا بس جب سفید بتیاں سرخ بتیوں میں تبدیل ہوتیں تو رات ہو جاتی اور جب پھر سے سفید میں تبدیل ہوتیں تو صبح ہو جاتی۔

زندہ انسانوں کی اس قبرستان میں آج اُس کا دوسرا دن تھا اور یہاں کا ہر پل ایک صدی پر محیط محسوس ہو رہا تھا۔

لڑکیوں کی آوازوں کی بھنبھناہٹ کے ساتھ کبھی درد ناک چیخیں اور کوڑے مارنے کی آوازیں ابھرنے لگتی تھیں۔جیسے ہی کسی کو مارنے کی آوازیں اُبھرتیں تو اس لڑکی کی دلخراش چیخیں اس بند قبروں کے درمیانی راہداری میں گونجنے لگتیں اور باقی سب زندہ لاشیں اپنے سر گھٹنوں میں

دے کر کانوں میں انگلیاں گھسا لیتیں۔

تمنا نے اُسے بتایا کہ جب کوئی لڑکی ضد کرتی ہے اور کسی کلائینٹ کو خوش نہیں کرتی پھر اس کو یونہی کوڑوں سے مار پڑتی ہے۔آج دوسرے دن اب یہ وہ وقت تھا جب خاموشی پھیلنا شروع ہو چکی تھی۔

آہ آج اُسی جگہ اسے پھر سے شام ہو گئی۔روز رات کو نیند کی وادی میں جانے سے پہلے وہ یہ سوچتی تھی جب آنکھ کھلے گی وہ یہاں نہیں ہو گی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جوی پلنگ پر ٹانگیں لٹکائے ہاتھوں کو گود میں دھرے بیٹھی تھی وہ تقریباً صبح سے ہزار بار سلاخوں سے پلنگ اور پلنگ سے سلاخوں تک کا چکر لگا چکی تھی۔کمرے کے ایک کونے میں بوسیدہ سی چادر پر تمنا فرش پر سجدہ کیے سر اور ناک کو فرش سے جوڑے ہوئے تھی۔

جوی اسے کل سے جانچ رہی تھی کہ وہ دن میں پانچ دفعہ یوں ماتھے اور ناک کو فرش سے جوڑ کر سجدہ ریز ہوتی تھی۔یہاں وقت کی جانچ کے لیے کسی قسم کی کوئی گھڑی موجود نہیں تھی۔اس لیے وہ اندازے

کے مطابق وضو کرتی اور پھر اپنے پلنگ کے گدے کے نیچے سے چھوٹا سا صاف کپڑا نکال کر فرش پر بچھاتی اور نماز ادا کرنے لگتی اور آج بھی وہ چوتھی دفعہ یہی عمل دہرا رہی تھی۔

جوی نے گہری سانس خارج کی اور رخ موڑے باقی دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا وہ دونوں ایک ہی پلنگ پر لیٹی محو گفتگو تھیں۔یہاں باتیں کرنے اور رونے کے علاوہ کچھ نہیں تھا کرنے کو۔لڑکیوں کے پاس لباس کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی حتی کہ بالوں کو باندھنے کے لیے یا لگانے کی کسی قسم کی کوئی پن بھی نہیں تھی۔

کمروں میں پنکھے نہیں تھے۔چھت چھوٹی تھی۔اوپری پلنگ پر لیٹنے والی اگر اپنی ٹانگیں اٹھائے تو چھت سے ٹکرا سکتی تھیں۔کمرے میں کوئی نوکیلی چیز یا کسی قسم کا کوئی آلہ موجود نہیں تھا جس سے کوئی لڑکی خود کو کسی قسم کا نقصان پہنچاتی یا خودکشی کی کوشش کرتی۔

جوی آنکھیں اٹھائے کمرے کے چاروں اطراف کو بغور دیکھ رہی تھی یہ کسی عمارت کا تہہ خانہ تھا جہاں نہ کوئی کھڑکی تھی اور نا کوئی روشن

دان۔وہ دماغ میں اس قید سے نجات کا کوئی ذریعہ کھوج رہی تھی پر نگاہ اس کمرے کے ہر کونے سے سر پٹخ کر مایوس واپس آ رہی تھی۔

تمنا اس کے ساتھ کل رات بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی۔جس میں اس نے اُسے اس جگہ اور لوگوں کے بارے میں اکٹھی کی ہوئی ساری معلومات سے آگاہ کیا تھا۔

رات کو جب وہ اوپر اپنے پلنگ پر اور جوی نچلے پلنگ پر لیٹی تھی تب بھی وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔تمنا کو یہاں اس قید میں دو سال ہو چکے تھے اور اس سارے عرصے میں وہ یہاں کے بارے میں بہت کچھ جان چکی تھی۔

رات کو خود بخود پورے ہال کی بتیاں سفید سے سرخ روشنی میں تبدیل ہو گئی تھیں اور بتیوں کے روشنی بدلتے ہی سب لڑکیاں اپنے بستر پر لیٹنے لگی تھیں۔جیسے ہی روشنی سفید سے سرخ میں تبدیل ہوئی جوی کا خوف بڑھنے لگا۔اسکی یہاں آج پہلی رات تھی اور کمرہ،اس کی چھت عجیب وحشت زدہ لگنے لگی تھی۔بس تمنا کی ابھرتی آواز اس کی ڈھارس

باندھے ہوئی تھی۔

کیا تم نے کبھی۔۔۔بھاگنے کی کوشش نہیں کی یہاں سے؟

باتوں کے دوران ہی اس نے تمنا سے سوال کیا تھا۔سوال کرنے کے بعد وہ اب اپنے اوپر موجود اس کے پلنگ کے نچلے حصے کو گھور رہی تھی۔خاموشی وقت کے کچھ پل نگل چکی تھی جب تمنا کی دلگیر آواز ابھری۔

بھاگتے وہ ہیں جن کے پیچھے کوئی ہو،ہم یہاں سے بھاگ کر کہاں جائیں گے،ویسے تو کوئی راستہ نہیں لیکن اگر کوئی کوشش بھی کرتی ہے تو پکڑی جاتی ہے۔اس کے بعد یا تو مار دی جاتی ہے یا پھر تشدد کے نا ختم ہونے والے دور سے گزارا جاتا ہے

اوپری پلنگ پر سے چرچراہٹ کی آواز اُبھری اور پھر وہ نیچے اتر کر جوی کے برابر آ کر اس کے پلنگ پر لیٹ چکی تھی۔اس کے یوں ساتھ آنے پر جوی کے بڑھتے خوف کو جیسے ایک تسکین ملی۔

یہ بلیک مارکیٹ ہے جہاں اس وقت تم ہو تمنا اپنی آواز کو حد درجہ دھیما رکھے ہوئے تھی۔

پتلے سے تکیے پر وہ اب جوی کے ساتھ سر جوڑے ہوئے بول رہی تھی۔

تم جہاں تھی اس سے پہلے، اگر تمھارا شوہر تم سے وہاں اپنے گھر میں ہی پروسٹی ٹیوشن کرواتا وہ سب لوکل تھا مگر یہاں وہ تمہیں بلیک سیکس پروسٹی ٹیوشن مارکیٹ میں سیل کر گیا ہے۔

تمنا کی اس بات پر ایک لمحہ کے لیے سانس رکا، ہلکی سی اُمید بھی ختم ہو چکی تھی۔مطلب لی تاؤ اسے یہاں بیچ گیا ہے اور اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔

ہم ان کے سکس ورکر ہیں۔جن سے ان کا بزنس چل رہا ہے ۔سِلیو پروسٹی ٹیوٹ سب سے نچلا درجہ ہے یہاں اس درجے میں یہ لڑکیوں کو سب سے زیادہ اذیت میں رکھتے ہیں اور ہمارے اندر ہماری انا سے لے کر نزاکت تک سب کچھ ختم کر دیتے ہیں،تشدد سے لے کر جسم فروشی

تک ہر اذیت سے گزرنا پڑتا ہے،پھر اس کے بعد بہت سی جگہوں کا نا ختم ہونے والا سفر شروع ہو جاتا ہے۔جس میں اگلا درجہ پورن گرافی سٹرپینگ ہے یہ زبردستی پورن فلمیں بناتے ہیں اور ڈارک ویب سائٹس چلاتے ہیں

تمنا اسے اس دلدل کی تمام تہوں سے آگاہ کر رہی تھی۔اور وہ دم سادھے لیٹی تھی کیونکہ اس کی تمام باتیں گلے میں ایک طوق کی طرح اپنی گرفت بڑھا رہی تھیں۔

اس کے بعد ایسکورٹ پروسٹی ٹیوشن ہے۔یہ بھی ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس میں یہ لڑکی کو کلائینٹ کے پاس بھیجتے ہیں کسی ہوٹل روم یا کسی فلیٹ میں

جوی نے سرخ روشنی میں مزید آنکھیں کھولیں۔کچھ رنگ برنگے سے عکس آنکھوں کے سامنے ناچ رہے تھے اور دماغ میں سائیں سائیں جیسے جھکڑ چلنے لگے تھے۔اسے بڑھتہ خنکی اپنی ہڈیوں میں گھستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

اور جب لڑکیاں اپنی جوانی کی حدود سے نکلنے لگتی ہے اور ڈیمانڈنگ نہیں رہتیں تب یہ لوگ انہیں سٹرٹیٹ پروسٹی ٹیوشن کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔یہ اُنہیں صرف رہائش کی جگہ دیتے ہیں۔جس کا کرایہ اور اوپر کے پیسے اُن لڑکیوں کو انہیں ادا کرنے ہوتے ہیں۔اب سب ان پر ہوتا ہے وہ کیسے کمائیں گی،کیا کریں گی،تب وہ سٹریٹ پروسٹی ٹیوشن کرتی ہیں۔تب جا کر تھوڑی آزادی ہوتی ہے مگر تب تک وہ اتنی تباہ ہو چکی ہوتی ہیں اور عمر کے اس حصے میں ہوتی ہیں کہ باقی معاشرہ انہیں عام انسانوں کی طرح قبول نہیں کرتا اور ان کے پاس سٹریٹ پروسٹی ٹیوشن کرنے کے علاوہ کوئی چار نہیں ہوتا

دلگیر لہجہ تھا جس میں وہ اپنا اور اس کا انجام بتا رہی تھی۔جوی کو اپنے جسم کے کھڑے ہوتے رونگٹے کیڑوں کے رینگنے کی مانند احساس دلا رہے تھے۔دل کے دھڑکنے کی رفتار آنے والے وحشت ناک لمحات کو سوچ کر ہی بڑھ چکی تھی۔

یہاں اس بلیک مارکیٹ میں سب لڑکیاں بائیس سے نیچے کی ہیں اور وہ

ابھی سب سے نچلے درجے میں ہیں مطلب ہم سلیو سکس ورکر ہیں۔ان کو یہاں کلائینٹ کے پاس کم بھیجا جاتا ہے،صرف چند جو سلیو سے ایکسورٹ کے درجے پر جاتی ہیں ان کو کلائینٹ کے پاس بھیجتے ہیں۔بائیس سے نیچے والی تمام لڑکیوں کو یہ لوگ اپنی ویب ویڈیوز اور سیل کے لیے اور اعضا کی ٹرانسپلانٹ کے لیے رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے اعضا جوان ہونے کی وجہ سے زیادہ ڈیمناڈنگ ہوتے ہیں

وہ تمنا کو کوئی وحشت ناک داستان سناتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔شاید وہ اسے ذہنی طور پر آنے والی ساری اذیتوں کے لیے تیار کر رہی تھی تاکہ وہ یہاں سے بھاگنے کے بارے میں سوچنا چھوڑ کر اس زندگی کے ساتھ سمجھوتا کر لے

پھر یہاں سے ہر سال بہت سے ممالک میں قانونی اور غیر قانونی پروسٹی ٹیوشن کا کاروبار چلانے والے بہت سی لڑکیاں خرید کے اپنے ممالک میں لے جاتے ہیں۔وہاں تمام لڑکیوں کو بکریوں کی طرح پیش کیا جاتا ہے اور ان کی بولیاں لگائی جاتی ہیں

وہ یہ تمام دل دہلا دینے والی حقیقتوں سے آگاہ کرنے کے بعد خود تو جا کر سو چکی تھی۔لیکن وہ ساری رات اس پلنگ پر کروٹیں بدلتی رہی تھی۔اور اب صبح سے شام ہونے تک وہ تمنا کی رات کی گئی باتوں کو سوچ سوچ کر اپنا دماغ اور اعصاب شل کر چکی تھی۔اسے ہر گز یہاں نہیں رہنا تھا۔اس کا انجام اتنا بھیانک کیسے ہو سکتا تھا۔دماغ آج بھی دل کو رد کرتے ہوئے اپنے ساتھ ہو جانے والی اس انہونی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنے خیالوں میں اُلجھی سامنے تمنا پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھی۔تمنا نے سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔اس سارے دن میں وہ ان پانچ وقت میں تمنا کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون دیکھتی تھی۔وہ جب وضو کے بعد واش روم سے واپس آتی اور اپنے سکارف کو اپنے سر کے گرد لپیٹتی تو اس کے نکھرے سے چہرے سے ٹپکتا پانی اور چہرے پر موجود طمانیت اسے اندر سے کوچکے لگانے لگتی۔وہ کتنی پرسکون ہو کر خدا کے روبرو جاتی ہے۔

کیا اسے خدا سے کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں ؟ جیسے اسے ہے بہت سی شکایت بہت سے دکھوں اور خامیوں کے شکوے وہ یہ شکوے پچھلے سات سالوں سے کر رہی تھی۔

تمنا دعا مانگنے کے بعد اب فرش پر بچھی چادر کو سمیٹ رہی تھی۔وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی ۔وہ اب اپنی انگلی کی پوروں کو چھو کر منہ میں بے آواز کچھ پڑھ رہی تھی۔

مضطرب اور حیرت زدہ سی نگاہیں اس نے تمنا پر اٹھائیں جو اُس کے پاس آ کر اب اپنے سر پر سے سکارف کھول رہی تھی۔

تمہیں خدا سے کوئی شکوہ نہیں ہے ؟ اتنی اذیت سہنے کے بعد کیسے اس کی عبادت کر لیتی ہو تم ؟

زکام زدہ بھاری سا لہجے میں وہ پلکیں اٹھائے تمنا سے اپنے ذہن میں ابھرنے والا بے ساختہ سوال پوچھ بیٹھی۔ایک پل کے لیے تمنا کے ہاتھ تھمے تھے اور سکارف ہوا میں معلق رہ گیا۔

وہ آہستگی سے پلنگ پر براجمان ہوئی اور اپنے دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے گردن جھکا دی اس نگاہیں اب اپنے ہاتھوں پر اور جوی کی اس پر تھیں۔

اس دنیا میں ہر کوئی اپنی جگہ لیے ہوئے ہے ہم نہ ہوتے تو اس پلنگ پر یہاں کوئی اور تمنا ہوتی،وہ جانتا ہے کس کی برداشت کس جگہ کے حساب سے اس نے ہر کسی کو اس کی برداشت کے حساب سے اس دور اور اس جگہ پر رکھا ہے جہاں ہونا چاہیے تمنا کا ٹھنڈا برف لہجہ جوی کے تنے اعصاب پر جیسے پھوار کی طرح برس رہا تھا۔

اس سے کس بات کا شکوہ کروں کہ ہم یہاں کیوں ہیں ؟ ہماری جگہ کوئی اور تمنا کیوں نہیں،ہم اتنی سنگ دل نہیں کہ یہاں اپنی جگہ اپنی کسی اور لڑکی کے ہونے کا شکوہ کریں،اس نے یہاں رکھا ہے تو ہمارا رزق یہیں کا ہے اس کے لہجے میں ایک ٹھہراؤ تھا ایک درد تھا لیکن ہاں شکوہ کہیں نہیں تھا۔

خود کشی حرام ہے،موت کی دعا کفر ہے،مگر یہاں سے نجات صرف

موت ہے اس لیے ہم دعا میں نجات مانگتے ہیں۔بے شک ایمان ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور ہم اس آسانی کے انتظار میں ہیں

اس نے جھکی گردن اٹھائی اور جوی کی طرف دیکھا۔

جسم ناپاک ہے، روح اور دل نہیں اور جسم کی کیا وقعت وہ تو یہیں مٹی میں گل سڑ جائے گا اس کے پاس تو روح جائے گی جسے جھنجوڑ کر،نوچ کر بھی یہ درندے ناپاک نہیں کر سکتے،ہم وضو کرتے ہیں تو اپنی آنکھوں سے یہ تصور کرتے ہیں کہ سب نجس اور ناپاکی دھل کر بہہ گئی ہے وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

بے ہنگم شور اٹھا تھا۔سلاخوں کے آگے ڈبے پھینکے جا رہے تھے لڑکیاں بھاگ بھاگ کر دروازوں کی طرف جا رہی تھیں۔تمنا بھی اپنی جگہ سے اٹھ چکی تھی۔جوی نے دم بخودہ اس کی طرف دیکھا جو اب کھانا اٹھانے کے لیے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

شھنگائی اے۔پی مارکیٹ رات کے اندھیرے میں دن جیسا سماں لیے

ہوئے تھی۔تیز روشنیوں میں نہایا یہ بازار سفید فرش اور چمچاتی دوکانوں سے لیس تھا۔یہاں مختلف سامان کی دوکانیں بازار کی گھومتی راہداریوں کے دائیں اور بائیں دونوں اطراف میں موجود تھیں۔لوگ دوکانوں کے بیچ کی راہدریوں میں گزرتے باتوں میں محو تھے اور کچھ دوکانوں کے اندر خرید و فروخت کر رہے تھے۔

ان انگنت لوگوں کے بیچ دران گرے رنگ کے گرم کورٹ کے نیچے سفید ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ پہنے مختلف دوکانوں میں نگاہیں دوڑاتا ہوا آگے بڑھا رہا تھا۔شرٹ کے سامنے کے دو بٹن کھلے تھے اور کورٹ کی آستین کے نیچے پاٹک فلیپی اس کے تیز تیز ڈگ بھرنے کی وجہ سے کلائی پر جھول رہی تھی۔انل بھی سیاہ کورٹ پینٹ کے نیچے نیلی ڈریس شرٹ پہنے مضطرب سے چہرے کے ساتھ اس کے پیچھے خود کو لوگوں سے ٹکرانے سے بچاتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

آج شوٹنگ کے پیک اپ کے بعد دران ہوٹل جانے کے بجائے اسے سیدھا یہاں لے آیا تھا۔گاڑی میں بھی انل کے بار بار پوچھنے پر وہ

خاموش رہا تھا اور اب بھی یہی حال تھا۔بلکل خاموش گردن کو دائیں بائیں گھماتا،آبرؤ اچکائے وہ کسی مخصوص دوکان کی تلاش میں تھا۔

دران کونسی شاپ کی تلاش ہے؟انل نے پھولی سانس کے ساتھ پوچھا

وہ بمشکل خود کو سامنے آتی لڑکیوں سے ہوتی ٹکر سے بچا سکا تھا کیونکہ اس کی پوری توجہ تیزی سے چلتے دران اور یہاں آنے کی وجہ جاننے پر مرکوز تھی۔

لڑکیاں انل کی بدحواسی پر منہ پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھیں اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہی تھیں۔جبکہ دران اب بھی بازار کی راہداری میں متلاشی نگاہیں گھمائے آگے بڑھ رہا تھا۔پانچ سے دس منٹ کی تلاش کے بعد وہ اپنے قدم ایک دوکان کے سامنے روک چکا تھا۔

انل کے ذہن میں کل شام کی ساری گفتگو تھی مگر اب دران ایسا کیا کرنے والا تھا یہ بات اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

دوکان الیکٹرونک اور کمپیوٹرائز آلات کی تھی۔دران نے ایک سکینڈ کے

لیے قدم منجمند کیے اور پھر دوکان میں داخل ہوا انل نے کسی روبوٹ کی طرح اس کے پیچھے ہی قدم بڑھا دیے۔

وہ اب دوکان کے کاوئنٹر کے سامنے گردن اٹھائے کھڑا تھا جہاں کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا لڑکا اب سوالیہ انداز میں دران کی طرف دیکھ رہا تھا۔دران نے کمر پر ہاتھ رکھے ایک اچٹتی نگاہ پوری دوکان پر ڈالی اور پھر کہنی کو کاؤنٹر پر ٹکاتے ہوئے آگے ہوا۔

سپائے خفیہ مائیکرو ڈیجیٹل مائیک چاہیے بھاری سپاٹ آواز گونجی

دوکاندار نے ایک لمحے کے لیے اس کی بات سمجھنے کے انداز میں لبوں کو بھینچا اور پھر سر ہلا کر پیچھے مڑا جہاں پوری دیوار میں نصب الماری میں انگنت الیکٹرانک آلات کے ڈبے پڑے تھے۔

انل نے بھی سرسری دوکان پر نگاہ گھمائی اور پھر سراسیمگی سے دران کے قریب ہوا، وہ اب گھڑی پر وقت دیکھ رہا تھا۔

دران کیا کرنے والے ہو؟بے چینی سے اس کے کان کے قریب

سرگوشی کی

جواب نادار،وہ بے تاثر چہرہ لیے دوکاندار کے ہاتھوں پر نگاہیں مرکوز کیے ہوئے تھا جو ڈبے نکال رہا تھا۔انل الجھ کر آگے ہوا۔اس کے برابر میں کاؤنٹر پر کہنی ٹکائی اور اس کی نگاہوں کے تعاقب میں نگاہیں سامنے جمائیں جہاں دوکاندار اب کچھ ڈبے پکڑے کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

دران ہمیں اس سب میں نہیں پڑنا اور نا ہی ہم مینگولے جا رہے ہیں پرسوں ڈیٹس اٹ انل کا لہجہ دو ٹوک تھا۔

دران نے لاپرواہی برتتے ہوئے دوکاندار کی طرف مکمل توجہ مرکوز کی،کہنی کاؤنٹر پر سے اٹھائی اور سیدھا ہوا،دوکاندار دران کو ڈبوں میں سے نکال کر مختلف مائیکرو مائیک دکھا رہا تھا۔

انل نے اس کے ہاتھ میں پکڑی چھوٹی سی چِپ نما مائیک پر سے نگاہیں ہٹائیں جسے وہ کبھی اپنے کوٹ سے چپکا کر اور کبھی اپنے ہاتھ پر چپکا کر دیکھ رہا تھا۔

دران۔۔ہو سکتا ہے تمہیں کل والا معاملہ غلط لگ رہا ہو، اب تم مجھے بتاؤ گے تم کیا کرنے والے ہو؟ انل نے دانت پیستے ہوئے پھر سے کل والی بات دہرا کر سوال کیا

ہاروی کو ہگ دران نے گردن موڑے پرسکون لہجے میں مختصر جواب دیا

کیا!!!!!!۔۔۔۔؟

انل کے چہرے کے تاثرات حیرت سے زیادہ دران کی دماغی حالت پر شبہ کرنے جیسے تھے جبکہ وہ اسی مطمئن انداز میں دوکاندار سے مائیک پیک کرنے کا کہہ رہا تھا۔

کل سے وہ دران کے دماغ سے یہ بات مٹانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس دفعہ وہ سوچ کو بھانپنے میں غلط ہو سکتا ہے بھلا ہاروی کو اس پر ایسا کیا گرج ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی امیج کو خراب کرنے کے لیے اتنا پیسہ لگا دے لیکن دران کی سوچ کی سوئی جب کسی بات پر اٹک جاتی تھی پھر وہ یونہی ہو جاتا تھا۔

انل زچ ہوا جبڑے بھینچے اور کندھے سے پکڑ کر دران کا رخ اپنی طرف موڑا

ایک تو۔۔۔میں یہ سوچتا ہوں گاڈ نے تمہیں ہی ایسا دماغ کیوں دیا؟لہجہ اس کی چپ پر الجھن کا غمازی تھا

مائیک پیک ہو چکا تھا۔دران نے کارڈ رقم کی ادائیگی کے بعد جیب میں رکھا اور ہاتھ اٹھائے انل کی حالت سے بے نیازی برتتے ہوئے اس کو چلنے کا اشارہ کیا۔

انل نے خفگی سے گھورا اور قدم اس کے ساتھ بڑھا دیے مگر یہ کیا؟وہ واپس جانے کے بجائے مارکیٹ میں مزید آگے بڑھ رہا تھا۔

اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟

انل نے گہری سانس لیتے ہوئے عادت سے مجبور ہو کر پھر سوال کیا جبکہ جانتا تھا وہ اس وقت بولنے کے موڈ میں بلکل نہیں۔چند منٹ یونہی راہداری میں گھوم کر وہ ایک بیکری کے سامنے رکا اور پھر اندر قدم بڑھا

دیے۔اب کی بار انل کچھ کہے بنا اس کے پیچھے تھا۔

اب کچھ نہیں پوچھوں گا اس سے سر کو خفگی اور جھنجھلاہٹ میں زور سے جھٹکا

وہ ایک چاکلیٹ کیک اور کچھ سینڈوچز پیک کروا رہا تھا پھر کچھ کینڈلز خریدیں جیسے ہی اس نے دوکاندار کو کینڈل کا کہا انل کی سوالیہ رگ پھر سے پھڑک گئی۔ایک سکینڈ میں وہ اپنے اور اس کے درمیان کا فاصلہ ختم کرتا اس کے کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا۔

یہ کیا ہے اب سب؟حیرت سے ہاتھ کینڈل کی طرف کرتے ہوئے سوال پوچھا

تمھاری برتھڈے کا سامان پرسکون لہجے میں جواب آیا

ہیں!!!!!!!!!!! انل کا منہ پورا کھل گیا اس کی برتھڈے کب تھی آج۔

کیا آج ہے؟ ایک لمحے کو اس کے پر اعتماد لہجے کی وجہ سے وہ خود

گڑبڑا گیا، ایک آبرو اٹھائے سوچا، نہیں تو یہ جنوری ہے میری برتھڈے تو مارچ میں ہوتی ہے

دران یہ کیا چکر ہے ؟

پھر سوال پوچھا اب کی بار پیشانی پر شکن کا بے پناہ اضافہ تھا۔وہ سامان کے بیگ ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔پھر اس کی طرف دیکھا جو اب تک ہلکا سا منہ کھولے کھڑا تھا

تمھاری برتھڈے آج ہے اور میں تمہیں سرپرائز پارٹی دے رہا ہوں

ابھی ہوٹل پہنچتے ہی متوازن لہجے میں جواب دیا اور قدم دوکان سے باہر بڑھا دیے

انل نے گھور کر اس کی چوڑی پشت کو دیکھا،گہری سانس باہر انڈیلی اور قدم اس کے پیچھے بڑھا دیے۔

چولہے پر رکھی کیتلی میں پانی کے اندر پتی جوش کھا رہی تھی اور جوی نگاہیں اس پر جمائے کھڑی تھی۔گہرے گلابی رنگ کے پرانے سے

جوڑے میں دوپٹے کو سینے پر پھیلائے،شیلف پر دونوں ہتھلیاں ٹکائے۔وہ خیالوں میں کھوئی سی کھڑی تھی۔

چولہے کے نیچے جلتی آنچ کا عکس دونوں آنکھوں کی پتلیوں میں چمک رہا تھا۔اس دن میدان کے واقع کے بعد سے وہ عجیب کیفیت کا شکار تھی۔وہ جسے ہمدردی سمجھ رہی تھی وہ احساس کچھ اور ہی شکل اختیار کرتا جا رہی تھی۔وہ خود سے تنگ آ رہی تھی۔اس لڑکے کا خیال اٹھتے بیٹھتے ذہن پر سوار رہنے لگا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران کا اس سے ٹکراؤ اب بھی ویسے ہی ہوتا تھا لیکن وہ اب اس کی طرف دیکھنے سے کترانے لگی تھی۔قہوہ پک چکا تھا۔آنچ کو ہلکا کر کے وہ مڑی۔فریج میں سے دودھ نکالنے کے برآمدے میں آئی تو جان کی آواز پر فریج کو کھولتے ہاتھ لمحہ بھر کو تھم گئے۔

لڑکی نے اسلام قبول کر کے مسلم لڑکے سے شادی کر لی ہے غصیلی لہجے میں وہ مریم سے کسی کا ذکر کر رہے تھے۔

جوی کے کان ایک دم سے کھڑے ہوئے۔فریج پر ہاتھ تھم گئے۔جان

رات کا کھانا کھا رہا تھا وہ آج بہت دیر سے گھر آیا تھا اور اب وہ اور مریم لاؤنج میں لگی کرسیوں پر براجمان تھے۔کھانا سامنے لکڑی کی چھوٹی سی میز پر رکھا ہوا تھا۔

جان کھانے کے بعد چائے لازمی پیتا تھا، سنانا سو چکی تھی اور جوی اب جان کے لیے ہی چائے بنا رہی تھی۔

کون۔۔۔؟مریم کی تشویش ناک آواز ابھری

اپنے عاشق بھائی کی بیٹی اور کون

جان نے نوالہ توڑتے ہوئے ناک چڑھا کر غصیلے لہجے میں جواب دیا۔جوی نے جلدی سے دودھ کی بوتل نکالی اور فریج بند کیا

اوہ خدا۔۔۔تو اب ؟ مریم کا ہاتھ بے ساختہ دل پر گیا

اب کیا سر پکڑ کر بیٹھا ہے عاشق بھائی، بیچارا کیا کر سکتا ہے غریب بندہ جب جوان بیٹیاں ہیں عزت کا خیال نا کریں۔تو کیا کرے جان کے لہجے میں نفرت جھلک رہی تھی۔

جوی کے دل کی دھڑکن بے وجہ تیز ہوئی وہ تیزی سے کچن میں داخل ہوئی کان اب بھی باہر ہی لگے تھے۔

سالن اور ڈالو جان نے رعب سے پاس بیٹھی مریم کو حکم دیا

مریم جو خیالوں میں غرق تھی سٹپٹا کر سیدھی ہوئی اور پیالی میں سالن اور ڈالنے لگی۔جوی اب دودھ کیتلی میں ڈال رہی تھی۔

جوی اور سنانا کہاں ہیں؟جان نے سر جھکائے نوالہ توڑتے ہوئے عجیب شاکی سے لہجے میں سوال کیا

سنانا سو گئی ہے،جوی چائے بنا رہی ہے آپ کے لیے مریم نے فوراً مؤدبانہ جواب دیا

ہم۔م۔م بچیوں پر دھیان رکھو تھکا سا لہجہ تھا

کیسی باتیں کرتے ہیں میری جوی اور سنانا ایسی نہیں ہیں مریم نے فوراً اس بات پر خفگی ظاہر کی

وہ ایسی نہیں ہیں لیکن وقت ایسا ہی ہے،جوی کے امتحانات کے بعد

اسے بس گھر بیٹھا لو

اب کی بار جان کا لہجہ زیادہ سخت تھا،مریم نے ایکدم بھنویں اکھٹی کیں۔

کیسے باتیں کر رہے ہیں اس کو بہت شوق ہے پڑھنے کا مریم گڑبڑا کر وضاحت دے گئ

نہیں کوئی ضرورت نہیں، میری چائے کمرے میں لے آؤ جان نے قطعیت سے کہا

ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔جوی کے ہاتھ چائے کپ میں ڈالتے ہوئے کانپ رہے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رات کے ایک بجے بھی شھنگائی کے سٹی ہوٹل اور اس کے مضافات کی عمارتوں میں آنکھوں کو چندھیاں دینے والی زرد سفید اور مختلف رنگ کی روشنیاں جل کر اس آخری چاند کی تاریخ کے پھیلتے اندھیرے کو مات دے رہی تھیں۔

سٹی ہوٹل کی ساتویں منزل کا یہ حسین کمرہ بھی پوری طرح روشن تھا۔کرسٹن ڈائیور کی بھینی سی خوشبو کمرے کے ہر کونے سے اٹھ کر ماحول کو مسحور کن کر رہی تھی۔

دو نفوس کی موجودگی کے باوجود کمرے کی خاموشی میں لیپ ٹاپ کے سپکیر سے اُبھرتی بازگشت کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔کمرے میں موجود ہلکے مسٹرڈ رنگ کے لیدر کاؤچ پر دران اور کچھ دوری پر موجود صوفے پر انل اپنی سماعتوں کو مکمل طور پر لیپ ٹاپ سے اٹھنے والی بازگشت پر لگائے ہمہ تن گوش تھے۔

لیپ ٹاپ کاؤچ کے بلکل سامنے رکھی ہوئی چھوٹی گول میز پر پڑا تھا اور کاؤچ پر درانگ آگے جھکا دونوں بازؤں کی کہنیوں کو ٹانگوں پر ٹکائے اور دائیں ہاتھ کو ٹھوڑی کے نیچے رکھے پرسوچ انداز میں بھنویں سکیڑے لیپ ٹیپ سکرین پر نگاہیں جمائے ہوا تھا۔

ہلکے گرے رنگ کی شرٹ کا گریبان ٹائی سے آزاد تھا اور سامنے کے دو بٹن کھلے تھے،شرٹ کی آستین کلائی سے اوپر تک مڑی ہوئی تھیں

جہاں کلائی کی مضبوط رگیں اب لیپ ٹیپ سے اٹھنے والی بازگشت پر تن کر ابھر رہی تھیں۔یہ اسکی ضبط کی نشانی تھی،اس کی رگیں تن جاتی تھیں اور جبڑے ایک دوسرے میں پیوست ہو کر چہرے کی سختی میں اضافہ کر دیتے تھے۔

انل کی جھوٹی سرپرائز برتھڈے پارٹی پر وہ ہاروی کے کان کے پیچھے گردن پر مائیکرو چِپ لگانے میں کامیاب ہو چکا تھا جس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ گیم پر گیم کھیلنے کا عادی تھا۔

وہ دران ملک تھا جس کو سامنے والے کو اُسی کے انداز میں جواب دینے کی عادت تھی۔یہ نفرت یہ جلن یہ حسد وہ ان سب میں بڑا ہوا تھا۔یہ وہ سب احساسات تھے جن میں پنپ کر وہ اس بلندی پر پہنچا تھا۔

اب بھی ہاروی اور بروس کے ساتھ انڈسٹری کے بہت سے لوگ اس کی اس کامیابی پر کتنے کینہ توز ہیں یہ وہ باخوبی جانتا تھا۔یہ تلخی یہ روکھا پن یہ خالی ویران قہقے اور سمندر سی گہرائی لیے آنکھیں یہ سب سہہ کر یہاں پہنچی تھیں۔اسی لیے وہ اُس دن ہاروی کے دعوت دینے پر ہی

ٹھٹھک گیا تھا اور اب اس کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا رات کے ایک بجے بروس ہاروی کے کمرے میں موجود تھا اور اب ان دونوں میں ہونے والی گفتگو وہ با آسانی سن رہا تھا۔

یہ میڈیسن کام کرے گی کیا؟ ہاروی کا متعجب لہجے میں پوچھا گیا سوال لیپ ٹاپ کے سپیکر میں صاف سنائی دے رہا تھا۔

یقیناً بروس نے ہاروی کو کوئی میڈیسن دکھائی تھی جس کے بارے میں وہ اس استفسار کر رہا تھا۔

ایسی ویسی۔۔۔اچھے اچھوں کی بینڈ بج جاتی ہے اس سے تو درانگ کیا چیز ہے بروس نے ہلکا سا قہقہ لگا کر کمینگی سے جواب دیا۔

مطلب وہ دران کو پارٹی میں کوئی میڈیسن کھلانے والے تھے۔انل نے ایک دم سے ہڑبڑا کر دران کی طرف دیکھا جو تاہنوز اسی طرح سر جھکا ئے سب سن رہا تھا ہاں بس اب ہاتھ کی مضبوط انگلیاں ٹھوڑی سہلا رہی تھیں۔

کیسے دیں گے یہ دران کو؟ ہاروی اب بروس سے اگلا سوال پوچھ رہا تھا

اس کے فیورٹ مشروب میں ملا کر سافٹ ڈرنک لیتے ہیں نہ جناب،دی ڈرانگ۔۔۔سائن آف پاور،ٹارن دا اینمیز، نیور ایور ڈرنک دا وسکی،وائن اینڈ رَم ڈرانگ،طاقت کا نشان،دشمنوں کو پھاڑ دینے والا،کبھی بھی وسکی،وائن یا رم نہیں پیتا بروس کا لہجہ مسخرگی لیے ہوا تھا۔

وہ اپنی ہی بات کے بعد خود ہی لطف اندوز ہوتا قہقہ لگا رہا تھا۔

ہوں ہاروی نے ہنکارا بھرا

دیکھتے ہیں کہ تمھاری یہ میڈیسن ڈرانگ کی کیا حالت کرتی ہے؟ہاروی نے پرسوچ لہجہ میں کہا

یہ سب سن کر انل کی ناک اب غصے میں پھول رہی تھی،جب کہ دران اسی حالت میں ٹکٹکی باندھے بیٹھا تھا۔البتہ چہرے کا سپاٹ پن اب مزید بڑھ گیا تھا۔

یہ میڈیسن کھائی ہو اور پھر ساتھ میں لیسا جیسی تباہی ہو،پریشان نہیں

ہو درانگ دی پاور کی درگت بننے جا رہی ہے بروس چہک رہا تھا۔

تباہی وہ بھی لیسا جیسی۔۔۔لیسا کا ہی کہا ہے نا شیون کو؟ ہاروی نے متجسس لہجے میں بات پر زور دیتے ہوئے پوچھا

ہاں سب سیٹ ہو چکا ہے سب فائنل ہے،لیسا وقت پر مینگولے پہنچ جائے گی بروس اسے لڑکی کے بارے میں معلومات دے رہا تھا جس کو وہ شاید دران کو پھنسانے کے لیے اس رات بلوا رہے تھے۔

درانگ کے کمرے میں کیمرے نصب کروا دیے ہیں بیڈ کا ویو ہے

بروس اب ہاروی کو مزید معلومات دے رہا تھا۔

انل بار بار دران کے چہرے کے تاثرات پر جانچتی نگاہ اٹھا رہا تھا۔جو اسی طرح پرسوچ بیٹھا تھا۔

یس اور اب تو سب انتظار میں ہیں سٹیفن،کیلوین سب پیسہ لگا چکے ہیں،ہمارے ساتھ کام کا پنگا اور نخرہ درانگ کو مہنگا پڑ جائے گا ہاروی نے مزے سے بروس کے ٹھٹھے میں اس کا ساتھ دیا

ایک دفعہ،بس ایک دفعہ اس ایٹی چیوڈ پاور مین کا یہ بھرم چکنا چور ہو جائے،پھر دیکھنا کس منہ سے یہ فلم سے مناظر تلف کروائے گا بروس کی دانت پیسنے جیسی آواز تھی۔

دونوں کا مشترکہ بے باک قہقہ گونجا،دران نے بازو کو جھٹکا اور آبرؤ اچکائے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی،سوئیاں رات کا سوا ایک بجا رہی تھیں۔

چل رات بہت ہو رہی ہے میں چلتا ہوں گڈ نائٹ بروس اب ہاروی سے اجازت طلب کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران سیدھا ہوا اور ہاتھ بڑھا کر لیپ ٹاپ کو بند کر دیا،دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسائے سر کی پشت کے پیچھے کیا اور کاؤچ کی پشت سے سر ٹکایا،کندھوں کے پھیلتے ہی کسرتی بازو اور واضح ہو رہے تھے،لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ آنکھوں کی چمک کے ساتھ ساتھ گہری ہو رہی تھی۔جبکہ انل اس کے برعکس سر تھام چکا تھا

اوہ۔۔۔جیزیز!!!!!۔۔۔یہ سب کرنے والے ہیں تمھارے ساتھ اور

سب کے سب ملے ہوئے ہیں کمینے،اور ہم نہیں جائیں گے تو منہ کی کھانی پڑے گی ان سب کو انل نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں اور پھر اپنا خیال ظاہر کیا

دران کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر موجود طمانت میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔وہ اب کاؤچ کے ہتھے پر بازو پھیلائے دوسرے ہاتھ میں پکڑے اپنے موبائل کی سکرین کو اوپری رُخ گھما رہا تھا۔آنکھوں کی پتلیوں میں سکرین کی بدلتے عکس واضح ہورہے تھے۔

انل میرا وَلیم لِبں پوک سوٹ ریڈی کروانا کل شام کے لیے مگن سے لہجے میں حکم صادر کیا

انل نے چونک کر دیکھا،ہونق ہوتے چہرے پر حیرت واضح تھی۔

دران۔ن۔ن۔ن تم پاگل ہو گیا؟

وہ اسی طرح حیران سا مکمل طور پر اس کی طرف گھوم گیا جو تسلی آمیز لہجے میں اسے حکم صادر کر چکا تھا۔

اور ہاں۔۔۔سرچ کر لینا،تم کیسے کنٹرول کرو گے خود کو اس میڈیسن کے بعد کیونکہ بروس کہہ رہا ہے بینڈ بج جاتی ہے، تو بج جاتی ہو گی سپاٹ لہجے میں اگلا حکم صادر کیا

نگاہیں ہنوز موبائل سکرین پر جمی تھیں،یکا یک انل کی گردن گدی سے آگے ہوئی

واٹ!!!!!!

آنکھیں حیرت سے پھیلی بھنوں سے مزید جگہ گھیر رہی تھیں،مطلب وہ سب سوچ بھی چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے

دران۔۔۔یہ کیسا مزاق ہے،کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ میڈیسن والا مشروب میں پیوں گا؟انل نے سینے پر ہاتھ رکھے ایسے استفسار کیا جیسے اس کی کہی بات پر یقین نا ہو

ہاں میرا وہ مشروب کا گلاس تم پیو گے چینج کرنے ہوں گے گلاس ہمیں ان سے چھپا کر،کیسے وہ میں بتاؤں گا تمہیں ایک لمحہ کے لیے سر

اوپر اٹھائے اس کی بات کی تصدیق کی

انل کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا جبکہ دوسری طرف نا تو اطمینان میں کوئی کمی تھی اور نا ارادوں میں کسی قسم کی کوئی لغزش تھی۔

دران پتا نہیں کیسی میڈیسن ہو گی کیا اثر ہو گا میں۔۔۔

انل کے مضطرب سے لہجے میں اب دران کی بات پر غصہ بھی صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

تم ورجن ہو؟خفیف قہقے کے ساتھ سوال کیا

انل سٹپٹا گیا

شٹ اپ

فوراً دانت پیسے جبکہ وہ اب موبائل میز پر رکھنے کے بعد زیر لب مسکرا رہا تھا۔موبائل کو رکھتے ہی سگریٹ کیس اٹھایا۔

ظالم کہیں کا،اور اس کو میری ورجن ہونے پر شک ہے کیا؟انل نے آبرو اچکائے خود سے سوال کیا

دران میں وہ نہیں پیوں گا خفگی سے گھورتے ہوئے مشروب پینے سے صاف انکار کیا

ٹھیک ہے پھر مجھے پینا پڑے گا،تیار رہنا پھر میرا لیسا دی تباہی کے ساتھ۔۔۔بڑے تحمل سے جواب دیا

نہیں تم بھی نہیں پیو گے۔۔۔پتا نہیں کیا ہوتا ہو گا اس کو پینے کے بعد،میڈیسن کا نام نہیں لیا انھوں نے جو میں سرچ کرتا پھروں انل کے لہجے اور چہرے پر پریشانی یکساں عیاں تھی

بے قابو ہو جاتا مرد اور اس زیادہ کیا ہو گا دران نے کندھے اچکا کر متوازن لہجے میں جواب دیا

لائٹر اب اس کے ہونٹوں میں دبی سگریٹ کو شعلہ دے رہا تھا۔انل چڑ کر سر ہوا میں مارتے ہوئے اسے فقط گھور گیا

دران اس کا آسان حل جب یہ ہے کہ ہم وہاں نہیں جائیں گے تو پھر۔۔۔ہم مشکل میں کیوں گھس رہے ہیں

انل تیزی سے تین ڈگ بھرتا اب اس کے سر پر کھڑا تھا،جو مزے سے کاؤچ کی پشت سے سر ٹکائے اب دھواں ہوا میں چھوڑ رہا تھا۔

ہاروی کے منہ پر مارتے ہیں فلم اور مجھے انتہا کا افسوس ہے کہ میں نے تمھاری منتیں کی تھیں کہ تم یہ فلم کرو گے انل نے تاسف بھرے لہجے میں کہتے ہوئے پیشانی سہلائی

اور مجھے خوشی ہو رہی ہے لبوں کو گولائی کی شکل میں کرتے ہوئے دھویں کے مرغولے کو ہوا میں چھوڑا

انل نے تاسف بھری سانس خارج کی،کوئی فائدٗ نہیں تھا وہ ٹھان چکا تھا سب اور اب سامنے خلا میں نگاہیں مرکوز کیے پر عزم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

جب دشمن خفیہ چالیں چل رہا ہو تو اسے اس کی ہی ٹکر سے جواب دینا چاہیے،کھلے عام نہیں

وہ سوچ چکا تھا اسے ان کی جلائی آگ میں کود کر ہی ان کو مات دینی

ہے اور ویسے بھی وہ اپنی بہت سی باتوں کے ساتھ اس سوچ بھانپ لینے والی خاصیت کو سب سے پوشیدہ ہی رکھتا تھا۔

یہ دنیا ایسی ہی ہے اس نے زندگی کے ہر قدم پر ٹانگیں کھینچنے والے دیکھے تھے۔ایک دوڑ ہے یہ زندگی جہاں ہر ہر جگہ میں آپکو ایسے لوگ ملیں گے جو حسد کی آگ میں جلیں گے آپ کو مات دینے کے لیے ہر حد سے گزرنے کو تیار ہوں گے۔اور دران ملک کے لیے یہ سب انوکھا نہیں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

کراچی کے سمندر کی موجیں اس شہر کی بہت سی اذیتوں،ناانصافیوں اور انسانوں کے روپ میں چھپے بہت سے بھیڑیوں کے ظلم سے بے خبر ساحل سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں۔

یہ مدرسہ ریاض الجنت کا صحن تھا جہاں اس وقت بہت سے دس سے چودہ سالہ بچے عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد اب ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔کمرے میں قطار در قطار چٹائیاں بچھی

تھیں۔ایک طرف لگی الماری میں انگنت قرآن پاک اوپر نیچے رکھے ہوئے تھے۔یہاں اب رات کو ایک دفعہ سب قرآن پاک حفظ کرنے والے طلبہ کو سبق کی دہرائی کرنے کے بعد سونے جانا تھا۔

یہ وہ بچے تھے جو قرآن کو حفظ کرنے کے لیے مدرسے میں ہی رہائش رکھتے تھے۔یہاں بچوں کی طرح بہت سے استادوں کو بھی مدرسے میں رہائش دی گئی تھی۔

تمام بچے قمیض شلوار میں ملبوس پائنچوں کو ٹخنوں سے اوپر کیے سروں پر کروشیے سے بنی سفید ٹوپی پہنے اب زمین پر بچھی چٹائیوں پر قطار در قطار بیٹھ رہے تھے۔

قرآن پاک کو ریل پر سجائے آگے پیچھے جھولتے بچے قاری کے آنے سے پہلے سبق کی زور شور سے تلاوت کی صورت میں دہرائی کر رہے تھے۔

انھی بچوں میں دس سالہ دران ملک بھی موجود تھا جو مٹیلے رنگ کے پتلے سے قمیض شلوار ملبوس یہاں بیٹھے تمام بچوں کی طرح آگے پیچھے جھول نہیں رہا تھا۔بس آنکھیں بند کیے تلاوت میں مگن تھا۔وہ اب پہلے

کی نسبت دبلا ہو گیا تھا۔چہرے پر اب بھی بے تحاشہ سنجیدگی تھی۔

دستگیر بیگم نے پانچویں کلاس کے بعد اسے اسکول کی تعلیم دینے کے بجائے قرآن پاک کا حافظ بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔اس فیصلے پر سب ہی خوش ہوئے تھے کیونکہ اب سب کی زندگیاں حرام کرنے والا دران صرف ہفتے بعد ہی گھر میں نظر آتا تھا۔

ہاں البتہ جب کبھی کوئی سودا سلف لانے اور کام کرنے میں برھان اور فائقہ سب بڑوں کو دو ٹوک جواب دے دیتے تب انہیں دران شدت سے یاد آتا تھا کیونکہ دران کی حیثیت اس گھر میں ایک اضافی نا پسندیدہ فرد کی طرح تھی۔اس لیے ملک ہاؤس میں یاور اور اسفند کے علاوہ ہر شخص اسے اپنا زر خرید غلام ہی سمجھتا تھا۔ملک ہاؤس کی سربراہی دستگیر بیگم کے ہاتھ میں تھی اور وہ جو بھی فیصلہ کرتی تھیں اسفند اور یاور کی ان کے سامنے کچھ نہیں چلتی تھی۔

دران تو محض دس سال کی عمر میں بھی سارا دن گھر کے مختلف کاموں میں پسا جاتا تھا،نکڑ کی دوکان کے چاہے چار سو چکر لگانے ہوں وہ دران

ہی لگاتا تھا،کسی کو پانی کا گلاس بھر کر دینا،دستگیر بیگم کی چھڑی پکڑا کر ان کو بستر سے اٹھانا،بیٹھے بیٹھے ہر بندے کو پانی کا گلاس پلانا،رات کو اپنے سکول کے جوتوں کے ساتھ برھان اور فائقہ کے جوتے پالش کرنا،ہر دفعہ گھنٹی پر دروازہ کھولنے جانا،یاور کے چھوٹے بیٹے راہب کو جھولا دینا،یاور کی بیٹی سبرینا کو گود میں اٹھائے پھرنا۔اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنے اردگرد کی دنیا ایسی ہی دیکھی تھی۔جس میں صبح سے گئے رات کو واپس آنے والے یاور اور اسفند ملک کے علاوہ کسی فرد کی آنکھ میں اس کے لیے انسیت نہیں تھی۔

جب جس وقت بھی جس کا بھی دل چاہتا وہ اسے اس کی غلطی پر تھپڑ اور گھونسا جڑ دیتا تھا۔جب وہ زیادہ چھوٹا تھا تو وہ برھان اور فائقہ کو مار کر اپنا غصہ نکال لیتا تھا مگر اب وہ ان کی جگہ چھت کی دیواروں پر گھونسے مارتا تھا۔

وہ روتا نہیں تھا جب بھی کوئی اسے اذیت دیتا وہ خود کو اذیت دیتا تھا۔وہ چھت پر جا کر دیواروں کو گھونسے اور ٹانگیں مارتا تھا اور متواتر اس وقت

تک مارتا رہتا تھا۔جب تک اسے تکلیف کا احساس نہیں ہونے لگتا تھا۔اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تکلیف کا احساس کم ہوتا جا رہا تھا،گال پر پڑنے والے تھپڑ کی تو اسے اب جلن تک نہیں ہوتی تھی۔

اسے شروع سے سرکاری اسکول میں پڑھایا گیا تھا مگر وہ وہاں بھی اپنی کارکردگی میں اپنا آپ ثابت کر چکا تھا۔پانچویں جماعت تک وہ ہر جماعت میں اول آیا تھا مگر پانچویں جماعت کے فوراً بعد دستگیر بیگم نے حکم جاری کر دیا تھا کہ وہ اب قرآن حفظ کرے گا۔انہیں دران کے خون سے اب بھی یہودیت کی بو آتی رہتی تھی اور انہوں نے حکم صادر کیا تھا وہ قرآن حفظ کرے گا تو ہی وہ اس پر سے فرنگی ہونے کا لیبل ہٹائیں گی۔اور ہر بار کی طرح وہ ایک ربورٹ کی مانند سر جھکائے اس مدرسے میں آ گیا تھا۔

مدرسے کے ہال میں بچوں کے پڑھنے کا شور یکایک سے بڑھا تھا کیونکہ قاری اب ہال میں آ چکا تھا۔سفید رنگ کے گول گھیرے والے قمیض شلوار میں ملبوس کندھے پر صافہ رکھے وہ کوئی تیس سالہ اس مدرسے

کا پرانا قاری تھا۔یہ رات کو سبق کی دہرائی کروانے والا قاری تھا۔کیونکہ اس کی رہائش مدرسے کے ہاسٹل نما ہجرے میں ہی تھی۔اس جیسے بہت سے دور دراز گاؤں سے آئے قاری مسجد کے ہجروں میں مقیم تھے جو بچوں کو قرآن حفظ کروانے کی تعلیم دیتے تھے۔

یہاں اس مدرسے میں آئے اسے پندرہواں دن تھا اور وہ پہلے دن سے ہی رات والے قاری کی عجیب نگاہوں کو بھانپ گیا تھا۔منفی سوچ اور اس کی محسوسات وہ بہت جلد جانچنے لگا تھا۔قاری اسے بہت غور سے اور عجیب نگاہوں سے دیکھتا تھا اگرچہ وہ یہاں موجود تمام بچوں میں نمایاں تھا کیونکہ اس کی صورت میں یہ مغربی حسن کا ملاپ اسے ہر جگہ سب سے منفرد بنا دیتا تھا مگر قاری کے ذہن میں اس کو لے کر پنپتے گندے عزائم اس کے چھوٹے سے ذہن کو سمجھ تو نہیں آتے تھے لیکن اسے یہ پتا چل رہا تھا اسے ان سے خطرہ ہو سکتا ہے۔

آج یہ منفی لہریں بہت عجیب طرح سے اثر انداز ہو رہی تھیں اور بلکل وہی ہوا جس کے بارے میں اس کی چھٹی حس اسے پہلے سے آگاہ کر

رہی تھی۔بعض اوقات آپ کی زندگی کی تلخ تجربے آپ کی عمر سے زیادہ ہوتے ہیں اور وہ بھی انہی میں سے ایک تھا جس نے دس سال کی عمر میں ہی انسانوں کے ایسے روپ دیکھے تھے جو شاید بہت سے لوگ عمر کے وسط میں جا کر دیکھتے ہیں۔یہی وجہ تھی عام بچوں کی نسبت اس کی چھٹی حس بہت تیز تھی

قاری نے مسوائے اس کے باقی سب لڑکوں کا سبق سنا تھا اور پاس بیٹھے لڑکے کو کچھ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔وہ لڑکا قاری کی بات سن کر سیدھا دران کے پاس آیا تھا۔

دران قاری صاحب تمھیں اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں تمھارا سبق ادھر ہی سنیں گے قرآن پاک لے کر چلے جاؤ پندرہ سالہ لڑکا اسے حکم صادر کرنے کے بعد اپنا قرآن پاک تھامے الماری کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دران اپنی جگہ سے اٹھا اور قرآن کو وہیں قرآن کی ریل میں رکھتے ہوئے ہال میں موجود بڑی سی لکڑی کی الماری کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کو ایک خانہ دیا گیا تھا جسے باہر کی طرف تالا لگتا تھا۔اس میں اس

کی تمام چیزیں تھیں جن میں وہ بہت سی عجیب چیزیں بھی ساتھ لایا تھا جن کو وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

ایک چھوٹا سا مردانہ ریزر کا بلیڈ، چھوٹی قینچی،ایک چین اسے ایسی چیزیں جمع کرنے کی عادت تھی۔اس نے ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں الماری کے خانے کا تالا کھولا اور چھوٹے بلیڈ کو اپنی دو انگلیوں کے بیچ میں دبا لیا۔واپس آیا اور قرآن پاک کو سینے سے لگا کر قاری کے ہجرے کی طرف چل دیا۔

اس ہال میں سے نکل کر بڑا سا صحن تھا اور صحن سے پیچھے کھلنے والے دروازے میں مدرسے کا ہاسٹل تھا جہاں بہت سے کمرے تھے اور یہیں پر استادوں کے ہجرے تھے۔

وہ اب قاری کے ہجرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا جہاں دروازے کے آگے سفید رنگ کا ململ کا پردہ اندر چلتے پنکھے کی ہوا سے ہل رہا تھا۔

اس نے ہاتھ کی انگلیوں کو ہلکی سی جنبش دی اور بلیڈ انگلی کی پوروں

میں جکڑا گیا۔ایک ہاتھ سے پردہ ہٹا کر وہ ہجرے میں داخل ہوا سامنے نظر قاری پر پڑی جو اس چھوٹے سے کمرے میں موجود ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور دوسری چارپائی خالی تھی جہاں دوسرا قاری آج شاید چھٹی پر تھا۔

کیسا ہے دران۔۔۔آجا آجا ڈر مت قاری نے پچکارتے ہوئے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

دران نے سر جھکائے قدم آگے بڑھائے اور چارپائی کے پاس آ کر قدم روک دیے۔

میری ٹانگیں دبا دے پہلے پھر تیرا سبق سنتا ہوں قرآن پاک وہاں میز پر رکھ کر آ جا قاری کی آنکھیں اب اس کے چہرے پر گھوم رہی تھیں۔

دران خاموشی سے آگے بڑھا اور کچھ دور رکھی میز پر آہستگی سے قرآن پاک رکھ کر واپس مڑا۔اللہ کی کتاب پڑھانے والے کے دل میں شیطان ایسا گھیرا ڈال کر بیٹھا تھا کہ اسے اس مقدس کتاب کو اپنے سامنے میز پر رکھواتے ہوئے بھی ایک لمحے کے لیے خوف نہیں آیا تھا۔

آجا کھڑا کیوں ہے آجا میرے پاس قاری نے خباثت سے دانت نکالتے ہوئے کہا

دران نے ایک نگاہ قرآن پر ڈالی آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں اور قدم آگے بڑھا دیے۔قاری کے چہرے پر موجود شیطانیت اور بدلتی نیت اس کے ننھے ذہن کو جھنجوڑ رہی تھی۔جیسے ہی وہ قاری کی چارپائی کے قریب پہنچا قاری نے اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا۔دران کی نگاہ اب بھی قرآن پاک پر تھی جس کا غلاف پنکھے کی ہوا سے ہل رہا تھا۔

ایسے بیٹھ جا میرے گود میں قاری کے لہجے کی خباثت اور اس کے منہ سے اٹھتی نسوار کی بدبو اس کی ناک کے نتھنوں میں گھس کر اس کے اعصاب کو چوکنا کر چکی تھی۔وہ اسے اپنی گود میں جکڑ رہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا قاری اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے،ہاں لیکن دماغ بار بار اسے اشارے دے رہا تھا۔اور اس کا دماغ کبھی بھی اس سے جھوٹ نہیں بولتا تھا قاری کی حرکات اس کے ساتھ اچھی نہیں تھیں۔

www.neweramagazine.com

چھوڑو مجھے سپاٹ مگر سخت لہجے میں رعب سے کہا۔

قاری جو حواس کھوئے شیطان کا روپ دھار چکا تھا۔اس کے یوں سخت لہجے میں کہنے پر اور جوش میں آ گیا۔

چپ کر نہیں تو کل سارا دن ایک ٹانگ پر کھڑا رکھوں گا سمجھا چپ جو کر رہا ہوں کرنے دے یہ کپڑا ڈال منہ کے اندر قاری کا لہجہ شیطانیت کے نشے میں ڈوب گیا تھا۔

وہ اب پاس پڑے اپنے صافے کو زبردستی دران کے منہ کے اندر ٹھونس رہا تھا۔دران نے کہنی اس کے سینے میں مارتے ہوئے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا تھا اور انگوٹھے اور انگشت انگلی میں پھنسا بلیڈ رخ موڑتے ہی قاری کی گردن پر اس تیزی سے پھیرا کہ وہ بلبلا اٹھا۔جیسے ہی اس کے ہاتھوں کی گرفت کم ہوئی دران تیزی سے اس سے دور ہوا

اوہ نامراد۔۔۔۔تڑپ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

گردن پر جیسے ہی ہاتھ رکھا تو خون سے لتھ پتھ تھا خوف سے اس کی

ٹانگیں کانپ گئیں دران نے آگے بڑھ کر قرآن کو اٹھایا سینے سے لگایا اور کمرے کے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔کنڈی کو برق رفتاری سے کھولا اور مدرسے کے بیرونی گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔

پکڑو اس خبیث کو میرا گلا کاٹ دیا اس نے قاری کی وحشت ناک آواز کمرے میں اور مدرسے کے برانڈے میں گونج رہی تھی۔

اس کے بھاگتے قدم ساری آوازوں کو،چیخوں کو اور اپنے عقب میں بھاگتے قدموں کو پیچھے چھوڑ رہی تھیں۔وہ بہت تیز بھاگ رہا تھا بہت تیز، قرآن کو ایک ہاتھ سے سینے سے لگائے اس کی سانسیں اتھل پتھل تھیں۔وہ ایک سکینڈ کے لیے رکا نہیں تھا اور اتنی رفتار سے بھاگا تھا کہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا تھا،مدرسے کی دروازے سے نکل کر سنسان گلی میں اور پھر سڑک پر دوڑتی بھاگتی ٹریفک میں وہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا۔

سینہ دھک دھک کر رہا تھا اور اب عجیب سی گرمی کا احساس دلا رہا تھا۔کوئی اس کو تھپک رہا تھا۔قرآن گرم ہو رہا تھا۔

کھائی بہت گہری تھی جس میں بہت سے سانپ اور بچھو رینگ رہے تھے۔اس کی ٹانگیں کھائی میں لٹک رہی تھیں اور ہاتھوں نے کنارے کے پتھروں کو بمشکل تھام رکھا تھا۔

بچاؤ۔۔۔کوئی ہے۔۔۔بچاؤ مجھے وہ گھٹی سی آواز میں چیخ رہی تھی لیکن جتنا اونچا چیخنا چاہتی تھی ویسا چیخ نہیں پا رہی تھی آواز گھٹ رہی تھی گلا خشک تھا۔

بار بار وہ سر جھکا کر کھائی کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں انگنت سانپ اپنے پھن پھلا کر اس کے گرنے کے انتظار میں تھے۔اچانک کسی ہاتھ کی گرفت اسے اپنے ہاتھ پر محسوس ہوئی۔اس نے چہرہ اوپر کیا کوئی سیاہ ہڈ پہنے ہوئے تھا اس کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اور پھر اس ہڈ میں ملبوس انسان نے ایک جھٹکا لگا کر اسے اوپر کھینچ لیا۔جیسے ہی وہ اوپر پہنچی تو اپنے بچانے والے اس محسن کے ساتھ بے ساختہ لپٹ گئی۔جسم اور دل ایک ساتھ کانپ رہے تھے۔وہ ساکن کھڑا

تھا۔اس کا جسم کسی پتھر کی طرح مضبوط تھا اور سینہ چوڑا تھا۔جوی نے اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا۔اچانک چیخیں ابھرنے لگیں نسوانی چیخیں۔۔۔

چیخوں کی بھیانک آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔وہ بوسیدہ سے پلنگ پر بوسیدہ چادر پر لیٹی تھی۔سٹپٹا کر اٹھ بیٹھی اور اٹھتے ہی دل سے ٹیس اٹھی کاش خواب حقیقت اور یہ حقیقت خواب ہوتا۔وہ وہیں تھی بلیک مارکیٹ میں اور آج چوتھا دن تھا یہاں۔

آج پھر کسی لڑکی کو کوڑے پڑ رہے تھے اور شاید وہ کمرہ ان کے کمرے کے قریب تھا اس لیے لڑکی کی دردناک آوازیں اسے یہاں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

ساری لڑکیاں چہرے گھٹنوں میں دے کر بیٹھی تھیں۔بس ایک وہ تھی جو یوں ہونقوں کی طرح نیند سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔اچانک بہت سے قدموں کی چاپ ان کے کمرے کی طرف سنائی دی۔

شیون تین لڑکوں کے ساتھ تھا ان کے کمرے کے سامنے گزرتے

ہوئے اچانک اس پر نگاہ پڑنے پر تھم گیا،آنکھوں کو سکوڑ کر اسے دیکھا۔

رک۔۔۔لاک کھول اس کمرے کا اپنے ساتھ کھڑے لڑکے کو اس نے ہاتھ کے اشارے سے حکم صادر کیا

جوی کا جسم کانپ گیا ۔اب احساس ہوا گھٹنوں میں چہرہ نہ دے کر اس نے کتنی بڑی غلطی کی۔جیسے ہی دروازہ کھلا شیون خباثت سے اسے جانچتا ہوا اس کے قریب آیا۔

یہ چاہیے مجھے آج رات میرے فلیٹ پر کچھ کلائینٹ آ رہے ہیں۔اس کو ایک دم چمکا کر پیش کرنا ہے ان کے سامنے شیون نے قریب ہو کر ایک جھٹکے سے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں دبوچا تھا۔

وہ تڑپ کر اوپر ہوئی۔اس کے انگوٹھے گالوں کے دونوں اطراف میں پیوست ہونے کی جان لیوا تکلیف تھی۔اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے چھوڑا اور باہر نکل گئے

وہ لوگ اب تیز تیز وہاں سے نکل گئے تھے جوی نے تڑپ کر تمنا کی

طرف دیکھا۔

یہ۔۔۔کیا کہہ رہا تھا؟ آواز کانپ رہی تھی

تمہیں آج رات لے جا رہے ہیں تمنا نے آہستگی سے جواب دیا اور سر جھکا دیا

باقی دونوں لڑکیاں بھی ترس کھاتی نگاہوں اسے دیکھ رہی تھیں جوی ایک دم سے غش کھانے جیسی کیفیت میں آ گئی تھی سانپ بچھو جسم پر رینگتے محسوس ہو رہے تھے۔

تمنا اس کی طرف بڑھی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

پہلی دفعہ ہے ؟۔تمنا نے کان کے قریب ہو کر آہستگی سے پوچھا

جوی نے پھٹی آنکھوں سے سر اثبات میں ہلایا

اوہ اللہ۔۔۔۔بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا اور پھر اس نے جوی کو خود سے بھینچ لیا۔

سورج پوری تمازت سے لائیز ایریا کی عمارتوں کے سر پر چمک رہا تھا،سردی کا موسم کراچی میں بس ہلکی سی جھلک دکھا کر رخت سفر باندھنے کی تیاری پکڑے ہوئے تھا۔یہی وجہ تھی اب سورج کی تپش جسم کو حدت بخشنے لگی تھی۔دوپہر کے اس وقت لوگ گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔اکا دکا شخص ہی عمارتوں کے گرد و نواح میں معمول کے کاموں میں مشغول نظر آ رہے تھے۔

ان عمارتوں کے گھٹن زدہ فلیٹوں میں سے ایک فلیٹ کے بیرونی دروازے سے وہ باہر نکلی تھی۔نیلے رنگ کے کلیوں والے کھلے سے کُرتے کے نیچے تنگ پائنچوں کا کیپری اور ہم رنگ شیفون کے دوپٹے کو گلے میں سکارف صورت لپیٹے،گھنگرالے بالوں کی ڈھیلی سی پونی کیے وہ اب تھکی تھکی سے عمارت کی اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔جس فلیٹ میں سے وہ نکلی تھی یہ اس کی واحد دوست حنا کا گھر تھا جہاں وہ آج اس کے ساتھ مل کر آئی۔کام کے داخلہ فارم پُر کرنے گئے تھی۔

مریم نے بڑی مشکل سے جان سے اس کی تعلیم جاری رکھنے کی اجازت لی تھی۔وہ اپنے شوق پر آئی۔کام میں داخلہ لینا چاہتی تھی کیونکہ وہ بہت جلد جان کی مالی مدد کے لیے کوئی ملازمت کرنا چاہتی تھی اور بی کام کرنے کے بعد امید تھی کہ کہیں نا کہیں کوئی ملازمت ضرور مل جائے گی۔ملازمت ملتے ہی وہ اپنے باپ کا ایک بیٹے کی طرح سہارا بن جائے گی۔

جان کی طبیعت اب ناساز رہتی تھی اور کمپنی میں صفائی ستھرائی کا کام انتہائی مشقت طلب تھا۔وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔جوی سے اپنے باپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی لیکن وہ جان کی طرح کہیں بھی صفائی ستھرائی جیسی ملازمت ہر گز نہیں کرنا چاہتی تھی۔حنا بھی اس کے ساتھ ہی سرکاری کالج میں آئی۔کام کا داخلہ فارم بھر چکی تھی۔

اب وہ جاتے ہی سونے کے ارادے سے آہستہ آہستہ زینے چڑھتی ہوئی اوپر جا رہی تھی۔دران کو یہاں نظر آئے ہفتوں بیت گئے تھے وہ ایک

دم سے غائب ہوا تھا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔

انو تو اکثر ابھی بھی نظر آ جاتا تھا لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آتا تھا۔وہ جب بھی بالکنی میں جاتی تو خالی بینچ دیکھتے ہی دران کا خیال،اس کا چہرہ،اس کی آنکھیں چھپاک سے ذہن کے پردوں پر چمکنے لگتیں۔

اب بھی انو کے فلیٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے نجانے کیوں وہ ذہن کے پردوں پر امڈ آیا تھا۔انو کے فلیٹ پر تالہ تھا۔ایک تو یہ لوگ مہینے کے پندرہ دن کہیں نا کہیں گئے رہتے تھے۔جووت نے بتایا تھا ان کا ننھال حیدر آباد ہے اور وہ اکثر کسی نا کسی تقریب میں شرکت کے لیے وہاں گئے رہتے ہیں۔

منہ بسورے وہ ایک نگاہ فلیٹ پر ڈالتی آگے بڑھی جب اچانک کسی کے تیز تیز سیڑھیاں چڑھنے کی آواز پر وہ ابھی رخ موڑ کر دیکھنے ہی والی تھی کہ کوئی نفس تیر کی سی تیزی سے اس کے پاس گزرتا اوپر چڑھا۔

وہ ایک پل میں اسے پہچان گئی تھی وہ دران ہی تھا۔سیاہ پینٹ پر ہلکے بھورے رنگ کی شرٹ زیب تن کئے، بکھرے بالوں اور اسی طرح

سپاٹ چہرے والا لیکن وہ آج معمول سے بھی زیادہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

اسے یوں آج دیکھ کر لمحہ بھر کو تو جوی کے قدم اسی زینے پر منجمند ہوئے پھر پتا نہیں اس کے انداز کی عجلت اور پریشان چہرے میں ایسا کیا تھا کہ وہ اس کے تعاقب میں چوری چوری زینے چڑھنے لگی۔شاید اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انو کے فلیٹ کی منزل تو نیچے تھی پھر وہ کیوں اوپر جا رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

وہ لگاتار زینے چڑھتا ہی جا رہا تھا۔جوی دبے قدموں اس کے پیچھے چل رہی تھی ایک انجانی سی کشش تھی جو کھینچ رہی تھی اور وہ بے سبب کھنچی چلی جا رہی تھی۔وہ یونہی لمبی لمبی ٹانگوں سے سیڑھیاں پھلانگتا عمارت کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔

چھت پر لوہے کا بڑا سا زنگ آلودہ دروازہ تھا جو اکثر کھلا رہتا تھا اور اس وقت بھی کھلا تھا ۔

جوی نے جیسے ہی چھت کے دروازے کی اوٹ سے چھت پر جھانکا

قدموں تلے سے زمین کھسک جانے والا حساب تھا۔وہ عمارت کی چھوٹی سی دیوار پر کودنے کی غرض سے کھڑا تھا۔عمارت کے وسیع و عریض چھت پر کاٹھ کباڑ کے ڈھیر لگے تھے۔سمینٹ کی اینٹیں لوگوں کے گھروں کی ٹینکیاں اور مٹی سی اٹی اس چھت کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں جن میں سے دائیں طرف کی دیوار پر وہ دونوں قدم اوپر رکھے کھڑا تھا۔

کیا وہ خودکشی کرنے جا رہا ہے؟ذہن میں یہ خیال لپکتے ہی وہ دھڑکتے دل اور دبے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔

جسم کے رونگٹے کھڑے تھے۔شاید وہ اسے روک نہیں پائے گی اس کے قریب پہنچنے تک شاید وہ چھلانگ لگا دے گا ایک عجیب سا خوف تھا جس کے زیر اثر وہ آگے بڑھ رہی تھی۔وہ بے خوف و خطر دیوار پر کھڑا تھا اور یوں کنارے پر کھڑا تھا کہ شاید اگر اس کے قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی سنتا تو نیچے گر جاتا مگر وہ تو کسی ٹرانس کی حالت میں تھا شاید،کسی بت کی مانند کھڑا تھا۔

جوی سانس روکے اب بلکل اس کے قریب پہنچ چکی تھی۔ہاتھ بڑھایا اور اس کی شرٹ کو پشت سے تھام لیا۔

رُکو خوفزدہ آواز میں کہا اور اس کی شرٹ کو پیچھے سے دبوچ کر کچھ اسطرح سے کھینچا کہ وہ لڑکھڑا گیا

جوی کے شرٹ کو دبوچ کر پوری قوت سے اپنی طرف کھینچنے کی وجہ سے وہ کچھ اس انداز میں بوکھلایا کہ ہڑابڑا کر جوی کے کندھوں کو تھامتے ہوئے بھی نا سنبھل سکا اور دونوں ایک ساتھ فرش پر گرے۔

اس کے لیے یہ سب غیر متوقع تھا اس لیے وہ جوی کی یہاں موجودگی اور خود کو اسطرح بچانے پر حیرت زدہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جو اب یوں زمین پر گرنے پر کراہ رہی تھی۔

تکلیف کے آثار کی وجہ سے ناک اکٹھی تھی اور پیشانی پر لکیریں تھیں اور اوپر سے دران کا وزن۔دران کی حیرت ایک دم سے غصے میں تبدیل ہوئی اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اس کے اوپر سے اٹھا۔جوی اس کے اٹھتے ہی سر کو تھامے برق رفتاری سے اٹھی۔

سنو۔۔۔رکو۔۔۔کیا کرنے والے تھے تم،پاگل ہو کیا کودنے جا رہے تھے؟

جلدی سے اٹھ کر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اب بلکل اس کے سامنے کھڑی تھی۔ہاتھ اب بھی سر کی پشت کو سہلا رہا تھا جہاں گرنے کی وجہ سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔دران نے تیوری چڑھا کر ایک غضبناک نگاہ اس پر ڈالی۔

یہ لڑکی دنیا میں موجود ان گنتی کے لوگوں میں سے تھے جن میں سے ہمیشہ اسے مثبت لہریں موصول ہوتی تھیں۔وہ اس لڑکی سے کترانے لگا تھا۔اس کی سوچ میں خود کے لیے بلاوجہ کی ہمدردی اس کی سمجھ سے باہر تھی۔وہ اکثر اس سے ٹکرا جاتی تھی اور پھر اس دن میدان میں اسے پتا چلا کہ وہ جووت کی بہن ہے۔جووت کو وہ انو کے چھوٹے بھائی کی وجہ سے پہچانتا تھا لیکن آج وہ یوں اس کے پیچھے چھت پر چلی آئے گی یہ بات اس کی سوچ کے بلکل برعکس تھی۔

اب وہ اس بات میں بھی حیرت زدہ تھا کہ وہ لڑکی جان چکی ہے کہ وہ

خود کو ختم کرنے کی غرض سے یہاں موجود ہے۔

جیسے ہی دران نے ربورٹ کی مانند پھر سے دیوار کا رُخ کیا جوی نے لپک کر اس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے دبوچا۔دران نے دانت پیسے ایک خونخوار نگاہ اس پر ڈالی اور پھر زور سے اپنے بازو کو جھٹکا مگر وہ تو کسی چیونگم کی طرح چپک گئی تھی۔

کیوں مرنا چاہتے ہو ؟ میں نہیں کرنے دوں گی تمہیں یہ جوی اس کے چھڑواتے بازو کے ساتھ جھول رہی تھی۔

دران کی رگیں غصے سے مزید ابھر رہی تھیں اور وہ تھی کہ اس کے غصے کی پرواہ کیئے بنا اس کو روکنے کی کوشش میں پھولی سانسوں سمیت سوال پر سوال کر رہی تھی۔

ایسا کیا غم ہے،تم ایسے کیوں ہو؟جوی اس کا بازو کندھے سے تھوڑا نیچے سے تھامے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔

دران نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی اور گردن کو خم دے کر اسے گھورا آنکھوں میں عجیب طرح کی حیرت اور غصے کے آثار واضح تھے۔

چھوڑو مجھے۔۔بھاری مگر ٹھہرے لہجے میں غرایا۔

اس سارے عرصے میں وہ پہلی دفعہ یوں جوی سے مخاطب ہوا تھا۔ایک لمحہ تو اس کی آواز کے سحر میں وہ جکڑی گئی تھی پھر سر جھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی جو اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

نہیں۔۔۔نہیں چھوڑوں گی تم کود جاؤ گے ڈھیٹ پن سے کہا

دران نے اپنی زندگی میں اتنی مضبوط لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی۔وہ اتنا طاقتور تھا جس زور سے وہ بازو جھٹک رہا تھا اسے تو لڑھک کر ایک طرف گرنا چاہیے تھا مگر وہ چچڑی ہو کر چمٹی ہوئی تھی۔دران کی آنکھوں کی پتلیاں مزید سُکڑیں اور جبڑے مخصوص انداز میں ایک دوسرے میں پیوست ہوئے۔گہری بیزار سانس لے کر گردن موڑے گویا ہوا

ایکسکیوزمی!!!! تم ہو کون ؟،میں جو بھی کروں یہ میری زندگی ہے

جھنجلا کر بازو کو جھٹکا دیا،جس پر وہ تھوڑا سا لڑکھڑائی مگر بازو پر گرفت نہیں چھوڑی۔

ہاں تمھاری زندگی ہے پر تم سے جڑے باقی لوگوں کا کیا،تمھارے پیرنٹس،تمھارے بہن بھائی ہاں۔ں۔ں۔؟جوی نے ماتھے پر بل ڈالے بڑے حق سے ڈپٹا

میں۔۔۔کہہ۔۔۔۔رہا ہوں مجھے چھوڑو دران نے ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے غصیلے لہجے میں پھر سے وہی بات دہرائی۔

عجیب الجھن ہو رہی تھی،آخر کو وہ کیوں اس پر مہربان تھی اسے انو کے علاوہ خود پر مہربان ہر شخص سے الجھن ہوتی تھی۔

دیکھو۔۔۔کسی لڑکی نے دھوکا دیا ہے کیا ؟ ایسا کیا غم ہے کہ تم اس بھری جوانی میں خود کشی کرنے جا رہے ہو ؟،ہزاروں لڑکیاں آئیں گی زندگی میں پاگل مت بنو اپنی ہی قیاس آرئیاں لگا کر وہ اسے سمجھا رہی

تھی۔

دران کا چہرہ اب غصے میں تپنے لگا تھا اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے میں دوسرے ہاتھ کی مدد سے جوی کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔

وہ جو اس کے بازو سے چمٹی اس کے ہر قدم پر اس کے ساتھ گھسٹ رہی تھی ایک دم یوں اس کے اٹھانے پر ہڑبڑا کر رہ گئی

آں۔ں۔ں۔ں۔۔۔ں۔ں۔ں۔ں۔۔۔یہ کیا کر رہے ہو؟خوفناک چیخ برآمد ہوئی۔

تم یہاں سے جا نہیں رہی اس لیے پھینک رہا ہوں تمہیں یہاں سے بڑے آرام سے دانت پیستے ہوئے جواب دیا

پاگل ہو گیا تم،چھوڑو مجھے۔۔۔۔جوی ٹانگیں مارتے ہوئے خوف سے چلائی

وہ دیوار کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔جوی کا دل اچھل کر حلق میں آیا کیا وہ سچ میں مجھے پھینکنے والا ہے۔

چھوڑو مجھے۔۔۔۔پلیز چھوڑو مجھے حواس باختہ،بوکھلائے سے لہجے میں

چلائی۔

نیکی گلے پڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔وہ تو سچ میں دماغ سے کھسکا ہوا لگ رہا تھا اور اب اسے پھینکنے والا تھا۔

چھوڑو۔و۔و جوی اب اس کے پیٹ پر ٹانگیں مارتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔

دران نے ایک جھٹکے سے نیچے اتارا،وہ لڑ کھڑا گئی،پھٹی پھٹی آنکھوں سے گہرے سانس لیتے ہوئے اسے گھورا جو شکل سے تو اتنا بد دماغ نہیں لگتا تھا۔

NEWERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جاؤ یہاں سے۔۔۔وہ بھاری آواز میں بازو لمبا تانے اتنی زور سے چلایا کہ جوی جو پوری آنکھیں کھولے ساکن کھڑی تھی کانپ گئی

اور پھر بنا پلٹے ایسی دوڑ لگائی کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔دل خوف سے کانپ رہا تھا۔دھڑکتے دل کے ساتھ وہ دھڑ دھڑ پاؤں مارتی سیڑھیاں اترتی ہوئی اب نیچے آ چکی تھی۔

وہ تو پاگل نکلا ذہنی مریض ہے کوئی مگر وہ اپنی جان لے لے گا اب دل پر ہاتھ رکھے سوچا اور بلا خوف و خطر پھر سے پلٹ کر اوپر چڑھ گئی۔

دروازے پر پہنچتے ہوئے قدم بمشکل تھمے دروازے کا پٹ تھامے پھٹی پھٹی انکھوں سے وہ سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے ہاتھ سے سمینٹ کی بنی اینٹیں توڑ رہا تھا۔ایک کے بعد دوسری پھر تیسری مگر وہ ایک ٹرانس میں یہ کرتا جا رہا تھا ایک جنون سا سوارا تھا شاید سر پر جوی نے قدم پھر سے چھت کی طرف بڑھا دیے۔

دران ہمیشہ کی طرح سارا غصہ اور تکلیف کا بدلہ ان اینٹوں سے لے رہا تھا کہ اچانک احساس ہوا وہ اکیلا نہیں ہے۔ہاتھ رُکے اور پھر سامنے دیکھا۔

وہ ڈھیٹ لڑکی پھر اس کے لیے دنیا جہان کی ہمدردی چہرے پر سجائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

کیا مسئلہ ہے اس لڑکی کے ساتھ دران نے آبرؤ چڑھائے اس پر ایک

خون آشام نگاہ ڈالی۔

اوہ۔۔۔گاڈ شکر ہے وہ کودا نہیں جوی نے شکر ادا کرتے ہوئے بھرپور مسکراہٹ کا تبادلہ کیا

یہ پاگل ہے کیا لڑکی ابھی میں نے اس کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا یہ پھر ڈھیٹوں کی طرح یہاں ہے اس لڑکی کی ڈھٹائی پر دران کا دماغ گھوم گیا

تمھارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟

کمر پر دونوں اطراف میں ہاتھ رکھے وہ اب غصیلے لہجے میں اس سے سوال کر رہا تھا جو مسکرا رہی تھی۔

وہ تو تمھارے ساتھ ہے مجھے جاننا ہے کیا مسئلہ ہے تم ایسے کیوں ہو؟ مسکراتے ہوئے پوچھا

ہاتھ پیچھے کمر پر باندھے وہ اب سب خوف ایک طرف رکھے اب ہلکا ہلکا جھول رہی تھی۔وہ اس سے بات کر رہا تھا ایسا لمحہ بھی زندگی میں آنا

تھا۔دل رقص کیوں کرنے لگا تھا۔

اس وقت میرا مسئلہ تم ہو، اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ نہیں تو اسی اینٹ سے سر پھوڑ دوں گا تمھارا دران نے جھک کر اینٹ اٹھاتے ہوئے دھمکی دی

ہاں پھوڑ دو جوی نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکائے

بلا کا اعتماد تھا۔دران کی آنکھیں اس کے ارادے کی نفی کر رہی تھیں وہ اور آنکھوں کا نہ پڑھ سکے یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔نڈر سی وہ واپس جانے کے بجائے اب اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

دران نے حیرت سے اس کی جرأت کو دیکھا اور پھر اینٹ کو زور سے اینٹوں کے ڈھیر پر پھینکتا چھت کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بلاوجہ مسکرا رہی تھی ایک عجیب سا نا آشنا احساس تھا جس انسان کو ذہن نے بہت سوچا ہو اس سے یوں ملاقات ہو جانا اور اس کا اس سے بات کرنا سب کتنا حسین لگ رہا تھا۔گہری سانس لے کر وہ قدم

دروازے کی طرف بڑھا چکی تھی مگر دل نجانے کیوں اس طرح کی ایک اور ملاقات کی خواہش کرنے لگا تھا۔

شام ڈھل کر اب اندھیرے میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن شھنگائی کے اس خوبصورت ہوٹل میں تو جیسے دن کا سماں تھا۔انر منگولیہ کے لان کے فرش پر موجود سبز گھاس کسی قالین کی طرح معلوم ہوتی تھی اور لان کے وسط میں موجود سوئمنگ پول اس بیش قمیت ہوٹل کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا رہا تھا۔یہ لان گولائی کی صورت میں تھا جس کے چاروں اطراف خوبصورت چمکتی عمارت گھومتی تھی۔

ہاروی پروڈکشن کی اس شاندار سنہری جوبلی کی تقریب میں ہالی وڈ کے علاوہ بہت سے چینی فلم سٹار اور فلم بینی سی تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ موجود تھے۔سٹیفن،کیلوین آج درانگ کی عزت کا جنازہ نکلتے ہوئے دیکھنے چین پہنچے تھے۔دیدہ زیب،بیش قیمت،جدید لباس اور میک اپ سے اٹے چمکتے چہرے آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

ایک طرف موسیقی کا انتظام تھا اور حسین گلوکارہ اپنی آواز میں چینی زبان کے کسی مشہور گیت کے جلترنگ بجا رہی تھی جس کی آواز لان کے ہر کونے میں گونج رہی تھی۔سوئمنگ پول سے آگے اوپن بار تھا جہاں بیش قیمت مشروبات اور شراب کی ہر مہنگی قسم موجود تھی۔

سب لوگ جو درانگ کے لیے یہ مکمل منصوبہ بنا چکے تھے اب منتظر نگاہیں بار بار بیرونی راہداری کی طرف اٹھا رہے تھے۔لمبی ڈرائیو کی راہداری ایک فرلانگ پر مشتمل تھی جو سیدھی لان کی طرف آتی تھی اور پھر جیسے ہی دران کی آمد ہوئی بہت سے چہروں پر موجود آنکھیں چمکیں اور لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ امڈ آئی۔

ہلکے گرے رنگ کے ولیم بس پوک پینٹ کوٹ میں ملبوس،بالوں کو جل کی مدد سے پیچھے سیٹ کیے،نکھرے رنگ و روپ میں وہ آج باقی دنوں کی نسبت مختلف مگر تباہ کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔پینٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈالے چہرے پر بلا کی سختی اور سنجیدگی سجائے،متوازن ڈگ بھرتا انل کے ہمراہ لان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

انل کا چہرہ اس کی نسبت تھوڑی اضطرابی کا غماز بنا ہوا تھا۔وہ مکمل طور پر چاک و چوبند تھا۔لان کے وسط میں کھڑے بروس اور ہاروی نے ایک ساتھ گہری سانس باہر انڈیلتے ہوئے سینہ چوڑا کیا۔

سو۔۔۔وہ آگیا جس کا تھا انتظار بروس نے آہستگی سے ہاروی کے کندھے پر ہاتھ رکھے سرگوشی کی۔

بہت احتیاط سے پتا نہیں کیوں لیکن مجھے عجیب سا خوف آتا ہے اس سے ہاروی نے بلاجواز ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے اپنا ڈر ظاہر کیا

پروسٹی ٹیوشن فلم بنی اس کا سائیڈ بزنس تھا جو وہ غیر قانونی طور پر چلا رہا تھا۔سمگل کی ہوئی لڑکیوں سے بنائی گئی ویڈیوز ویب کی ہائی ریٹنگ میں آتی تھیں اور بروس کا یوں بلیک مارکیٹ سے لڑکی منگوانا اور درانگ کے پاس بھیجنا یہ سب عام بات ہونے کے باوجود اسے خوف تھا۔

یہ خوف شاید درانگ کے مضبوط کردار کی وجہ سے تھا۔

بروس اس کے خوف پر دانت پیستا ہوا چڑ کر آگے ہوا۔

تم اس کے چہرے کے رعب سے خائف ہو جو فقط ڈرامہ ہے اس کا، ڈرو مت، کچھ کام یہ کرے گی اور باقی لیسا اور آج پھر تم دیکھو گے ڈرانگ کی فل آف رومینس فلم بروس نے ایک چھوٹے سے پیکٹ کو لبوں کے پاس لا کر چومتے ہوئے کمینگی سے کہا۔

ہوں۔۔۔میں بیتاب ہوں اس فلم کو دیکھنے کے لیے ہاروی نے خود کو ریلکیس ظاہر کرنے کے لیے چہرے پر مسکراہٹ سجائی

وہ تمھاری لیسا کہاں رہ گئی ہے پہنچی کہ نہیں؟ ہاروی نے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو لبوں سے لگایا

اوہ اچھا یاد دلایا تم نے ابھی فون کرتا ہوں شیون کو

بروس نے فورا بھنویں اوپر اُٹھائیں اور پھر جیب سے موبائل نکال کر اس پر نگاہیں جما دیں۔

سر اوپر اٹھاؤ لڑکی نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے جوی کا چہرہ ایک جھٹکے سے اُوپر اٹھایا۔

جیسے ہی چہرہ اوپر اُٹھا،جوی نے سامنے پوری دیوار میں نصب آئینے میں خود کو دیکھا۔لڑکی نے اس کا پورا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا۔اب ہیر سٹائل بنانے کے بعد وہ میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔

اتنے میک اپ میں وہ حسین تو لگ رہی تھی لیکن اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی دکھائی دے رہی تھی۔نقلی لانبی پلکیں،جل سے کھینچ کر بالوں کا بنایا گیا جوڑا اور گہرے میرون رنگ کی میکسی زیب تن کیئیے وہ اب خود کو دیکھنے کے بجائے کن اکھیوں سے سامنے پڑے سامان میں نیل فائلر پر نگاہ جما چکی تھی۔

یہ لمبائی کے رخ بنا ایک کمرہ تھا جہاں ایک طرف کی پوری دیوار میں شیشہ نصب تھا اور سامنے بنی شیلف پر انگنت میک اپ کی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔اس کے ساتھ والی نشست پر ایک اور لڑکی کو تیار کیا جا رہا تھا۔

یہ جگہ اس زندہ لاشوں کے قبرستان سے یکسر مختلف تھی۔وہاں لڑکیوں کو جانوروں کی طرح بوسیدہ کپڑوں اور دو وقت کے کھانے پر رکھا ہوا

تھا لیکن یہاں دنیا کا ہر قیمتی سامان موجود تھا۔اسے یہاں آنکھوں پر پٹی باندھ کر لایا گیا تھا۔اور یہاں آ کر آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تھی۔

غسل،ویکسنگ،میک اپ سب یہاں موجود لڑکیاں زبردستی کر رہی تھیں۔پہلے پہل اس کی مزاحمت پر انہوں نے کوڑے مارنے کی دھمکی دی۔یہ بڑے ڈیل ڈول کی لڑکیاں مردوں سے کم ظالم نہیں تھیں۔بات بات پر اتنی سختی سے چہرہ ہاتھوں میں دبوچ رہی تھیں کہ جوی ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے تڑپنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔میک اپ سے پہلے کپڑے پہناتے ہوئے اس کے ہاتھ کھول دیے گئے تھے۔

اب تو وہ تب سے چپ چاپ کچھ تلاش کر رہی تھی۔سامنے بکھری ہوئی چیزوں میں پڑا نیل فائلر بار بار اس کی اٹھتی نگاہوں کی زد میں تھا۔

جو لڑکی اسے تیار کر رہی تھی متواتر دوسری لڑکی کے ساتھ باتوں میں مگن تھی۔وہ دونوں چینی زبان میں پتہ نہیں کیا باتیں کرتے ہوئے ان دونوں کو تیار کر رہی تھیں۔

اس کے ساتھ والی نشست پر موجود لڑکی اس کی طرح سہمی ہوئی نہیں تھی وہ پراعتماد انداز میں تیار ہو رہی تھی۔

اس کو تیار کرنے والی لڑکی اب بار بار کچھ اٹھانے کی خاطر دوسری طرف جا رہی تھی۔اس کے ساتھ والی نشست پر موجود لڑکی اب مکمل طور پر تیار تھی۔وہ کھڑی ہو کر خود کو جانچ رہی تھی سنہری رنگ کے نیم برہنہ لباس میں وہ خوبصورت لڑکی ہوش ربا لگ رہی تھی۔

مجھے واش روم جانا ہے لڑکی نے خود پر اچٹتی نگاہ ڈالے خود کو تیار کرنے والی لڑکی سے کہا

اُس لڑکی نے سر ہلایا اور اس کے ہمراہ ایک طرف بڑھ گئی۔جوی نے پھر سے نیل فائلر پر نگاہ جمائی۔جیسے ہی اس کو تیار کرنے والی لڑکی کچھ اٹھانے کی خاطر ایک طرف ہوئی۔جوی نے لپک کر نیل فائلر اٹھایا اور جل لگے بالوں کے جوڑے کے اندر نیل فائلر کو کچھ اس طرح پھنسایا کہ وہ مکمل طور پر چھپ گیا۔بمشکل اپنی اٹکی سانس بحال کی۔چند سکینڈ کے وقفے کے بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔چائنز لڑکا ماتھے پر بل

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈالے کھڑا تھا۔وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس تک آیا اور ایک جھٹکے سے جوی کا گلا دبوچ لیا اور پھر اس کے بالوں میں سے نیل فائلر نکالتا ہوا پیچھے ہوا۔

وہ یہ بات کیسے فراموش کر گئی تھی کہ تمنا نے اسے بتایا تھا وہ لڑکی پر پوری نگاہ رکھتے ہیں۔یہ لی تاؤ کا گھر نہیں تھا جہاں وہ کھانے والا فورک چھپا لیتی۔

ہوٹل سے بار بار فون آ رہا ہے،شیون سر غصے میں ہیں چائینز لڑکا اب اس کو تیار کرنے والی لڑکی سے مخاطب تھا۔

تیار ہے بلکل،اے۔۔ے۔۔ے۔۔۔اٹھو جاؤ لڑکی نے اس لڑکے کی بات کا جواب دینے کے بعد گھور کر جوئ کو حکم دیا

اس سے پہلے کہ وہ نشست سے اُٹھتی لڑکا آگے بڑھا اور اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی کھڑا کیا۔ہاتھوں کو باندھ کر آنکھوں پر پٹی باندھی اور بازو تھامے کھینچتا ہوا باہر کی طرف چل دیا۔کچھ دیر میں وہ ایک گاڑی کی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔

کہاں جانا ہے؟ شاید ڈرائیونگ نشست پر موجود لڑکا دوسرے سے سوال کر رہا تھا۔

مینگولے۔۔۔دوسرے لڑکے کی آواز ابھری

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

صبح کے سات بجے ہی،ملک ہاؤس میں تو جیسے بھونچال آ گیا تھا۔لاؤنج سے اُبھرتی اونچی آوازوں کا شور باہر لان میں بھی سنائی دے رہا تھا۔دران کا یوں مدرسے میں قاری پر حملہ کرنے کے بعد گھر میں بھاگ آنا کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

ملک ہاؤس کے سارے مکین لاؤنج میں جمع تھے۔

دستگیر بیگم چشمے کی اوٹ سے خونخوار نگاہیں دران پر جمائے پلنگ پر بیٹھی تھیں۔پلنگ کے ایک کنارے پر یاور دران کو اپنے سامنے کھڑا کیے ہوئے تھا اور پاس پڑی کرسی پر اسفند ملک پریشان حال بیٹھے تھے۔عصمت،روبی،طلعت،سونی،برھان اور فائقہ لاؤنج میں ایک قطار صورت کھڑے تھے۔کسی کی آنکھوں میں حیرت تھی تو کسی کی آنکھوں

میں خوف تھا مگر نفرت کی آمیزش سب میں گھلی تھی۔

دیکھا بھاگ آیا نا مدرسے سے میں کہے دیتی ہوں،یہ گندہ خون اور برداشت سے باہر ہے میرے دستگیر بیگم نے ناک بسورے اونچی آواز میں حکم سنایا

چہرے پر انگنت نفرت اور حقارت موجود تھی۔ان کا خون کھول رہا تھا۔بس میں نہیں تھا کہ یاور کے ہاتھوں سے کھینچ کر دران کی درگت بنا دیں۔

صرف بھاگ کر نہیں آیا اماں۔وہ جو حال کیا ہے نہ اس نے مولوی کا۔وہ کیس کر دے گا ہم پر،ہسپتال پڑا ہے بیچارا روبی نے تنک مزاجی سے ہاتھ ہوا میں نچاتے ہوئے معلومات دیں۔

دران گردن جھکائے ضبط کے عالم میں کھڑا تھا۔اسفند ملک نے ایک غصیلی نگاہ روبی پر ڈالی جس کی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

ارے بھئی ہم پر کاہے اس ناس پیٹے پر کریں کیس،جیل ہو جائے ہماری

بلا سے اس شیطان مردود کو دستگیر بیگم نے تسبیح والا ہاتھ اونچا کرتے ہوئے بد دعا دی

اماں خدا کا واسطہ ہے آپ چپ کریں مجھے پوچھنے تو دیں اس سے کیوں کیا اس نے ایسا یاور نے گردن گھمائے دستگیر بیگم سے التجا کی

چہرہ دران کی طرف گھمایا اور سر کو ہلکا سا جھکا کر دران کے چہرے کی طرف دیکھا۔

ارے کیوں کیا ابھی بھی تجھے نہیں پتا چلا قرآن ہی نہیں پڑھنا چاہتا ہے یہ،یہودی کہیں کا،منحوس مارا دستگیر بیگم نے ماتھے پر بل ڈالے سخت آواز میں کہا

اسفند جو تب سے سر جھکائے ہوا تھا ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور دستگیر بیگم کے آگے ہاتھ جوڑے،دستگیر بیگم نے منہ بسورہ اور سر پر اوڑھا دوپٹہ کھینچ کر نیچے کیا۔

دران میری طرف دیکھو ہاں بولو کیوں کیا ایسا؟، کیا قاری مارتا تھا

تمہیں؟یاور نے دران کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر وہی سوال دہرایا

ارے تو کیا ہوا اگر مارتا تھا قرآن یاد کرانے کو سب استاد مارتے ہیں تو کیا بچے ان کے گلے کاٹ دیتے ہیں،اب تو مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے دستگیر بیگم کہاں چپ رہنے والوں میں سے تھیں

یاور نے دستگیر بیگم سے لاپرواہی برتتے ہوئے دران کے چہرے کو پھر سے اوپر کیا

دران میری طرف دیکھو بیٹا،تم نے یہ بہت غلط کیا تمہیں معلوم بھی ہے ہم لوگ کس مصیبت میں پھنس چکے ہیں،قاری ہسپتال پہنچ گیا ہے یاور نے حد درجہ تحمل سے کہا

دران خاموش کھڑا بس یاور کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔یاور کے دماغ میں اس کے لیے فکر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔اور ایسا ہی کچھ حال پیچھے کرسی پر بیٹھے اسفند ملک کا تھا۔ان دونوں کے علاوہ یہاں موجود ہر نفس کے دل و دماغ میں اس کے اس عمل پر غصہ اور نفرت تھی۔

بولو دران کچھ یاور نے اسے ہلاتے ہوئے پھر سے پوچھا

وہ دران کو دونوں کندھوں سے تھامے اپنے بلکل سامنے کھڑا کئے ہوا تھا۔

منہ سے کچھ پھوٹے پھر نا عذاب کہیں کا،بس گھورتا ہے اور مارتا ہے

عصمت نے ناک چڑھا کر پوری گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا

مجھے قرآن نہیں پڑھنا سپاٹ لہجے میں اس نے مختصر جواب دیا

لو سن لو بس۔۔روبی نے ہاتھ کھڑا کیا

رک کمبخت مارے تیرے تو اچھے بھی پڑھیں گے دستگیر بیگم نے اچک کر پاس پڑی چھڑی اٹھائی اس سے پہلے کے وہ دران کی پشت پر چھڑی کی ضرب لگاتیں یاور ایکدم سے دران کو لے کر دور ہوا

اماں بس۔۔۔یاور نے ہاتھ کھڑا کیئے اونچے آواز میں روکا

دران کو ایک جھٹکے سے اپنے پیچھے کیا جو اسی طرح بت بنا گھور رہا تھا۔یاور دران کا ہاتھ تھامے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اسی کا سر چڑھایا ہے اور کچھ نہیں روبی نے ناک چڑھا کر سارا الزام یاور پر دھر دیا۔

سب کچھ دیر یونہی کھڑے رہے پھر آہستہ آہستہ اپنے اپنے کمروں میں گھس گئے۔

✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾✾

موسیقی کے مدھر سے جلترنگ منگیولے کے اس رنگین ماحول کو افسوں زدہ بنا رہے تھے۔خفیف سی باتوں کی مختلف زبانوں میں بازگشت ارد گرد سے ابھر رہی تھی، کھنکتے قہقے،اور مشروب اور شراب کے گلاسوں کے بجنے کی آوازیں اس کشادہ لان کے ہر کونے سے ابھر رہی تھی۔مختلف صحافی اور کیمرہ مین ارد گرد کے بہت سے مناظر کو قید کر رہے تھے۔

دران کے یہاں پہنچتے ہی بروس چوکنا ہو چکا تھا۔ہاروی سب اس پر چھوڑ کر ایک طرف ہو چکا تھا۔درانگ کی لائیو ویڈیو ایک ساتھ بہت جگہ چلانے کا ایک مضبوط منصوبہ تیار کر لیا گیا تھا ۔بروس کو اب دران کو مشروب پلانا تھا۔

بار کے کاؤنٹر پر کہنی ٹکائے وہ کن اکھیوں سے لان کے ایک کونے میں کھڑے دران اور انل کو جانچ رہا تھا جو باتوں میں مگن تھا۔ایک کمینی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا گھیراؤ کیا۔کاؤنٹر پر اس کی انگلیوں کے پور دھیرے دھیرے بج رہے تھے جن میں اس کھیل کی شروعات میں ہی فتح یابی جیسا رقص تھا۔

سر سافٹ ڈرنک

کاؤنٹر کے دوسری طرف موجود لڑکے نے مشروب کے دو گلاس کاؤنٹر پر رکھ کر آہستگی سے آگے سرکائے۔گلاسوں میں موجود شربتی رنگ کا مشروب گلاس کے کناروں سے ٹکرا کر لہریں بنا گیا تھا۔

بروس نے ایک زہریلی مسکان لبوں پر سجائی۔ہاتھ اوپر اٹھایا اور مٹھی میں دبائی دو گولیاں انگلیوں کو آہستگی سے کھولتے ہوئے دائیں گلاس میں گرا دیں۔گلاس کو بڑی نرماہٹ کے ساتھ اٹھایا اور دھیرے سے ہوا میں دائرہ بناتے ہوئے گھمایا۔

گولیوں کے گرتے ہی مشروب میں اُبال آیا اور پھر بلبلوں کی صورت

بیٹھنے لگا۔گولیوں کو مشروب میں گھلنے میں چند سکینڈ لگے تھے اور اس کے بعد دونوں گلاسوں میں موجود مشروب ایک جیسا دکھائی دینے لگا تھا۔

ہے۔ے۔ے۔کم بروس نے ہاتھ کے اشارے سے خالی ٹرے تھامے کاؤنٹر پر کھڑے ویٹر کو بلایا۔

ویٹر مؤدب انداز میں ٹرے تھامے پاس آیا۔بروس نے دونوں گلاسوں کو بہت احتیاط سے اسی ترتیب کے ساتھ ٹرے پر سجایا۔سر کو ہلکا سا خم دے کر لڑکے کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر میں ہی وہ،ویٹر اور ٹرے میں سجے مشروب کے دو گلاس سمیت دران کے سامنے تھا۔نظر بھر کر اس کے خوبرو سراپے کو دیکھا۔بالوں کو سلیقے سے جل سے پیچھے کے رُخ سیٹ کیے وہ آج مختلف مگر سحر کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔

ہے۔ے۔ے۔ے۔درانگ بروس نے خوشگوار لہجے میں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے خیر مقدم کیا۔

دران نے ایک لمحے کو اس کے بڑھے ہاتھ اور خوشگوار انداز کو دیکھا اور پھر سنجیدگی سے جیب میں ڈالا ہاتھ نکالا اور اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔وہ تو بہت پرجوش دکھائی دے رہا تھا ہاتھ کو پکڑ کر زور سے ہلاتے ہوئے وہ چمکتی آنکھیں دران کی گہری آنکھوں میں گاڑے مسکرا رہا تھا۔

بہت دیر سے آئے آنکھیں منتظر تھیں تمھاری چہکتے ہوئے جھوٹی محبت جگائی

میں وقت پر پہنچنے کا عادی ہوں آپ نے انتظار وقت سے پہلے شروع کر دیا ہو گا ٹھہرے لہجہ میں جواب دیا

لبوں پر وہی معنی خیز مسکراہٹ تھی جو دوسرے کی سوچ کو جانچ کر سچ ثابت ہونے پر مزین ہوتی تھی۔بروس خجل ہوا پھر آدھے جسم کو ہلکا سا خم دیے پاس کھڑے ویٹر کی طرف مڑا۔وہ جانتا تھا دران کے گلاس کو وہ ٹرے کے وسط میں اور انل کے گلاس کو کنارے پر رکھ کر لایا تھا اس نے اسی ترتیب کو ذہن نشین رکھتے ہوئے دران کے گلاس کو اٹھایا۔

سافٹ ڈرنک۔۔۔۔

بروس نے مسکراتے ہوئے گلاس دران کی طرف بڑھایا۔دران نے ایک لمحے کو گلاس پر نگاہ جمائی پھر پراعتماد انداز میں گلاس تھام لیا۔

بروس اب انل کی طرف گلاس بڑھا رہا تھا انل نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ہلکی سی جنبش کی اور موبائل جیب میں رکھا۔جاندار مسکراہٹ سجائے بروس کے ہاتھ سے گلاس تھام لیا۔

ایک۔دو۔۔۔

دو سکینڈ کے توقف کے بعد ہی وہاں موجود نفوس کے درمیان موبائل فون رنگ گونج اٹھی۔دران نے لبوں کے قریب کیے ہوئے گلاس کو نیچے کیا۔جیب میں ہاتھ ڈالا موبائل بج رہا تھا اور اوپر انل کا نمبر چمک رہا تھا۔

دائیں ہاتھ میں تھاما گلاس انل کی طرف بڑھایا۔جیسے ہی گلاس انل کے ہاتھ میں منتقل ہوا اسی لمحے بروس کی نگاہیں اس کی تھمی سانسوں کے ساتھ گلاس پر جمی۔دران موبائل کان سے لگا چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انل کے دونوں ہاتھوں میں اب مشروب سے بھرے ایک جیسے گلاس موجود تھے دران کا گلاس وہ بائیں ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔وہ دران کے گھونٹ بھرنے سے پہلے تک یہاں سے جانے والا نہیں تھا یہ وہ باخوبی جانتا تھا۔

ہیلو۔۔۔مصروف سے انداز میں فون کان سے لگائے وہ چند قدم آگے بڑھا۔

بروس کن اکھیوں سے جانچتی نگاہ انل کے بائیں ہاتھ پر رکھے ابھی وہیں کھڑا تھا۔انل نے گہری نگاہوں سے بروس کی طرف دیکھا۔ذہن میں دران کی آواز گونج رہی تھی۔

تم مجھے کال کرو گے۔میں تمہیں اپنا گلاس پکڑاؤں گا

وہ اس کے کہنے کے مطابق گلاس تھام چکا تھا۔ذہن میں اس کی اگلی ہدایت گونجی۔

وہ میرے گلاس پر نظر رکھے گا اس لیے جس وقت میں پلٹوں گا تمہیں

پورا کور کروں گا اور تمھارے والا گلاس پکڑتے ہی ایک سکینڈ سے پہلے تم میرا گلاس دوسرے ہاتھ میں منتقل کرو گے

دران کی دی ہوئی ہدایت وہ ذہن میں دہرا رہا تھا اور جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی ہوا . بروس وہاں سے جانے کے بجائے وہیں اس کے ہاتھوں پر نگاہ جمائے کھڑا تھا۔دران فون کو واپس اپنی جیب میں رکھتے ہوئے پلٹا اور اس کی طرف بڑھا اب ایک سکینڈ میں انہیں اس سب پر عمل کرنا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیسے ہی دران نے اس کے بلکل سامنے آ کر اس کے گلاس کو تھاما۔انل نے اتنی ہی تیزی سے اس کے والے گلاس کو دائیں ہاتھ میں منتقل کیا۔

دران کے پلٹتے ہی بروس کی نگاہ انل کے ہاتھوں پر گئی تھی اور پھر اس کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔دران نے درست گلاس ہی واپس پکڑا تھا۔

دران نے گلاس تھامتے ہی لبوں کو لگایا۔اس کے گھونٹ بھرتے ہی بروس کے چہرے پر فتح جیسے آثار تھے۔

بروس کا مقصد پورا ہو چکا تھا اس کا اب یہاں کھڑے رہنا بیکار تھا وہ چند ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد دونوں کو پارٹی سے لطف اٹھانے کا کہتا ہوا وہاں سے جا چکا تھا۔

اس کے جاتے ہی انل دران کے قریب ہوا جو بڑے مزے سے مشروب کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

مجھے ان کی سمجھ آتی ہے۔وہ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔وہ تمہارا یہ بھرم ختم کرنا چاہتے ہیں جو تمہیں پوری انڈسٹری میں سب سے منفرد بناتا ہے۔لیکن تم اپنے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو ؟ یہ میری سمجھ سے باہر ہے انل اس وقت بھی اس کے اس فیصلے کو لے کر نالاں تھا۔

دران نے اس کی بات پر نگاہ سامنے جمائی جہاں سوئمنگ پول کے پانی میں روشنیوں سے جگمگاتی عمارت کا عکس جھلملا رہا تھا۔

مجھے خود نہیں پتا۔میرا دل بھی کہہ رہا ہے۔میں یہ سب کیوں کر رہا ہوں؟ لیکن اس وقت میں اپنے دماغ کے قابو میں ہوں جو کہہ رہا ہے۔مجھے یہ کرنا ہے

دران نے ساکن نگاہ دھیرے سے لہریں بناتے عکس پر جما کر جواب دیا

انل نے گہری نگاہ اس پر ڈالی وہ متواتر مشروب کے گھونٹ بھرتا جا رہا تھا۔انل کو بھی مشروب پینا تھا۔وہ لوگ دران کو جانچ رہے ہوں گے اس لیے ان کی چھوٹی سی غلطی بھی ان کو مشکوک بنا سکتی تھی۔

آہ۔۔۔تو میں سمجھ جاؤں پھر یہ معاملا اتنا سیدھا نہیں جتنا دکھائی دے رہا ہے

انل نے ایک ہاتھ ہوا میں ہاتھ اٹھائے تاسف ظاہر کیا۔دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔

اب کمرے میں اس لڑکی کے آنے کے بعد کیا کرو گے تم؟انل نے مشروب کا گھونٹ بھرا

جو انہوں نے سوچا ہے اس کا اُلٹ کروں گا مجھے پتا ہے میری یہ ویڈیو لائیو چلے گی پرسوچ لہجے میں جواب دیا اور گلاس میں موجود مشروب ایک سانس میں ہی اپنے اندر انڈیل لیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گاڑی ہلکی سی چراچرہٹ کے بعد رکی تھی۔وہ گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھی اب پاگلوں کی طرح گردن ارد گرد گھما رہی تھی جبکہ سیاہ پٹی آنکھوں پر بندھی ہونے کے باعث گھپ اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔اس کی آنکھوں پر بندھی یہ پٹی مختلف مقامات پر اتاری گئی تھی لیکن اس وقت اس کے ساتھ ایک لڑکا کمر پر پسٹل رکھ کر بیٹھ جاتا تھا۔پتا نہیں کتنے گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ اب کہیں پہنچے تھے۔

خوف سے دل لرز رہا تھا۔پتا نہیں وہ اب کہاں ہو گی اور یہاں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ذہن خوف کے زیر اثر مفلوج ہو رہا تھا۔گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز ابھری اور پھر کسی نے اسے بازو سے کھینچتے ہوئے گاڑی سے اتارا۔

گاڑی سے اترنے کے بعد اس کی آنکھوں سے پٹی کو پھر سے ہٹا دیا گیا۔اچانک سے تیز روشنیوں نے آنکھوں کو چندھیا دیا۔وہ بھاری نقلی پلکوں اور میک اپ سے اٹی آنکھوں کو زور سے میچ چکی تھی۔

گاڑی سے اترنے والے دونوں لڑکوں میں سے ایک لڑکا اب اس کے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاتھ کھول رہا تھا جبکہ دوسرا اس کو پسٹل دکھاتے ہوئے خبردار کر رہا تھا۔

جوی نے ایک اچٹتی نگاہ اس شاندار عمارت پر گھمائی جس کی راہداری پر اب وہ دونوں لڑکوں کے ہمراہ ان کے درمیان میں چل رہی تھی۔اونچی ہیل اور کٹ دار میکسی سے باہر نکلتی ایک ٹانگ کی وجہ سے اسے چلنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔

پسٹل دکھانے والے لڑکے نے بڑے انداز میں اس کی کمر کے گرد بازو حائل کر رکھا تھا۔راہداری سے آگے آتے ہی جیسے اس اندھیری رات میں بھی بہار کا سا سماں تھا۔مینگولہ کے وسیع لان کا منظر سحر پھونک رہا تھا۔وہ کیا کوئی بھی دیکھتے ہی پہچان جاتا کہ یہ کوئی بہت بڑی تقریب تھی۔وہ لڑکے اب اس کے ہمراہ چلتے ہوئے راہداری سے تھوڑا آگے آنے کے بعد رک چکے تھے۔شاید وہ یہاں کسی کا انتظار کر رہے تھے۔

چند سکینڈ کے وقفے کے بعد ایک مغربی شخص ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔وہ جیسے جیسے فاصلہ کم کرتا جا رہا تھا۔اُس کی جوی پر ٹکی آنکھیں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکڑتی جا رہی تھیں اور پیشانی پر پڑے شکن گہرے ہو رہے تھے۔

تیز تیز ڈگ بھرتا وہ شخص اب لال بھبھوکا چہرہ لیے ان تینوں کے سامنے تھا

یہ کس کو اٹھا لائے ہو ؟ کون ہے یہ؟بروس غصے میں دانت پیستے ہوئے دونوں لڑکوں پر چڑھ دوڑا

وہی لڑکی جو آپ نے منگوائی اور شیون باس نے جس کو یہاں لانے کا کہا برجستہ جواب آیا

وہ آپس میں انگلش میں بات کر رہے تھے۔جو وہ با آسانی سمجھ رہی تھی۔وہ یقیناً کسی اور کی جگہ یہاں غلطی سے آ گئ تھی۔اس لیے سامنے کھڑا آدمی اب دونوں لڑکوں پر بھڑک رہا تھا۔

یہ وہ لڑکی نہیں ہے۔۔۔احمقو۔۔۔میں نے لیسا کا کہا تھا۔بے ساختہ بروس کا ہاتھ اپنی پیشانی کو پیٹ گیا۔

دونوں لڑکے اب ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے

تھے جبکہ بروس اب غصے میں جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا موبائل نکال چکا تھا۔تیزی سے موبائل کی سکرین پر انگلیاں نچانے کے بعد وہ موبائل کو کان سے لگائے غصے میں اب دوسری طرف موجود نفس کے فون اٹھانے کے منتظر تھا۔اس کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔

یہ کس کو بھیج دیا ہے ؟ لیسا کہاں ہے؟دوسری طرف سے جس نے بھی فون اٹھایا تھا۔بروس اس پر سخت لہجے میں برس پڑا۔

مطلب۔۔۔؟ لیسا ہی بھجوائی ہے شیون نے حیرت کا اظہار کیا

یہ لیسا نہیں ہے۔کس کو اٹھا کر بھیج دیا۔سارا پلین چوپٹ کر دیا بروس کا غصہ شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔

اے۔۔۔ے۔۔۔ے نام کیا ہے تمھارا ؟ بروس نے فون کو کان سے ہٹائے کرخت لہجے میں جوی سے پوچھا

جوی جو کان کھڑے کیے اس کی باتیں سمجھ رہی تھی۔ایک لمحے کے لیے سٹپٹا کر تینوں کی طرف دیکھا۔

ج۔۔۔جووی گھٹی سی آواز میں اپنا نام بتایا

اس سے پہلے کہ وہ شیون کو کچھ سمجھاتا۔وہ خود ہی سمجھ گیا تھا کہ لیسا کی جگہ وہ نئ لڑکی مینگولے پہنچ گئی ہے۔

اوہ!!!! لگتا ہے لڑکیاں ا کسچینج ہو گئی ہیں شیون کی پریشان کن آواز ابھری

مجھے لیسا ہی چاہیے۔ے۔ے۔ے بروس نے چبا چبا کر غصے میں کہا

دیکھو بروس یہ ممکن نہیں اب۔لیسا دو گھنٹے پہلے اس لڑکی کی جگہ دوسرے ہوٹل پہنچ چکی ہے اور کلائنٹ کی کال آ چکی ہے مجھے

تو میں کیا کروں اب۔میرا کیا ہاں۔ں۔ں؟بروس کی آواز مزید اونچی ہوئی

دیکھو میں سمجھتا ہوں غلطی ہوئی ہے۔مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ تم اس لڑکی سے کام چلاؤ ایک دم فریش۔۔۔

شٹ اپ!!!!! جسٹ شٹ اپ بروس نے فون کو کان سے دور

کیے۔چیخ کر اس کی بات کو کاٹتے ہی فون بھی کاٹ دیا۔

ایک آبرو چڑھائے جانچتی نگاہ جوی پر ڈالی۔شیون کی بات غلط نہیں تھی۔میرون گاؤن میں ملبوس سامنے کھڑی یہ لڑکی لیسا کی طرح حسین و جمیل تو نہیں تھی مگر بلا کی پر کشش تھی۔اس کے چہرے پر اس کی سیاہ بڑی آنکھیں اس کے عام سے نقوش پر بھاری تھیں۔قد متوازن ہونے کے باوجود جسامت کا سڈول پن اسے منفرد بنا رہا تھا۔بروس نے گہری سانس باہر انڈیلی۔خونخوار نگاہوں سے لڑکوں کو گھورا۔

اسے فلحال میرے کمرے میں لے کر چلو پھر بتاتا ہوں میں آ گئے

سامنے کھڑے لڑکے کو ہاتھ سے اشارہ کرتا ہوئے حکم صادر کیا اور آگے چل پڑا۔دونوں لڑکے جوی کے ہمراہ اس کی تقلید کر رہے تھے۔جوی بے بسی سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

نجانے یہ کونسی جگہ تھی اور اب یہ بھڑیے اس کے ساتھ آگے کیا کرنے والے تھے۔یہ خوف ہر اٹھنے والے قدم کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔

سورج پورے جوبن میں آسمان پر چمک رہا تھا۔تیز شعائیں کراچی شہر کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔

ایلمنٹری بوائز سکول کی اس سرخ اور سفید عمارت میں اس وقت لڑکوں کا بے ہنگم شور گونج رہا تھا۔یہ شاید سکول کی ریس کا وقت تھا۔انگنت ایک ہی قطار میں بنے کمروں والے اس سکول کا یہ چھٹی جماعت کا کمرہ تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
www.sAfsanaArticlesBooksPoetryInterviews

لکڑی کے اوپری پھٹے والے لوہے کے ڈیسک افقی قطاروں میں لگے تھے۔سفید روغن والی دیواروں پر کاغذ کے بنے چارٹ جگہ جگہ دیواروں پر چسپاں تھے۔سامنے کی دیوار پر سیاہ بورڈ نصب تھا جس کے نیچے سفید رنگ کے چاک بکھرے ہوئے تھے۔اس وقت کمرہ جماعت میں ادھم مچا تھا۔کچھ لڑکے بھاگ دوڑ رہے تھے۔ایک دوسرے کو چاک مار رہے تھے اور کچھ ڈیسک کے اوپر بیٹھے ٹفن کھولے کھا رہے تھے۔

ان سب میں وہی تھا جو کتاب کھولے انہماک سے پڑھنے میں مگن

تھا۔یاور ملک کی بدولت وہ پھر سے سکول میں آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔اسے برھان اور فائقہ کی طرح کسی انگلش میڈیم نجی سکول میں نہیں ڈالا گیا تھا۔یہ کراچی کا سرکاری سکول تھا۔

دران نے آدھا سال گزرنے کے بعد داخلہ لیا تھا۔اسے سکول آتے مہینہ ہو چکا تھا لیکن وہ چپ چاپ بیٹھا اپنا پڑھتا رہتا تھا۔کچھ لڑکوں نے پہلے پہل اس کے ساتھ بات چیت کی کوشش کی مگر اس کے کم بولنے کے باعث پیچھے ہٹتے گئے۔

لڑکوں کے اس شور میں اچانک سکوت جماعت کا دروازہ زور سے دیوار میں لگنے کی وجہ سے آیا۔توصیف تیوری چڑھائے آگے بڑھا۔وہ ان کی جماعت کا نا صرف مانیٹر تھا بلکہ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کا اکلوتا سپوت بھی تھا۔جماعت کیا سکول کے تمام لڑکے اس سے ڈرتے تھے بس یوں سمجھیں کہ سکول میں اس کا سکہ چلتا تھا۔

توصیف نے غصے سے درمیانی قطار میں موجود تیسرے ڈیسک پر بیٹھے انل یوسف کو ایک جھٹکے سے گریبان سے تھام لیا۔

کھڑا ہو جا رعب دار آواز میں وہ انل کو حکم صادر کر رہا تھا۔

انل نے گھور کر دیکھا مگر اٹھا نہیں۔توصیف کے ساتھ کھڑے لڑکے ہاتھوں میں بلے اور ہاکی اٹھائے ہوئے تھے۔وہ شاید سکول کے میدان میں کھیل رہے تھے اور اب انل کی شکایت ملنے پر یہاں آئے تھے۔سکول میں موجود ہر پانی کے کولر کے ساتھ سٹیل کا ایک عدد گلاس زنجیر سے باندھا گیا تھا لیکن انل کو عیسائی ہونے کے باعث اس گلاس میں پانی پینے کی اجازت نہیں تھی۔

کھڑا ہو سنا نہیں توصیف تیکھی آواز میں دھاڑا

پوری جماعت کے لڑکے اب سب مصروفیت چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ تھے۔دران نے کتاب پر سے سر اٹھایا اور ڈیسک پر بیٹھے معصوم صورت لڑکے کو دیکھا جو توصیف کے مقابلے میں ناتواں تھا لیکن وہ اس سے دب نہیں رہا تھا۔

کولر کے گلاس میں پھر سے پانی پیا تم نے؟توصیف نے غصے میں ناک پھلاتے ہوئے پوچھا

ہاں پیا۔وہ سب کے لیے ہے۔وہاں نہیں لکھا کہ صرف مسلمان لڑکے پی سکتے ہیں۔انل نے برابر تیوری چڑھائی

زیادہ زبان چلانے کے ضرورت نہیں سمجھا۔کتنی دفعہ سمجھایا ہے تجھے لگتا بات تیری کھوپڑی میں گھستی نہیں ہے۔توصیف نے اس کے گریبان پر اپنی گرفت مزید بڑھائی۔

انل کی گریبان چھڑوانے کی ساری کوششیں ناکام جا رہی تھیں۔توصیف نے ایک جھٹکے سے اسے ڈیسک سے نیچے گرایا۔اب وہ اس کے گریبان کو تھامے باقاعدہ اسے مار رہا تھا۔پوری جماعت تماشہ دیکھ رہی تھی کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ انل کو چھڑواتے۔توصیف اسے زمین پر لٹائے مسلسل اس کے چہرے پر موکے جڑ رہا تھا۔

دران ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔کنپٹی کی رگیں تن گئی تھیں اور آنکھیں غصے میں سکڑ گئی تھیں۔تیز تیز ڈگ بھرتا وہ ایک سکینڈ میں توصیف کے سر پر کھڑا تھا۔توصیف نے مکا جڑنے کے لیے بازو اٹھایا اور اب کی بار بازو نیچے نہیں آیا ہوا میں معلق رہ گیا۔غصے سے گردن گھما

www.neweramagazine.com

کر دیکھا۔

دران پیشانی پر بل ڈالے کھڑا تھا۔وہ دکھنے میں دبلا پتا تھا لیکن طاقت اتنی تھی کہ توصیف اپنی پوری قوت کے باوجود ہاتھ نہیں ہلا پا رہا تھا۔

تو کون ہے ابے توصیف نے غراتے ہوئے پوچھا

اس کا چہرہ اب قوت لگانے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔آس پاس کھڑے لڑکے توصیف کی حالت پر دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔

اس کا گریبان چھوڑ دران نے سنجدگی سے مگر ٹھہرے لہجے میں حکم دیا۔

چلو ایک اور ٹڈی کو زکام ہو گیا توصیف نے استہزایہ مسکراہٹ سجائے تمسخر اڑایا

تو بولتا بھی ہے رے۔۔۔میں تو سمجھا گونگا ہے تو توصیف کے تمسخرانہ انداز پر پوری جماعت میں قہقے گونج اٹھے۔

چپ چاپ جا اور باقی لڑکوں کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھ جا سمجھا۔نہیں تو

اس سے پہلے تیری کھوپڑی کھول دوں گا توصیف نے بڑے رعب سے ناک چڑھاتے ہوئے کہا

دران نے ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور پھر دوسری انل کے گریبان پر اگلے ہی لمحے وہ پاس کھڑے لڑکے کے ہاتھ سے بلا چھین کر توصیف کے سر پر مار چکا تھا۔

☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬

سورج ڈوبتے ہی سرمئی روشنی لائینز ایریا کی تمام عمارتوں کو ہلکی ہلکی ہوا سے ٹھنڈک بخشنے لگی تھی۔چوتھی منزل کے اس فلیٹ میں خاموشی چھائی تھی۔مریم کسی پڑوسی کی طرف تھی۔جووت کھیلنے گیا تھا۔میری کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ایسے میں وہ چھوٹے سے کمرے میں موجود بکھرے بال،پژمردہ صورت اور حلقہ زدہ آنکھوں کے ساتھ پلنگ پر اپنے دوپٹے کی تلاش میں تکیے الٹ پلٹ رہی تھی۔

ہلکے زرد رنگ کے جوڑے میں اداس آنکھوں کے نیچے موجود گالوں پر زردی جھلک رہی تھی۔گھنگرالے سیاہ بال اوپر کو پھولے ہوا میں دھیرے

دھیرے ہل رہے تھے۔اس دن چھت کی ملاقات کے بعد چار ماہ اور تین دن گزر گئے تھے دران اسے پھر کبھی یہاں نہیں نظر آیا تھا۔

وہ ملاقات اس کی پہلی ملاقات تھی لیکن وہ اس کے سحر میں ایسی جکڑی گئی تھی کہ چاہ کر بھی نکل نہیں سکی۔یوں محسوس ہوتا تھا وہ انسان نہیں جنات میں سے تھا اور وہ آسیب زدہ ہو گئی ہے۔

دماغ نے دل کی بہت کلاس لی۔ہر جتن کر ڈالے پر وہ ایسا بغاوت پر اترا کہ ہر چیز میں ہر چہرے میں اسی کا عکس تلاشنے لگا۔دل میں وسوسے گھر کرنے لگے کیا پتا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہو۔اس کی اس آسیب زدہ حالت کی اس کے دل کے بعد سنانا کو خبر تھی۔ہر پل کا ساتھ اور دوستی تھی اس کی بدلتی حالت کیسے چھپ سکتی تھی اور آج وہ تنگ آ کر انو سے اس کے بارے میں پوچھنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔سنانا کے پوچھنے پر وہ اسے بتا چکی تھی وہ کہاں اور کیوں جا رہی ہے۔

پاگل مت بنو جوی رک جاؤ سمجھی سنانا نے اس کے بازو کو پکڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف گھمایا۔

وہ جو دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالنے والی تھی گھوم کر سنانا کے روبرو ہوئی۔

اگر رکوں گی تو پاگل ہو جاؤں گی سپاٹ لہجے میں وثوق سے کہا

ایک منٹ یہ تو سوچو۔انو کیا سوچے گا تم اس لڑکے کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟سنانا نے رسان سے سمجھایا

کہہ دوں گی۔یہ تو میں خود نہیں جانتی کہ میں اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہوں برجستہ جواب دیا

آہستگی سے اپنا بازو اس کے ہاتھ سے چھڑوایا اور پلنگ پر سے دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈال لیا۔

جوی یہ تو جانتی ہو نہ کہ وہ مسلم ہے؟سنانا نے سینے پر ہاتھ بندھے سوال کیا۔

وہ اب اپنا دوپٹہ درست کر رہی تھی۔نگاہیں چرائیں۔پلکیں پھڑپھڑائیں

ہاں تو میں نے کب کہا وہ عیسائی ہے ؟

نہیں کہا پر تم گناہ کر رہی ہو۔ابا کو پتا چلے گا تو ؟ سنانا تنک کر پھر سے روبرو ہوئی

مطلب۔۔۔کیا۔۔۔؟کہنا کیا چاہ رہی ہو تم گنا ہ کیسا؟جوی نے اب کی بار غصے سے نگاہیں اس کی نگاہوں میں گاڑیں۔

مطلب یہ کہ تم اس سے محبت کرنے لگی ہو سنانا نے ایک سانس میں کہا

سنانا کی آنکھوں میں گاڑیں اس کی آنکھیں پھر سے زاویہ بدلنے لگیں۔

نہیں سخت لہجے میں فوراً اس کی بات کو رد کیا

جھٹلاؤ مت مجھے۔پاگل نہیں ہوں میں بہن ہوں تمھاری۔ہر کسی کی تو نہیں لیکن تمھاری آنکھیں پڑھنا میں جانتی ہوں۔تم پاگل ہو چکی ہو اس لڑکے کے لیے اور یہ پاگل پن اب شدت اختیار کرتا نظر آ رہا ہے مجھے سنانا دو ٹوک لہجے میں جواب دیا۔

نہیں۔۔۔تم۔۔تم غلط ہو مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔اور محبت یوں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں ہوتی گڑبڑا کر اس کی بات کی نفی کی۔

تو پھر کیسے ہوتی ہے؟تم سے دو سال چھوٹی ہوں پر بچی اب میں بھی نہیں ہوں۔چارہ ماہ ہو گئے ہیں تم بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہو۔سر شام بالکنی کے چکر دوپہر کو حنا کے گھر کے بلاوجہ چکر،سنسان چھت پر جانا اور اب۔۔۔اب کیا کرنے جا رہی ہو؟انو سے اسکے بارے میں پوچھنے جا رہی ہو؟سنانا نے پیشانی پر بل ڈالے اسے آئینہ دکھایا جو شاید اس کے ساتھ ساتھ خود کو بھی دھوکا دے رہی تھی۔

دوسری طرف خاموشی تھی۔سنانا نے گہری سانس لی محبت سے اسے قریب کیا۔

جوی یہ کھائی ہے تم گری نہیں ہو ابھی اس میں۔پلٹ آؤ اسے بھول جاؤ۔وہ اجنبی تھا۔ایک دن اتفاق سے ملاقات ہوئی تم دونوں کی اور بس سنانا نے رسان سے سمجھاتے ہوئے اب اسے دونوں کندھوں سے تھام لیا تھا۔

میں اس سے محبت نہیں کرتی سنانا۔مجھے تو انو سے بس یہ پوچھنا ہے کہ

وہ زندہ ہے نہ؟وہ اس دن چھت سے چھلانگ لگانے والا تھا تو۔۔۔جوی نے سر کو جھٹکتے ہوئے چڑ کر وضاحت دی

اور اگر انو نے کہا کہ وہ مر۔۔۔۔۔

ایک زور دار تھپڑ سنانا کے جملے کو مکمل نہیں کرسکا تھا۔جوی اسے تھپڑ مارنے کے بعد اب مجسم بنی کھڑی تھی جبکہ سنانا گال پر ہاتھ رکھے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کتنے ہی پل خاموشی نگل گئی اور پھر آواز گونجی پر اعتماد۔۔۔

وہ مر نہیں سکتا۔۔۔

دلگیر لہجہ تھا۔وہ جھٹکے سے پلٹی اور تیز تیز قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا دیے۔

❤جاری ہے❤

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین New Era Magazine کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Neramag@gmail.com

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین